اسلام دین حق

فضیلۃ الشیخ أحمد بن سعد حمدان

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ابو یحییٰ محمد زکریا زاہد حفظہ اللہ

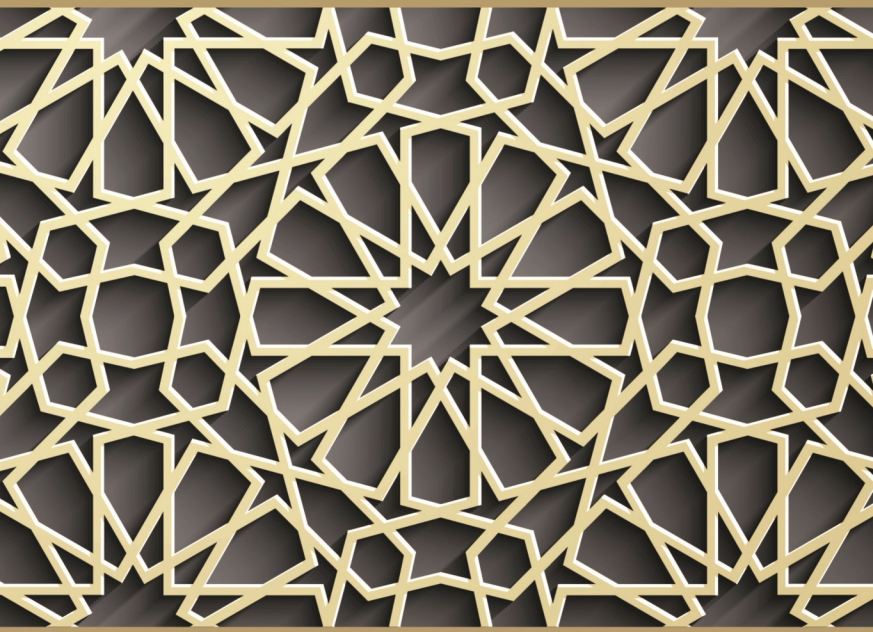

دار المعرفۃ
پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

فہرست

- مقدمہ ---------- 11
- انسانی سعادت: حقیقتِ حیات کی معرفت ---------- 15
- انسانی وجود کا ظہور کیسے ہوا؟ ---------- 15
- خالق حکیم کے شواہد ---------- 21
- اول:.....فطرت: ---------- 21
- دوم:.....مختلف اقسام کی موجودات ---------- 24
- سوم:.....احکام ---------- 25
- چہارم:..... جوڑے ---------- 28
- پنجم:.....موافقت ---------- 28
- مخلوقات کی ذمہ داریاں ---------- 31
- تخلیق انسانی کے مقصد کی معرفت کا مصدر ---------- 33
- اللہ تعالیٰ اور مخلوقات کے مابین رابطہ ---------- 34
- اللہ تعالیٰ اور مخلوقات کے مابین رابطہ کی ابتدا ---------- 35
- فرشتوں اور رسولوں کے مابین رابطہ کی صورت ---------- 36
- وحی کی مختلف صورتوں کے دلائل ---------- 37
- پہلی صورت کے دلائل ---------- 37
- دوسری صورت کے دلائل: ---------- 37
- تیسری صورت کے دلائل ---------- 38

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- چوتھی صورت کے دلائل ---------- 39
- انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں معجزات الٰہی کا ظہور ---------- 40
- صدق نبوت پر دلائل کی اقسام: ---------- 41
- اول:.....حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ---------- 43
- دوم:.....حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ---------- 46
- سوم:.....ہمارے نبی اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ---------- 48
- قرآن کریم کا تعارف اور کیفیت نزول ---------- 50
- ۱۔قرآن کریم: ---------- 50
- ۲۔نزول وحی: ---------- 50
- ۳۔پتھر کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو ---------- 51
- ۴۔پہلی مرتبہ فرشتے کا ظہور ---------- 51
- ۵۔دوسری شکل میں فرشتے کی آمد ---------- 53
- قرآن کریم کے منزل من اللہ ہونے کے دلائل ---------- 55
- پہلی وجہ:.....قرآن کریم کا لغوی اعجاز ---------- 55
- دوسری وجہ:.....نفس انسانی پر قرآنی اثرات ---------- 70
- تیسری وجہ:.....غیب سے متعلق قرآنی خبریں: ---------- 75
- ماضی کے غیب سے متعلق قرآن کی اطلاع: ---------- 75
- ۱۔حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی والدہ کا قصہ ---------- 76
- ۲۔حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا قصہ ---------- 78
- ۳۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ ---------- 80
- ۴۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ---------- 82
- عہد نبوت میں قرآن میں حالات حاضرہ کی خبریں: ---------- 85

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- قرآن کریم اور مستقبل میں غیب کی خبریں: ---- 99
- چوتھی وجہ:.....تناقض سے سلامتی: ---- 127
- پانچویں وجہ:.....بعض اعمال پر نبی کریم a پر عتاب: ---- 131
- اوّل:.....نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کا قصہ ---- 132
- دوم:.....حضرت زید رضی اللہ عنہ منہ بولے بیٹے کا واقعہ: ---- 135
- سوم:.....رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ازواج مطہرات کی رضامندی کے لیے شہد حرام کرنا 137
- چہارم:.....قیدیوں کا واقعہ ---- 140
- پنجم:.....منافقین کی نماز جنازہ ---- 145
- چھٹی وجہ:.....قرآنی موضوعات ---- 147
- پہلی قسم:.....عقائد (علمی پہلو) ---- 147
- اول:.....اللہ سبحانہ وتعالیٰ خالق و مالک کا تعارف ---- 148
- دوم:.....غیبی مخلوقات کا تعارف ---- 149
- سوم:.....مقاصدِ تخلیق انسانی کا بیان ---- 150
- چہارم:.....ثواب وعقاب کا بیان ---- 151
- پنجم:.....قصص الانبیاء علیہم السلام ---- 151
- ششم:.....تقدیر ---- 151
- دوسری قسم: شریعت (عملی پہلو) ---- 152
- اولاً:.....اخلاقی پہلو: ---- 152
- اَ۔ وہ اخلاقیات قرآن نے جن کی ترغیب دی ہے: ---- 152
- ب۔ وہ اخلاقیات قرآن نے جن سے منع کیا ہے: ---- 154
- ثانیاً: معاشرتی پہلو: ---- 155
- ثالثاً: اقتصادی پہلو: ---- 156

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- رابعاً: سیاسی پہلو: ---------- 160
- ساتویں وجہ:.....نفسی اور کائناتی حقائق سے متعلق قرآنی گفتگو---------- 161
- پہلی مثال: حدیث قرآن اور تخلیق انسانی کے مراحل: ---------- 162
- دوسرا مرحلہ: لوتھڑا---------- 167
- تیسرا مرحلہ: بوٹی[مضغہ] ---------- 168
- چوتھا مرحلہ: ہڈیوں کا ظہور ---------- 170
- پانچواں مرحلہ: ہڈیوں پر گوشت کا چڑھانا ---------- 170
- چھٹا مرحلہ: جنین کی تمیز و تقسیم (دوسرے جنین سے علیحدگی): ---------- 171
- دوسری مثال: جنین کے گرد تین اندھیروں کی طرف قرآنی اشارہ---------- 173
- تیسری مثال: انسانی پرنٹ [نشانات] کی طرف قرآنی اشارہ ---------- 175
- چوتھی مثال: انسانی شعور و احساس کی طرف قرآنی اشارہ---------- 179
- پانچویں مثال: تخلیق کائنات کی ابتداء کی طرف قرآنی اشارہ ---------- 182
- چھٹی مثال: دائمی وسعتِ آسمانی کی طرف قرآنی اشارہ ---------- 188
- ساتویں مثال: آکسیجن کی کمی اور دباؤ کی طرف قرآنی اشارہ:---------- 191
- آٹھویں مثال: زمین اور قرآن کا بیان ---------- 194
- نویں مثال: پہاڑ اور قرآن کا بیان---------- 197
- دسویں مثال: سمندر اور قرآن کا بیان ---------- 203
- گیارھویں مثال: درختوں کے پتے غذائی کارخانہ:---------- 204
- بارھویں مثال: جوڑے مخلوقات کی اساس ---------- 207
- تیرھویں مثال: شمسی اور قمری کلینڈر کا فرق؛ قرآنی اشارہ ---------- 208
- دوسری قسم:.....دلائل نبوت؛ سابقہ کتب کی مبشرات ---------- 211
- اول:.....قرآن میں سابقہ کتابوں میں مبشرات کا ذکر ---------- 211

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- أ:..... نبی کریم ﷺ کے نام کے ساتھ بشارت: ---------- 211
- ب:.....صفاتِ امتِ محمد ﷺ کا بیان: ---------- 213
- ج:.....علمائے اہل کتاب اور صدق نبوت محمد ﷺ کے متعلق ان کا علم: ------- 214
- د:..... یہودِ عرب کا اوس وخزرج کو اس جگہ پر نئے نبی کی آمد کی خبر دینا: --------- 215
- دوم: سابقہ کتابیں ---------- 218
- أ۔تورات ---------- 218
- ب۔مزامیر: (مزمور 118 کا فقرہ 22:23) ---------- 223
- ج۔سِفرِ حبقوق کا فقرہ سوم ---------- 225
- د۔سفر اشعیاء کی خبر ---------- 227
- ۲۔سفر اشعیاء کی بشارت: ---------- 229
- ھ۔انجیل ---------- 230
- و۔برہمنوں کی کتابیں (سام وید): ---------- 232
- ز۔زردشت کی کتابیں ---------- 232
- تیسری قسم: قبل از بعثت آپ کے اخلاق وسلوک کی حفاظت ---------- 233
- چوتھی قسم: بعد از نبوت استقامت حیات ---------- 241
- اول: رب کے ساتھ آپ ﷺ کا معاملہ ---------- 241
- دوم:.....اپنے نفس کے ساتھ آپ ﷺ کا معاملہ ---------- 244
- سوم:.....اہل خانہ اور خدام کے ساتھ آپ ﷺ کا معاملہ ---------- 245
- چہارم: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ آپ ﷺ کا معاملہ ---------- 248
- پنجم:.....دشمن پڑوسیوں کے ساتھ آپ ﷺ کا معاملہ ---------- 252
- ششم: دشمنوں کے ساتھ آپ کی رحمت اور عفو ودرگزر ---------- 254
- ہفتم: بعثت کے بعد آپ ﷺ کی فصاحت۔ ---------- 258

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- ہشتم: غیب کی خبریں اور آپ ﷺ: ---------- 258
- ۲۔ مدینہ سے لوگوں کا نکل جانا: ---------- 260
- ۳۔ بلاد روم اور بلاد فارس کے فتح ہونے کی خبر۔ ---------- 260
- ۴۔ مدت خلافت کی خبر: ---------- 261
- نہم:.....جدید سائنسی تحقیقات اور نبی کریم ﷺ کی خبر کی صحت ---------- 261
- دہم:.....آپ ﷺ کی دعاؤں کی قبولیت ---------- 266
- پانچویں قسم: آپ کا پیش کردہ دین ---------- 272
- انسان کیسے اسلام میں داخل ہو؟ ---------- 273
- تعارفی کلمات ---------- 277
- اوّل:.....نزول دین کے مقام کا تعارف: ---------- 277
- دوم:.....نزول دین کے معاشرہ کا تعارف: ---------- 279
- ان کی بری عادات: ---------- 280
- سوم:.....قرآنی لغت ---------- 280
- چہارم:.....وہ ہستی جن پر قرآن نازل ہوا۔ ---------- 282
- خفیہ دعوت: ---------- 284
- آپ ﷺ کی ظاہری صفات: ---------- 285
- آخری بات ---------- 287

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علی رسولہ الأمین وبعد!

زندگی نہ ہی اس وقت تک راہ حق پر استقامت کے ساتھ استوار ہوسکتی ہے اور نہ ہی کوئی خوشی پاسکتی ہے جب تک اسے اپنے ''مصدر'' اور ''پیدائش کے مقصد'' کی معرفت نہ ہو۔ اور پھر اس معرفت کو اپنی معمول کی زندگی میں حقائق پر استوار نہ کیا جائے۔

انسان کے لیے جتنے بھی مادی اور معاشرتی اور ان کے علاوہ عیش وراحت کے دیگر وسائل اور امکانات ہیں؛ پورے کردیے جائیں۔ یہ تمام اس مقصد کی معرفت اور اس کی حقائق کی بجا آوری سے بے نیاز نہیں کرسکتے۔

بہت سارے ملکوں میں انسان چاروں جانب سے دسویوں عقائد اور مذاہب کے احاطہ میں گھرا ہوا ہے۔ مگر وہ ہر طرف سے گھرے ہوئے اس بلند وبالا اور ناپائیدار احاطہ میں اس کی حقیقت کی معرفت حاصل کرنے سے مایوسی محسوس کررہا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ رکاوٹیں اور دھوکہ کی چیزیں بھی ہیں جو انسان کے وقت اور کوششوں کو ضائع کررہی ہیں؛ اور اسے اپنے وجود کے اہم ترین مسئلہ کی معرفت تک رسائی سے دور رکھ رہی ہیں۔

حقیقت کی معرفت آسان؛ موجود اور میسر ہے۔ لیکن اس حقیقت کے دشمن اور اس کی معرفت سے جاہل اس کی حقیقی شکل کو مسخ کرنے اور لوگوں کے اس تک رسائی سے روکنے کی کوشش کررہے ہیں۔ اور پھر خصوصاً ایسے وقت میں جب حقیقت کی معرفت رکھنے والے بہت کمزور پڑ رہے ہیں؛ اور ان کے دشمن ہر طرف سے ان کے خلاف سازشیں کررہے ہیں۔

پس اس صورتحال میں ان تھک محنت کرنا بہت ضروری ہے تاکہ تمام لوگوں تک حقیقت کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پہنچایا جائے اور انہیں اس حقیقت تک رسائی سے مایوس نہ ہونے دیا جائے۔ اس لیے کہ باقی لوگوں کے درمیان اور اس حقیقت کی معرفت رکھنے والوں کے درمیان بس اتنا سا فاصلہ ہے کہ ان میں سے جو کوئی چاہتا ہو؛ اور ان حقائق تک رسائی کی طاقت رکھتا تو وہ بھی ان کی معرفت حاصل کر لے۔

درحقیقت نفس میں ایک ایسا خالی گوشہ ہوتا ہے جسے حقیقتِ وجود کے ادراک کے علاوہ کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔ بلکہ نفس میں اس حقیقت کی معرفت کے لیے انتہائی سخت تشنگی ہوتی ہے؛ اور یہ تشنگی اس وقت تک ختم نہیں ہوسکتی جب تک یہ معرفت حاصل نہ ہو جائے۔

اس حقیقت کے بیان کی ذمہ داری ان آسمانی ادیان نے اٹھائی تھی جو انسانی تاریخ کے اتنے لمبے عرصہ میں نازل ہوتے رہے۔ اور پھر ان کا خاتمہ اس دین اسلام پر ہوا جو اس سلسلہ دین الٰہی کی آخری کڑی تھا۔ اگر سابقہ آسمانی ادیان تحریف کرنے والوں کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رہتے تو وہ قرآنی بیان اور معانی کے بالکل مطابق ہوتے۔

آج اتنی بڑی صنعتی اور مادی ترقی کے باوجود بشریت آج تک اس دین حق کی معرفت اور اس کے مبارک سائے تلے زندگی گزارنے کی سعادت سے محروم ہے۔ اس کا [ایک] سبب مسلمانوں کی کمزوری ہے۔

[اور دوسرا سبب] اکثر لوگوں کی اس عظیم نعمت سے لاعلمی اور جہالت ہے۔

[تیسرا سبب] بذات خود مسلمانوں کی دین اسلام کو قائم کرنے میں کوتاہی ہے۔

[چوتھا سبب] اور پھر اسے دوسرے لوگوں تک پہنچانے میں سستی ہے۔

[پانچواں سبب] اعدائے دین کی طرف سے اس دین پر مسلط کردہ انتہائی خطرناک جنگ ہے جس میں نہ صرف طعنہ زنی کی جاتی ہے بلکہ حقائق کو مسخ کر کے پیش کیا جاتا ہے۔

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اس جنگ کا مقابلہ کرنے کے لیے بھرپور کوششیں بروئے کار لائی جائیں۔

میں نے یہ مختصر سی کتاب اس لیے تیار کی ہے تا کہ اس عظیم الشان دین کے دلائل کا ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پہلو بیان کیا جائے۔ اس امید کے ساتھ کہ یہ کتاب بعض غلط مفاہیم کی اصلاح کرنے میں اپنا کردار ادا کرے گی۔ اور غافل لوگوں کے دلوں اور آنکھوں سے پردہ دور کرے گی۔ اور اہل ایمان کا یقین اس عظیم دین پر اور بڑھ جائے گا جس دین کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے پسند کرلیا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے تمام سابقہ ادیان کو منسوخ کردیا گیا۔ اور پھر یہ خبر بھی دیدی کہ اب اس دین کے علاوہ کوئی دوسرا دین قبول نہیں کیا جائیگا۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ [المائدۃ ۳]

''آج میں نے تمہارے لیے دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔''

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [آل عمران ۸۵]

''اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں سے ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ نے اس امت اسلامیہ پر دعوت دین اور لوگوں میں تبلیغ کی بہت بڑی ذمہ داری عائد کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾ [البقرۃ ۱۴۳]

''اور اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر امت بنایا ہے، تاکہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو اور رسول ﷺ تم پر شہادت دینے والے بنیں۔''

دین اسلام ان بیسیوں بلکہ سینکڑوں دلائل پر مشتمل ہے جو ثابت کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ دین ہے۔ لیکن یہ دلائل متفرق اور بکھرے ہوئے ہیں؛ اس بات کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بہت سخت ضرورت ہے کہ انہیں ترتیب دیکر جمع کیا جائے؛ تا کہ ان کے متلاشی کی ان تک رسائی ایک ہی جگہ پر آسان ہوجائے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ تمام دلائل کو ایک ہی جگہ جمع کرنا محال یا مشکل ہوسکتا ہے؛ کیونکہ یہ دلائل بہت زیادہ اور مختلف قسم کے ہیں۔لیکن کہا جاتا ہے کہ :''جو سارا کچھ حاصل نہ کر سکے؛ وہ سارا کچھ چھوڑ بھی نہ دے۔''

میں نے اس مختصر سی کتاب میں کوشش کی ہے کہ ان دلائل کے کچھ پہلو اور جوانب جمع کیے جائیں۔تا کہ وہ بطور نمونہ اس دین کی حقیقت بیان کرنے کے لیے کافی ہوجائیں۔ میں نے اس کتاب کا نام''اسلام دین حق'' رکھا ہے۔پہلی بار یہ کتاب''دلائل اسلام'' کے نام سے طبع ہوچکی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ اس کتاب کو لوگوں کے لیے نفع بخش بنادے؛ آمین۔

میں نے پوری کوشش کی ہے کہ کتاب بہت مختصر رہے؛ اور مراد کو آسان اور واضح الفاظ میں بیان کردیا جائے۔تا کہ دوسری زبانوں میں اس کا ترجمہ کرنا آسان ہو۔

اللہ تعالیٰ ہی بھلائی کی توفیق دینے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس کتاب کے مقاصد پورے ہوں۔اور اس کے کاتب کو بھی اس کا فائدہ پہنچے؛ اور قارئین وسامعین کو بھی۔

بیشک اللہ تعالیٰ دعائیں سننے اور قبول کرنے والے ہیں۔

وصلى الله على نبينا محمد ؛ و على آله و صحبه أجمعين۔

نظر ثانی کی تکمیل: ۱۷/۱/۱۴۲۷ھ

الباحث

أ۔د۔أحمد بن سعد حمدان [رحمۃ اللہ علیہ]

پروفیسر جامعہ ام القری؛ دراسات العلیا

مترجم:.....پیرزادہ شفیق الرحمٰن شاہ الدراوی؛ مکہ مکرمہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انسانی سعادت: حقیقتِ حیات کی معرفت

ہر عقلمند انسان کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ وہ اس مسئلہ پر توجہ دے اور اسے سمجھنے کے لیے مناسب وقت دے اور مناسب کوشش کرے۔ کیونکہ انسان کی زندگی محدود ہے؛ اس کی ایک ابتداء ہے اور ایک انتہاء۔ جس کے متعلق اس سے کوئی رائے نہیں لی جائے گی۔ اور اگر یہ ''فرصت کے لمحات'' زندگی کی حقیقت سمجھے بغیر ختم ہو گئے تو انسان کو اس زندگی سے کوچ کر جانے کے بعد بہت ندامت اٹھانا پڑے گی؛ مگر اس وقت کی ندامت کچھ بھی فائدہ نہ دے گی۔

کوئی بھی انسان ایسا نہیں ہے جس کے ذہن میں اس زندگی کے متعلق تفکر اور سوچ و بچار اور سوالات نہ پائے جاتے ہوں۔ وہ کیسے وجود میں آیا؟ اسے کس نے وجود بخشا.....؟ اور کس مقصد کے لیے وجود بخشا گیا.....؟

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ حقیقتِ حیات کی معرفت حاصل کرنے کی حرص میں لوگوں کے مختلف درجات ہیں۔ جن کا ایک شخص سے دوسرے شخص تک فرق پایا جاتا ہے۔ اور یہ سب کچھ اس کی تربیت؛ علمی صلاحیت اور اس کے گرد پھیلے ہوئے ماحول کی وجہ سے ہوتا ہے۔

دل کی حقیقی سعادت اور روحانی خوشی ان معاملات کی معرفت کے بغیر ممکن نہیں بھلے انسان کتنے ہی زیادہ مال کا مالک کیوں نہ بن جائے۔ اور اسے اعلیٰ مقام و مرتبہ مل جائے۔ کیونکہ دل کو بھرنے والی چیز صرف اس حقیقت کی معرفت اور اس کے عملی ثمرات و نتائج ہیں۔

انسانی وجود کا ظہور کیسے ہوا؟

ہم بحث کا آغاز انسان کے بارے میں سوال سے کرتے ہیں.....: وہ صفحہ ہستی پر کیسے ظہور میں آیا؟ کیونکہ اس بحث سے مقصود و مطلوب یہی ہے۔ اور جو چیز اس پر منطبق ہوگی وہ باقی کائنات پر بھی منطبق ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہم کہتے ہیں: اس بارے میں تین باتیں فرض کی جاسکتی ہیں:

اول: انسان نے خود اپنے آپ کو پیدا کرلیا ہو۔

دوم: وہ کسی کے پیدا کرنے کے بغیر ہی وجود میں آ گیا ہو۔

سوم: یا کسی دوسرے نے اس کو پیدا کیا ہو۔

میں کہتا ہوں: پہلا مفروضہ بالکل باطل ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ انسان معدوم ہو؛ اور پھر اپنے آپ کو وجود بخش دے۔

اور پھر کیا انسان اپنے وجود میں آنے کے بعد کسی دوسرے انسان کو پیدا کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ تو اس کا یقینی جواب ہے کہ: ہرگز نہیں۔

تو ثابت ہوا کہ پہلا مفروضہ باطل ہے۔

دوسرا مفروضہ: انسان نے خود اپنے آپ کو پیدا کرلیا ہے؛ کوئی دوسرا پیدا کرنے والا نہیں۔

اس کا جواب دینے سے پہلے چند مقدمات کی ضرورت ہے تاکہ جواب صحیح ہو:

۱۔ انسان خواہ مرد ہو یا عورت۔ وہ کیسے وجود میں آیا؟ کیا پہلے مرد وجود میں آیا اور پھر عورت ؟ یا پھر اس کے برعکس؟ یا دونوں ایک ساتھ وجود میں آئے؟ یا پھر کوئی یہ گمان رکھ سکتا ہے کہ اس نے پہلے اپنے آپ کو وجود بخشا اور پھر اپنے لیے دوسرے کو پیدا کیا؟

۲۔ مرد اور عورت ہر ایک میں کچھ ایسے اوصاف پائے جاتے ہیں جس سے دوسرے کی تکمیل ہوتی ہے؛ اور دوسرے کے اوصاف سے مطابقت رکھتے ہیں۔ اگر ان میں سے بعض مواصفات میں خلل پڑ جائے تو زندگی معدوم ہو جائے۔

اس کی مثال:.....جنین کا دو حصوں مذکر اور مؤنث میں تقسیم ہونا۔ ایسا ممکن نہیں ہے کہ ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر بچہ پیدا کردے۔ بچہ پیدا کرنے کے لیے نر اور مادہ [مذکر اور مؤنث] دونوں کے خلیہ [cell] کا ہونا لازمی ہے۔

۳۔ انسان جن چیزوں سے ترکیب پاتا ہے؛ وہ انتہائی دقیق ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک چیز کی اپنی ذمہ داری ہے جو کہ کوئی دوسرا پوری نہیں کرسکتا۔ مثلاً نظام انہضام؛ پٹھوں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اعصاب کا نظام؛ خون کا نظام؛ سانس لینے کا نظام؛ اور خون صاف کرنے کے اعضاء۔ اور ایسے ہی دیگر انسانی اعضاء.....؛ یہ سارے نظام انسان کے جسم میں کیسے پائے جاتے ہیں۔ اور یہ خود بخود انسان کے علم اور ارادہ کے بغیر کام بھی کرتے ہیں؟

* خون کا نظام دل کے ساتھ جڑا ہوا ہوتا ہے۔ دل خشک گوشت کا ایک ٹکڑا ہے؛ اس کے ساتھ نالیوں اور رگوں کا جال ملا ہوا ہوتا ہے جو کہ باقی تمام جسم تک پہنچتا ہے۔ اور یہ تمام جال اندر سے کھلا ہوتا ہے۔ اور جسم کے تمام خلیوں تک پہنچتا ہے۔ ایک جسم میں سات ارب سے زیادہ خلیے ہوتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ دل کی مسلسل حرکت اور خون کی گردش سے ہی ممکن ہے۔ دل سے خون کی حرکت چار اطراف کو ہوتی ہے:

دل سے جسم کی طرف اور پھر جسم سے دل کی طرف۔

پھیپھڑوں کی طرف؛ تاکہ وہاں سے آکسیجن حاصل کریں۔ اور پھر پھیپھڑوں سے دل کی طرف تاکہ وہاں سے سارے جسم میں پمپ کیا جا سکے۔

* جب انسان ماں کے پیٹ میں بچہ تھا؛ تو اس میں یہ دل کیسے پیدا کر دیا گیا؟

اور پھر کیسے اسے رگوں کے ایک جال کے ساتھ جوڑ دیا گیا تاکہ پورے جسم کے تمام اجزاء تک اس کی رسائی ہو جائے؟

پھر دل ہی کیوں حرکت کرتا ہے؛ وہ ہمیشہ بند ہوتا اور کھلتا ہے۔ اور دل کی حرکت موت کے وقت ہی ختم ہوتی ہے؟

اور وہ کون ہے جو اس منظّم شکل میں دل کو حرکت دے رہا ہے؟ نہ ہی اسے اکتاہٹ ہوتی

اس پر کلوننگ کے عمل سے رد نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ کلوننگ اصل میں نر اور مادہ سے تلقیح شدہ خلیے لیکر ان پر کام کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ مؤنث اور مذکر کے وجود کا اصل ان دو خلیوں کا ملاپ ہے؛ جو بعد میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے نتیجہ میں نر اور مادہ میں ہزاروں لاکھوں خلیے پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان دونوں کے جسموں میں ہر ایک خلیہ دو خلیوں سے پیوندکاری [اور ان کے ملاپ] کا نتیجہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر یہی لوگ صرف ایک مرد یا ایک عورت کے خلیہ سے ان کی پیوندکاری اور ملاپ سے قبل بچہ پیدا کرنا چاہیں تو ایسا کرنا ممکن نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور نہ ہی تھکاوٹ۔ اور روزانہ کی اس کی حرکت کی مقدار ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔

پھر یہ خون جو جسم کے اندر مسلسل حرکت میں ہے؛ جو زندگی سے بھرپور ہے۔ انسان سائنس اور ٹیکنالوجی کی انتہائی ترقی کے باوجود اس زندہ اور رواں خون کا ایک خلیہ نہیں بنا سکا اور نہ ہی ایسا کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

قلب کی تکون پر یہ ایک سرسری سی نظر تھی۔ انسان کے جسم میں کئی دوسرے آلات یا اعضاء ایسے ہیں جن کی اہمیت اور کردار اور تخلیقی دقت اور باریکی کسی بھی طرح دل کی اہمیت اور تخلیقی دقت و باریکی سے کم نہیں ہے۔.....تو کیا کوئی ایسا عاقل جسے اپنی عقل کا احترام ہو؛ وہ جرأت کر کے یہ کہہ سکتا ہے؛ کہ یہ انسان بغیر کسی خالق کے خود بخود پیدا ہو گیا ہے؟

[دیکھیں کتاب: ''رحلۃ الایمان فی جسم الانسان]

بلا شک وشبہ کبھی کبھار عقل کو بھی دھوکہ دیا جا سکتا ہے۔ لیکن پھر بھی معاملہ یہاں تک نہیں پہنچ سکتا کہ اسے انسانی زندگی کے سب سے بڑے معاملہ میں دھوکہ دیدیا جائے۔ بلکہ یہ تمام انسان وجود کا معاملہ ہے۔ کسی عاقل کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ یہاں پر پہنچ کر اس کی عقل سست پڑ جائے اور وہ اس کی حقیقت تک رسائی کے بغیر کوئی نتیجہ اخذ نہ کر سکے۔

جو لوگ بغیر احساسات کے جی رہے ہیں؛ حقیقت تو یہ ہے کہ ان پر حیوانی شہوات کا غلبہ ہے۔ یہ اس امر کے اہل نہیں ہیں کہ انسانی درجہ تک ترقی کر سکیں۔ اسے تو اپنی خواہشات میں ہی پڑے رہنا چاہیے حتی کہ اگلے جہاں میں اسے بیداری آئے گی جہاں پر تمام لوگ بیدار ہی ہوں گے؛ مگر اس وقت کی بیداری کچھ بھی کام نہ آئے گی۔

تیسرا مفروضہ: وہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ معبود برحق علیم وحکیم کی تخلیق ہے۔ اسی معبود برحق نے اسے پیدا کیا؛ شکل وصورت دی اور بہترین اور پختہ شکل وصورت بنائی۔ اور انہیں وہ دقیق وفعّال اعضاء عطا کیے جو کہ اس کے عظیم علم وحکمت پر دلالت کرتے ہیں۔

یہ مفروضہ اصل میں مفروضہ نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے۔ جس پر موجودات گواہی دیتی ہیں اور کوئی بھی عقلمند انسان جسے اپنی انسانیت کا احترام ہو؛ وہ اس کے علاوہ کسی اور عقیدہ کو قبول نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرسکتا۔ اور جو کوئی اس حقیقت کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہو تو اس کے لیے اس پر شواہد صاف ظاہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ (35) اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا يُوقِنُوْنَ﴾ [الطور ۳۵۔۳۶]

'' کیا یہ کسی کے پیدا کیے بغیر ہی پیدا ہو گے ہیں۔ یا یہ خود اپنے آپ کو پیدا کرلیا ہے یا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ نہیں بلکہ یہ یقین ہی نہیں رکھتے۔''

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''معنی یہ ہے کہ: کیا یہ بغیر موجد کے وجود میں آ گئے؟ یا یہ خود اپنے موجد آپ ہی ہیں؟ دراصل یہ دونوں باتیں نہیں؛ بلکہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے یہ کچھ نہ تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کر دیا۔''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں سورہ الطّور کی تلاوت کر رہے تھے میں کان لگائے سن رہا تھا جب آپ ان آیات پر پہنچے:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ (35) اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا يُوقِنُوْنَ (36) اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُسَيْطِرُوْنَ﴾ [الطور ۳۵۔۳۷]

'' کیا یہ کسی کے پیدا کیے بغیر ہی پیدا ہو گے ہیں۔ یا یہ خود اپنے تئیں پیدا کرنے والے ہیں یا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ نہیں بلکہ یہ یقین ہی نہیں رکھتے کیا ان کے پاس تمہارے پروردگار کے خزانے ہیں۔ یا یہ کہیں کے داروغہ ہیں؟''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو میری حالت ہوگئی کہ گویا میرا دل اڑا جا رہا ہے۔'' [تفسیر ابن کثیر ۷/۴۰۶]

یہ حدیث صحیحین میں حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے روایت کی گئی ہے۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واقعہ بدر کے فدیہ کے وفد کے ساتھ آئے تھے۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ مشرک تھے۔ قرآن پاک کی ان آیتوں کا سننا ان کے لیے اسلام کا ذریعہ بن گیا۔''

ہم یہاں پر شواہد کے سمندر میں سے چند ایسے قطرات پیش کر رہے ہیں جو کہ غافل دلوں سے غبار غفلت کو جھاڑنے کے لیے کافی ہوں گے۔ اور دل شبہات کی اس میل اور گندگی سے پاک ہو جائیں گے جس نے دلوں کو مریض کر دیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خالق حکیم کے شواہد

حقیقت میں میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ ایسے انسان کے وجود کے متعلق مفروضہ قائم کرنا کہ جو اس حقیقت سے جاہل ہو؛ ایک عجیب وغریب مفروضہ ہے۔لیکن اس بحث وتحقیق کی ضرورت یہ ہے کہ ایسے مفروضوں کی بھینٹ چڑھنے والے لوگوں کی وجہ سے اس مفروضہ کے احتمال کو بھی باقی رکھا جائے۔

اول:.....فطرت:

انسان کا دل اپنے وجود کے حقائق وقضیہ سے غافل ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ: کیا کبھی انسان کے ذہن میں سابقہ ذکر کردہ سوالات نہیں آئے؟

جواب: .....نہیں۔ بلکہ کوئی دل ایسا نہیں پایا جاتا جس نے اس عالم موجودات میں اور مرنے کے بعد اپنے بارے میں نہ سوچا ہو۔ بلکہ ہر ایک دل میں یہ احساس اور شعور موجود ہے کہ اس کا ایک رب ہے جس نے اسے اور اس تمام کائنات کو پیدا کیا ہے۔لیکن یہ انسان بذات خود اس رب کی معرفت حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ وہ اس کے لیے کوئی مناسب راہ تلاش کرتا ہے۔تاکہ اس عظیم خالق کی معرفت تک رسائی حاصل ہو سکے۔اس کی تعظیم بجالائے اور اس کی قربت حاصل کر سکے؛ اور اپنے تمام تر امور میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر سکے۔

☆ سو دل کبھی بھی اس حقیقت سے خالی نہیں ہوتا۔لیکن معاشرتی اور خاندانی تربیت اس حقیقت کا رخ متعین کرتی ہے۔ یہ تربیت یا تو اس ایمان واحساس کو بڑھاتی ہے اور یا پھر اس سے برسر پیکار ہوتی ہے اور اس پر پردہ ڈال دیتی ہے۔ پس انسان خود اپنے نفس پر بہترین گواہ ہے۔

پس درایں صورت اس مسئلہ پر سب سے پہلی گواہ انسان کی فطرت ہے۔یعنی یہ معاملہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پیدائشی طور پر ہر ایک دل میں موجود ہوتا ہے۔

اس فطرت کے کئی ایک دلائل ہیں؛ ان میں سے:

اَ۔ اس بات کا پختہ اعتقاد کہ ہر فعل کا ایک فاعل ہوتا ہے۔انسان کے اندر یہ حقیقت بہت ہی چھوٹی عمر میں بیدار ہو جاتی ہے۔ بلکہ ابھی انسان انتہائی بچپن کی عمر میں ہوتا ہے کہ وہ تخلیقات عالم [حوادث] کے متعلق ایسے سوال کرتا ہے جن کا کوئی جواب نہیں ہوتا۔ان کے جواب میں ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ:

یہ کام کرنے والا؛ یا ان چیزوں کو پیدا کرنے والا صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

ان سوالات میں سے چند ایک سوال یہ ہیں:

۱۔ہمیں کس نے پیدا کیا ہے؟

۲۔سورج اور چاند کو کس نے پیدا کیا ہے؟

۳۔سورج چھپ کیوں جاتا ہے؟

۴۔سورج گرتا کیوں نہیں؟

۵۔چاند شروع میں چھوٹا کیوں ہوتا ہے پھر وہ بڑا ہوتا اور پھر چھوٹا ہو جاتا ہے''؟

کیا بچہ اس جواب پر قانع یا راضی ہوسکتا ہے کہ یہ چیزیں بغیر کسی پیدا کرنے والے کے یونہی پائی گئی ہیں۔اور بغیر کسی حرکت دینے والے کے یونہی حرکت میں آجاتی ہیں؟ اور ہواء میں بغیر کسی ثابت رکھنے والے کے یونہی قائم اور ثابت ہیں؟

ب: اتنی طویل تر انسان کی معاشرتی تاریخ نے جو کچھ معاشرتی واقعات اور حالات ہمارے لیے محفوظ کر رکھے ہیں۔ وہ اس طرح سے کہ کوئی بھی معاشرہ ایسا نہیں پایا جاتا جس میں دینی عنصر موجود نہ ہو؟

یہی وجہ ہے کہ روئے ارض پر-حضرت آدم ؛ حضرت حوا اور ان کی اولاد سے-تشکیل پانے والا پہلا معاشرہ ؛ اللہ تعالیٰ کے سامنے سرنگوں ہوتا تھا[اور ان کی بنیاد دین پر قائم تھی]۔ پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ کی اولاد میں انحراف آ گیا؛ اور وہ طبعی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مظاہر کی تقدیس کے پیچھے پڑ گئے۔ اور پھر نفع ونقصان کے حصول میں ان کی قدرت کا اعتقاد رکھنے لگے۔ اب یہ عقیدہ بعض کے ہاں تو ایسا تھا کہ یہ خود ہی نفع ونقصان دے سکتے ہیں۔ اور بعض یہ سمجھتے تھے کہ خالق و مالک کے ہاں ان کی بڑی منزلت ہے [اس وجہ سے وہ ایسا کچھ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں]۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے عقائد کی اصلاح کے لیے رسول مبعوث فرمائے۔ پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دوسرا انحراف پیدا ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس انحراف کی اصلاح کے لیے دوسرے رسول کو مبعوث فرمایا؛.....اور اس طرح یہ سلسلہ چلتا رہا۔

شاہد: یہاں پر محل شاہد یہ ہے کہ انسانی معاشروں کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے کسی ایسے معاشرہ کا سراغ نہیں ملتا جس میں دین نہ پایا جاتا ہو۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دین فطرت بشریت میں موجود ہے۔

ج: انسان اپنے خالق سبحانہ وتعالیٰ کی اور اپنے دین کی معرفت حاصل ہونے کے بعد جو اطمینان وسکون اور نفسیاتی راحت محسوس کرتا ہے؛ یہ اطمینان وہ لذت وحلاوت ہے جس کا ذائقہ صرف مسلمان ہی چکھ سکتا ہے کوئی دوسرا نہیں۔

د: غیر مسلمین جو نفسیاتی قلق؛ پریشانی اور تنگی محسوس کرتے ہیں؛ اور ان سے نجات حاصل کرنے کے لیے منشیات اور شراب وغیرہ کا استعمال کرتے ہیں؛ اور سیر وسیاحت پر نکل جاتے ہیں؛ یا پھر کھیل تماشہ میں لگ جاتے ہیں یا اس طرح کے دیگر امور جن کے ذریعہ سے یہ تنگی و پریشانی بھلا دینا ممکن ہو؛ جس پریشانی کا اسے اپنے اندر نفسیاتی طور پر سامنا ہے؛ مگر وہ اس کا سبب نہیں جانتا۔ اور بیشتر اوقات اس طرح کے اعمال کچھ فائدہ نہیں دیتے؛ بلکہ بیشتر اوقات انسان کی بے چینی واضطراب مزید بڑھ جاتے ہیں۔ حتی کہ اس کا انجام کار آخر کو خودکشی کی شکل میں نکلتا ہے۔

ھ: جو کچھ نئے مسلمان اس قسم کی گواہیاں دیتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ: ''ہم یہ محسوس کرتے تھے کہ ہماری زندگی میں کوئی چیز مفقود ہے۔ مگر جب اسلام پہچانا اور اسے قبول کیا تو یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

احساس کم ہوگیا۔ اور اب یہ شعور پیدا ہورہا ہے کہ جو کچھ ہم مفقود پاتے تھے؛ وہ حاصل ہوگیا ہے۔ پس اس وقت سے ہمارے اندر ایک راحت محسوس ہونے لگی۔ اور ہمارے احساسات میں سکون آ گیا۔ ❶

دوم:.....مختلف اقسام کی موجودات

یہ کائنات مختلف قسم کی چیزوں سے بھری ہوئی ہے۔ ان میں سے ہر ایک چیز کی اپنی خصوصیات ہیں جو صرف اسی کے اندر پائی جاتی ہیں کسی دوسری میں نہیں۔ اور پھر اس کے اندر ایک ایسا قانونی نظام موجود ہے جو ان تمام خصوصیات کے نظم ونسق کو برقرار رکھتا ہے۔ جس کی وجہ سے زندہ ذی روح چیزیں اور نباتات اور جمادات وغیرہ ایک نظام کے تحت پرورش پارہے ہیں؛ اور ان میں سے کوئی بھی چیز ان خصوصیات سے باہر نہیں جاتی۔

توضیح:.....اس کی مزید وضاحت اس امر سے ہوتی ہے کہ:

۱۔ نباتات؛ درخت اور جڑی بوٹیاں؛ ان کا وجود کئی کئی رنگ میں ہے؛ اور ان میں سے ہر ایک رنگ کی اپنی خصوصیات اور مواصفات ہیں۔ مثال کے طور پر:

گندم: اپنے وجود کے وقت سے لیکر آج تک۔ اور ایسی ہی مکئی اور باجرہ؛ اور جو؛ اور ان کے علاوہ مختلف قسم کی فصلیں اور اجناس اور پھل؛ مثلاً: مالٹا؛ اور سیب؛ اپنے وجود کے وقت سے لیکر آج تھی انہی اجناس میں پائے جاتے ہیں۔ مالٹا؛ مالٹا تھا؛ اور ہے۔ سیب سیب ہی تھا اور ہے؛ اور یہی حال باقی چیزوں کا ہے۔

ان میں سے ہر ایک چیز کی اپنی شکل اور خصوصیات ہیں۔ جن میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ ان کا اپنا رنگ اور ذائقہ ہے؛ اور اپنی خوشبو ہے۔ ہاں اگر انسان اپنے ہاتھوں سے اس میں کوئی تبدیلی کردے تو یہ علیحدہ بات ہے۔

ہر پیدا ہونے اور پھر اپنے بام عروج پر پہنچنے والی چیز چار عناصر سے مرکب ہوتی ہے۔ وہ چار عناصر یہ ہیں: مٹی؛ پانی؛ ہوا اور سورج کی شعائیں۔ پھر بھی ان میں نہ ہی کوئی مشابہت پائی

❶ دیکھیں کتاب: الاسلام الدین الفطری ۲٤۔ روح الدین الاسلامی ۷۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے اور نہ ہی ان کی شکلیں آپس میں ملتی ہیں۔ اور نہ ہی ان کے ذائقے اور بو میں یگانگت ہوتی ہے۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک چیز اپنی خاص مواصفات اور خصوصیات کو محفوظ رکھتی ہے۔ حالانکہ ان کی ترکیب وتخلیق کے عناصر اربعہ ایک ہی ہیں۔ تو پھر کیا سبب ہے؟ اتنے لمبے عرصہ سے یہ نباتات کیسے اپنی اپنی خصوصیات کو محفوظ رکھے ہوئی ہیں۔ اور ان میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی؛ کیا یہ اللہ تعالیٰ خالق وحکیم کے وجود کی دلیل نہیں ہے؟

۲۔ زندہ چیزیں: [یعنی ذی روح اشیاء] جیسے انسان؛ حیوانات؛ پرندے؛ جراثیم؛ وائرسز؛ اور دیگر ہر ایک چیز ایک نپے تلے نظام کے تحت چل رہی ہے جس کی وجہ سے اس کی نسل میں ویسی ہی چیزیں دوبارہ پیدا ہوتی ہیں۔ ان میں سے بعض چیزیں حمل کے ذریعہ دوبارہ پیدا ہوتی ہیں۔ اور بعض انڈوں سے نکلتی ہیں۔ پس تمام تر تعریفات اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے ہیں جو خالق اور حکمت والے ہیں''[1]

سوم:.....احکام

مخلوقات میں غور وفکر اور تدبر وتأمل کرنے والا ان میں عجیب قسم کی پختگی؛ اور انتہائی بدیع

[1] ڈارون [ڈراوِنے] کا یہ نظریہ تھا کہ انسان اپنے وجود سے پہلے بندر تھا۔ اور موجودہ انسان بندر کی آخری شکل ہے۔ اور اس کا خیال یہ ہے کہ اس تبدیلی کی ابتداء ایک جراثیم سے ہوئی تھی۔ اور یہ جرثومہ زمین کے باہر سے آیا تھا۔ اور بہت سارے کم عقل لوگوں نے جو خود کو علم وتحقیق کا دعویدار کہتے ہیں؛ یہ نظریہ بغیر کی تحقیق وتدقیق کے تسلیم کرلیا؛ اور پھر صدیوں اس کا غلغلہ ہوتا رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ علمی نظریہ اور تحقیق نہیں تھی بلکہ کنیسہ کے ظالمانہ عقائد ونظام کے خلاف ایک جنگ کی ابتداء تھی جسے ستائے ہوئے لوگوں نے تسلیم کرلیا تھا۔ پس انہوں نے ایک غلط چیز کو غلط ثابت کرنے کے لیے ایک دوسری اور تیسری غلطی کا ارتکاب کیا تھا۔ حالانکہ یہ ممکن تھا کہ وہ باطل کے خلاف حق کا ساتھ دیتے؛ مگر ان کی جہالت نے انہیں حق سے دور رکھا۔ اور یہ حق اب دین اسلام میں واضح طور پر موجود ہے؛ مگر یہودی جو کہ بشریت کے دشمن ہیں؛ انہوں کبھی انسانیت کی خیر خواہی اور بھلائی کے لیے کوئی کام نہیں کیا۔ پس اسی طرح انہوں نے یہ ایک اور باطل نظریہ اور عقیدہ گھڑ لیا جو کہ نہ ہی بنیادی طور پر یہودیت کی تعلیمات پر مشتمل ہے اور نہ ہی کسی اور الہامی مذہب کی تعلیمات پر۔

لیکن اگر ہم ڈارون سے یہی بات پوچھیں کہ وہ جرموثہ جو کائنات کے باہر سے آیا؛ وہ کہاں سے آیا تھا؟ اور وہ نر تھا یا مادہ؟ اور جب وہ جرموثہ زمین پر پہنچا تو اس کا دوسرا جوڑ کہاں سے آیا؟ وہ بھی کائنات کے باہر سے اس کے پیچھے پیچھے آیا یا پھر اسے کسی اور چیز نے جنم دیا؟ تو اس کے پاس ان باتوں کا کوئی جواب نہیں ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تناسب [کے ساتھ دیگر کئی حیران کن امور] کا مشاہدہ کرے گا۔

ذرا حضرت انسان کو ہی دیکھیں؛ جو کہ حسن و جمال اور تخلیقی کمال کی منتہیٰ پر ہے؛ اس کا یہ کھڑا ہوا ڈھانچہ اعضاء کی مناسب تقسیم اور اس کے انتہائی پختہ اور محکم حواس خمسہ؛ سر کا پورے جسم میں سب سے بلند مقام پر ہونا؛ اور پھر اس کا مختلف حواس خمسہ پر مشتمل ہونا؛ جیسے سماعت و بصارت؛ ذوق و بو؛ مثلاً منہ بات چیت اور کھانے پینے کے لیے ہے تو ناک سونگھنے اور سانس لینے کے لیے۔ اگر ان اعضاء کو کسی دوسری جگہ پر لگا دیا جائے؛ تو زندگی میں ایک خلل واقع ہو جائے۔ پس سر میں مراقبہ و نگرانی کے آلات لگائے گئے ہیں جیسے سمع اور بصر۔ سونگھنے اور ذائقہ چکھنے کے اعضاء منہ کے ساتھ منسلک ہیں۔ اگر کوئی یہ چاہے کہ ان میں سے کسی ایک چیز کی جگہ کو تبدیل کر دیا جائے تو ایسا ہرگز ممکن نہیں ہے۔

پھر ہر انسان کے دو ہاتھ ہیں ان کے پچھلے دو جوڑ انسانی جسم کے دونوں پہلوؤں کے ساتھ پیوست ہیں۔ اور ان کے آخری کناروں پر ہاتھوں کی انگلیاں ہیں ان میں بھی متحرک جوڑ ہیں۔ جن کی وجہ سے کسی چیز کو پکڑنا یا اپنے ہاتھ میں لینا ممکن ہوتا ہے۔ اور اگر ان انگلیوں میں سے ایک انگلی کم ہو جائے تو ہاتھوں کے عمل اور کردار میں کمی آجائے۔ بلکہ اگر مثال کے طور پر کسی کا انگوٹھا نہ ہو یا کٹ جائے تو اس کے کام میں اچھا خاصا خلل آجائے۔ اور انگوٹھا بالکل نہ ہو تو مادی اعتبار سے معاشرہ سینکڑوں برس پیچھے چلا جائے۔ جیسا کہ یہ بات تحقیق سے ثابت ہو چکی ہے۔ یہ تحقیق ''معاشرتی ترقی میں انگوٹھے کا کردار'' کے نام سے ہوئی تھی۔

پس تمام تر پاکیزگی اور حمد و ثناء اللہ تعالیٰ خالق و حکیم کے لیے ہی ہے۔

پھر آپ رات اور دن کے نظام کو دیکھیں۔ ان کا نظام گردش ایسا ہے جس سے نہ صرف انسانیت بلکہ روئے زمین کی ہر ایک چیز کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر کام کرنے کے لیے روشنی کی ضرورت ہوتی ہے؛ اور پھر کام کے بعد آرام کرنے کے لیے اندھیرا چاہیے۔ اب غور کریں گے تو پتہ چلے گا کہ چاند اور سورج کا یہ نظام انسانی ضرورت پوری کرنے کے لیے مسلسل گردش میں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا (9) وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا﴾ [النباء ۱۰-۱۱]

''اور ہم نے تمھاری نیند کو آرام بنایا۔ اور ہم نے رات کو لباس بنایا۔''

یہ چاند ہے؛ جو چھوٹا سا ظاہر ہوتا ہے؛ پھر دھیرے دھیرے بڑا ہوتا رہتا ہے؛ حتی کہ آدھے مہینے میں بدر تمام بن جاتا ہے۔ پھر وہ چھوٹا ہوتا جاتا ہے حتی کہ ہلال کی شکل میں رہ جاتا ہے۔ اس کے وجود سے لیکر منتہیٰ تک اس کا یہ سفر جاری وساری رہتا ہے۔ اور انسان اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی عبادات اور معاملات کے اوقات طے کرتا رہتا ہے۔

ذرا سمندروں پر غور کیجیے جنہوں نے دو تہائی زمین کو اپنے اندر سمویا ہوا ہے۔ ان سمندروں کے بغیر بھی زندگی کا نظام چلنا ناممکن ہے۔ یہ سمندر ہی ہیں جن سے پانی بخارات کی شکل میں بدل کر لوگوں تک پہنچتا ہے اور ان کی ضروریات پوری کرتا ہے۔

پانی کی تبخیر کا یہ عمل بڑے ہی عجیب طریقے سے طے پاتا ہے۔ بس اتنا مختصر سا علم کافی ہے کہ کھارے سے کھارے سمندر سے اٹھنے والے بخارات تمام تر نمکیات اور رنگ و بو کو پیچھے چھوڑ دیتے ہیں؛ اور صاف وشفاف میٹھے پانی کی شکل میں اوپر اٹھتے ہیں۔ اگر تبخیر کا یہ عمل ایسے طے نہ پاتا تو شائد اس کے کھارے پن کی وجہ سے کوئی بھی انسان اس پانی سے مستفید نہ ہو پاتا۔

پھر غور وفکر کیجیے! سمندر میں کتنی ہی مچھلیاں [اور دوسری سمندری مخلوقات] مرتی ہیں۔ اگر سمندر میں نمکیات نہ ہوں تو ان کی بو اور تعفن سے سمندر بھی متعفن ہو جائے اور روئے زمین پر حیات بشری کا گزارہ محال ہو جائے۔

غور فرمائیے! وہ کون سی ہستی ہے جس نے اس نظام کو یوں تشکیل دیا ہے جس سے انسانی اور دوسرے حیوانات کی ضروریات پوری ہوتی ہے؛ کیا یہ اللہ تعالیٰ خالق وحکیم کی ہستی نہیں؟

[روح الدین الاسلامی ۱۷]

یہ چند ایک سرسری اور نظری باتیں صرف یاد دہانی کے لیے تھیں۔ وگرنہ ہر خلیہ اور اس کائنات کے ہر ذرہ میں اتنی عبرتیں ہیں جنہیں بیان کرنے کے لیے بہت لمبا زمانہ چاہیے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چہارم:.....جوڑے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ [الذاریات ۴۹]

''اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑے بنائے تا کہ تم نصیحت پکڑو۔''

تمام وجود کی ابتداء جماد سے ہوتی ہے اور انتہا زندہ جوڑے کی شکل میں ہوتی ہے۔ ان میں ایک نر اور ایک مادہ ہوتے ہیں۔ جنہیں بالفاظ دیگر آپ سالبہ اور موجبہ کہہ سکتے ہیں۔ یا پھر گھٹلی اور زراعت سے مثال بیان کر سکتے ہیں۔ ان جوڑوں کے بغیر زندگی کا وجود اور بقا ممکن ہی نہیں۔ پس اس سلسلہ نظام میں نر کو مادہ کی ضرورت ہوتی ہے؛ اور مادہ نر کی محتاج ہوتی ہے تا کہ ان جوڑوں کے سلسلہ توالد و تناسل کا عمل چلتا رہے۔ پس ان جوڑوں میں سے ہر ایک کو اپنے اپنے عمل اور ذمہ داری کو کیسے پہنچانا؟ اور پھر کیسے اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے اپنے آپ کو اس سانچے میں ڈھالا؟ کیا کسی انسان کا یہ خیال ہے کہ ان جوڑوں کے پیدا کرنے میں؛ یا پھر ان میں سے کسی ایک کو پیدا کرنے میں اس کا کوئی کردار اور عمل و دخل ہے؟ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ خالق و حکیم کا کام ہے۔

پنجم:.....موافقت

کائنات میں موجودات کے بڑے مظاہر میں سے ایک جوڑوں کی آپس میں موافقت بھی ہے۔

آپ انسان کو ہی لے لیجیے۔ ان کے نر اور مادہ میں سے ہر ایک میں ظاہری اور خارجی شکل اور جسمانی اور نفسی مواصفات میں انتہائی باریک موافقت پائی جاتی ہے۔ اور اس لحاظ سے بھی کہ ان میں سے ہر ایک اپنی تکوین اور خصائص میں دوسرے کی حاجت کو پورا کرتا ہے اور تمام زندہ چیزوں میں نر اور مادہ کے مابین ربط کا یہی عالم ہے۔ ان میں سے کسی ایک قسم کے حیوانات میں سے نر دوسری قسم کے حیوانات سے مطابقت نہیں رکھتا۔

یہی حال عالم نباتات کا بھی ہے۔ ان میں بھی نر اور مادہ کی اقسام پائی جاتی ہیں جن کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک قسم دوسری قسم سے میل نہیں کھاتی۔.....اسی طرح دیگر چیزوں کا بھی حال ہے۔

پھر زندہ چیزوں میں سے بہت ساری چیزوں کو موجود روشنی کے حساب سے قوتِ تحمل سے لیس کیا گیا ہے۔یقینی طور پر آنکھ کو مکمل طور پر موجود شعاعوں کے مطابق پیدا کیا گیا ہے۔ اور ایسے ہی قوت سماعت کو موجود آوازوں کو برداشت کرنے کی قوت پر پیدا کیا گیا ہے۔اگر انسان کی قوت سماعت یا قوت بصارت موجودہ معیار سے بڑھ جائے تو اس کے لیے زندگی گزارنا مشکل ہوجائے۔اس لیے کہ کائنات تو رنگ برنگی تصاویر اور آوازوں سے بھری ہوئی ہے۔اور اس کی وضاحت ٹیلی ویژن کے مشاہدہ؛ یا ریڈیو یا ٹیلی فون کی سماعت کے وقت ہوسکتی ہے۔آپ ٹیلی ویژن میں تصاویر دیکھتے ہیں؛ اور آوازیں بھی سنتے ہیں۔یہ کہاں سے آتی ہیں؟ آپ کے سر کے اوپر اور ارد گرد کون ہے؟

اگر آپ کی قوت بصارت و سماعت اتنی بڑھ جائے کہ بغیر ٹی وی سیٹ کے ان تصاویر کو دیکھ سکیں [اور آوازوں کو سن سکیں] تو آپ کا جینا دوبھر ہو جائے۔کیونکہ کائنات ان تصاویر اور ان آوازوں سے بھری ہوئی ہے۔

تو غور کیجیے! وہ کون ہے جس نے آپ کی سماعت و بصارت کو مقررہ نظام پر بنایا تاکہ آپ کی ضروریات پوری ہوسکیں؟

بیشک وہ وہی رب سبحانہ وتعالیٰ ہے جس نے آپ کو پیدا کیا؛ وہ حکمت والا معبود برحق اور پالنے والا مہربان رب ہے۔

کائنات میں موجود بعض چیزوں پر یہ ایک سرسری نظر تھی تاکہ عقل مند کے لیے اس ہستی میں غور وفکر اور سوچ بچار کا دروازہ کھلے جس کے وجود پر کائنات کا ذرہ ذرہ گواہی دیتا ہے۔اور ہر زندہ شے پکار کر کہہ رہی ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو خالق وحکیم ہے۔

الحاد [ملحد ہونا] ایک قاتل بیماری ہے؛ دل نہ ہی اس کو برداشت کرسکتا ہے اور نہ ہی اس کی طرف مائل ہوسکتا ہے؛ ہاں جب انسان کی آنکھوں سے حق غائب ہوجائے تو یہ علیحدہ بات ہے۔اور اس کی اصل بُری تربیت ہے جو کہ دل میں بگاڑ اور میل پیدا کرتی ہے۔مگر اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باوجود اس دل سے کائنات میں غور وفکر کا نظریہ مخفی نہیں رہ سکتا۔ اور انسان اس وقت تک بے چینی اور اضطراب کی حالت میں رہتا ہے؛ اور اس وجہ سے اس کا سلوک اور اخلاق متاثر رہتے ہیں جب تک اس پر یہ حقیقت آشکار نہ ہو جائے۔

لوگوں میں ایسے افراد کی تعداد بہت کم ہے جو ملحدانہ عقائد ونظریات کے حامل ہیں۔ اگر اس پر تحقیق کی جائے؛ اور اعداد وشمار جمع کیے جائیں تو ملحد لوگ بہت ہی کم ملیں گے۔

اس حقیقت کے بیان کرنے کے بعد کہ: بیشک اس کائنات کا خالق اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے؛ اور بیشک انسان اس کائنات کے افراد میں سے ایک فرد ہے؛ اب ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ

کیا اس کائنات کو پیدا کرنے کا کوئی مقصد ہے؟

اور کیا اس کائنات میں انسان کی بھی کوئی ذمہ داری ہے؛ جسے پورا کرنا چاہیے؟

اور انسان اپنی اس ذمہ داری کو کیسے پہچان سکتا ہے؟

آنے والے صفحات میں ہم ان سوالات کے جوابات کی طرف اختصار کے ساتھ اشارہ کریں گے؛ ان شاء اللہ

دو امریکی صحافیوں اور کالم نگاروں نے؛ جن کے نام جیمس پاٹرسون اور بیٹر کیم تھے؛ بارہ سال پہلے امریکی معاشرہ میں ایک سروے کیا تھا۔ اور انہوں نے لوگوں سے کئی معاملات میں کئی سوالات پوچھے تھے۔ ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان سے متعلق بھی تھا۔ اس سوال پر مثبت جواب کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ چنانچہ یہ دونوں لکھتے ہیں کہ: ۹۸ فیصد امریکی؛ جن پر یہ تحقیق کی گئی وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔

[کتاب "یوم ان اعترفت امریکه بالحقیقة ص ۱۵۷]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مخلوقات کی ذمہ داریاں

اس کائنات میں ہر ایک موجود چیز کا اپنا ایک کردار ہے؛ جسے وہ اپنی بقاء کے لیے ادا کر رہی ہے۔مخلوقات میں کوئی بھی چیز ایسی نہیں پائی جاتی جس کا کوئی کام ہی نہ ہو۔پس سورج کا اپنا کام ہے.....وہ کرہ ارضی پر گرمی اور روشنی بھیجتا ہے۔ چاند کا اپنا کردار ہے؛ لوگ [اس کی گردش پر مہینوں اور سالوں کا] حساب لگاتے ہیں۔ زمین کا اپنا کام ہے.....جس نے اپنی پیٹھ پر اس عجیب انسان کو اٹھایا ہوا ہے۔

ایسے ہی ہوا کا اپنا کردار ہے۔ یہ زندہ چیزوں اور نباتات وغیرہ تک آکسیجن پہنچاتی ہے۔ اور ان کی آوازیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتی ہے۔اور اپنے ساتھ بادلوں کو اٹھائے پھرتی ہے تاکہ سمندر سے دور دراز کے علاقوں میں بارش برسائے۔ایسے ہی پانی؛ نباتات؛ اور درختوں کی اپنی اپنی ذمہ داریاں ہیں۔ پس اس کائنات میں موجود ہر ایک جزء کا اپنا ایک کردار ہے جسے وہ ادا کر رہا ہے۔ یہی نہیں بلکہ مخلوقات میں سے ہر ایک جزء کا اپنا ایک کردار ہے جس سے مل کر دوسرے اعضاء کے کام مکمل ہو رہے ہیں۔ پس انسان اور حیوان اس ہوا کو آلودہ کرتے ہیں؛ جب کہ درخت دوبارہ اس ہوا کو کارگر بناتے ہیں۔

ایسے ہی انسان کے جسم میں اس کے ہر ایک عضو کا اپنا کام ہے۔ اس کی سماعت؛ بصارت؛ ناک؛ کان دل اور پھیپھڑے اور اس کے ہاتھ؛ بلکہ جسم میں موجود ہر ایک خلیے کا اپنا ایک کام اور نظام ہے جن کے فعال رہنے سے جسم اپنا کردار ادا کرتا ہے۔

پس غور کیجیے! جب ہر ایک چیز کا اپنا ایک کردار ہے؛ جسے وہ اپنے وجود میں ادا کرتی ہے؛ بلکہ ہر ذرے کا اپنا اپنا ایک کردار ہے؛ جسے وہ اپنے وجود میں ادا کرتا ہے۔تو کیا انسان کا اس کے اپنے وجود میں بھی کوئی عمل اور کردار ہے یا وہ بغیر عمل کے یونہی بیکار ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور اگر انسان کا کوئی عمل ہے؛ تو وہ عمل کیا ہے؟

اگر ہم کسی ایسے انسان کے پاس چلے جائیں جو گاڑی پر سوار ہو رہا ہو؛ اور اس سے پوچھیں: یہ گاڑی کس مقصد کے لیے بنائی گئی ہے؟

اور وہ جواب میں کہے: مجھے پتہ نہیں؛ تو ایسا انسان یا تو پاگل ہے؛ یا پھر انتہائی غافل اور لاعلم۔ پھر ہم اس سے کچھ مزید قریب ہوں؛ اور اس نے جو لباس پہن رکھا ہے؛ اس کے بارے میں پوچھیں کہ یہ لباس کیوں بنایا گیا ہے؟ اور وہ اس کے جواب میں کہے: مجھے اس کا کوئی علم نہیں؛ تو وہ پہلے سے بھی بڑھ کر غافل ہوگا۔

پھر مزید کچھ قریب ہوں اور اس سے پوچھیں کہ: تیری آنکھیں کس لیے ہیں؟ اور وہ اگر اس کے جواب میں کہے: مجھے پتہ نہیں تو وہ انتہا درجے کا غافل [یا پاگل] ہوگا۔

پھر اگر اس سے مزید کچھ قریب ہوں اور سوال کریں کہ بتاؤ: تم کیوں پیدا ہوئے ہو؟

اور وہ اس کے جواب میں کہے: مجھے کوئی پتہ نہیں؛ تو اس سے بڑھ کر غافل کوئی دوسرا روئے زمین پر نہیں ہوگا۔

افسوس بہت بڑی شامت اور بہت بڑی بدبختی اس انسان کے لیے ہے جو عقل مند ہو اور لوگوں کے ساتھ رہ رہا ہو؛ اور اس وسیع اور عظیم تر کائنات کا مشاہدہ بھی کر رہا ہو؛ تو پھر بھی اسے پتہ نہ ہو کہ وہ زندگی کیوں بسر کر رہا ہے؟

اس زندگی میں کیا لطف اور مزہ ہوگا اور وہ کونسی نعمتوں سے لذت اندوز ہو رہا ہوگا جب کہ اسے اپنی زندگی کی سب سے بڑی چیز کے بارے میں کوئی علم ہی نہیں۔

جو لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں ان کی زندگی نہ ہی کوئی لذت پا سکتی ہے اور نہ ہی راہ راست پر استقامت کے ساتھ گامزن ہو سکتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تخلیق انسانی کے مقصد کی معرفت کا مصدر

جب انسان کے دل میں یہ جاننے کی رغبت بیدار ہو کہ وہ کیوں زندہ ہے؟ تو وہ اس کے بارے میں کس سے پوچھے گا؟ اور وہ اپنے اس سوال کا جواب کس کے پاس پائے گا؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ جب انسان کسی مصنوع چیز کی تخلیق کا مقصد جاننا چاہے تو وہ اس فیکٹری [کارخانہ] سے رابطہ کرتا ہے جہاں پر وہ چیز تیار ہو رہی ہے؛ وہ دوسرے لوگوں سے بڑھ کر اپنی مصنوعات کے بارے میں علم رکھتے ہیں۔ تمام اعلیٰ ترین مثالیں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہیں۔ انسان اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے؛ اور پھر اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو مبعوث فرمایا اور کتابیں نازل کیں؛ تاکہ انسان کو بتایا جا سکے کہ اسے کیوں پیدا کیا گیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اپنی پسندیدہ و بزرگ مخلوق انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے ذریعہ سے لوگوں کو اس مقصد سے آگاہ کر دیا ہے۔ انبیاء و مرسلین اور ان کے علم کے وارث علمائے کرام ہی وہ ہستیاں ہیں جن کے ذریعہ سے ہم اس حقیقت کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں۔

ان حقائق کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ اور ان انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ رابطہ کیسے ممکن ہے؟

آنے والے صفحات میں - ان شاء اللہ - ہم اس حقیقت کو واضح کریں گے۔ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہو جائے گا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کا ظہور عالم وجود میں کیسے ہوا؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ اور مخلوقات کے مابین رابطہ

جب اللہ سبحانہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے ان کی اصلاح اور ان کی تخلیق کا مقصد بتانے کے لیے رابطہ کرنا چاہتے ہیں تو وہ اپنے بندوں میں سے کسی ایک کو چن لیتے ہیں؛ تاکہ آسمانوں سے ملائکہ کے ذریعہ اس پر وحی نازل کی جائے۔

اس رابطے سے قبل اللہ تعالیٰ اس ہستی کو تیار کرتے ہیں جسے نبوت و رسالت کے لیے اختیار کرنا ہوتا ہے تاکہ وہ وحی کو برداشت کرنے کے قابل ہو جائے۔ پس اس ہستی کی بچپن سے ہی حفاظت ونگہداشت کی جاتی ہے؛ بلکہ یہ سلسلہ ولادت سے پہلے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ پس انبیائے کرام علیہم السلام ہمیشہ نکاح سے پیدا ہوتے ہیں؛ کوئی بھی غلط کام کا نتیجہ نہیں ہوتا۔ اور پھر اس ہستی کی تربیت ہر قسم کے رذائل اور برائیوں سے دور رکھ کر کی جاتی ہے۔ اور انہیں فضائل اور خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ کیا جاتا ہے۔ اور اس دوران اللہ تعالیٰ اس ہستی کے دل کے تزکیہ کا بطور خاص اہتمام کرتے ہیں۔

(تمام تر اعلی مثالیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں) اس کی مثال یہ ہے کہ: آج انسان سائنسی ترقی میں جس منزل پر پہنچا ہے؛ اور دور دراز سے ریموٹ کنٹرول کا سسٹم آ گیا ہے؛ ایسے آلات بنائے جاتے ہیں جن میں ریموٹ سسٹم پرزے فٹ کر کے بہت دور سے انہیں کنٹرول کیا جاتا ہے۔

شائد ہم اس مثال کے بیان سے اپنا مقصد کچھ آسانی سے سمجھا سکیں؛ کہ کیسے اللہ تعالیٰ اس انسان کی رعایت کرتے ہیں جسے لوگوں کی اصلاح کا مکلّف ٹھہرانا مقصود ہوتا ہے۔ بیشک اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس ہستی کے دل کو اصلاح وخیر کی طرف متوجہ کرتے ہیں اور شر و برائی سے دور کر دیتے ہیں۔ پس یہ ہستی لوگوں کو صرف اچھے اعمال کرنے کا حکم دیتی ہے؛ اور کبھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

برے اعمال کی طرف راغب نہیں کرتی۔ بلکہ انہیں برے ناپسند ہوتے ہیں اور ان سے نفرت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اور مخلوقات کے مابین رابطہ کی ابتدا

جب اس پسندیدہ وہ چنیدہ ہستی کی جسمانی اور عقلی نشو ونما مکمل ہوجاتی ہے؛ تو پھر اس رابطہ کی ابتداء کے اشارے ملنے شروع ہوجاتے ہیں۔ تو کبھی نیند میں ایسا ہوتا ہے۔ کہ یہ ہستی کوئی ایسا خواب دیکھتی ہے جس سے یہ سمجھا جاسکتا ہو کہ عنقریب اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے نبوت و رسالت کے لیے منتخب فرمانے والے ہیں۔ اور یہ حالت ایک اتنا عرصہ جاری رہتی ہے تا کہ عالم بیداری میں وحی قبول کرنے کے قابل ہوجائیں۔ اس کے بعد اس فرشتہ کا ظہور ہوتا ہے جس کے ذمہ یہ کام لگایا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اس کی ابتداء یوں ہوتی ہے؛ تا کہ عالم بیداری کے لیے ایک تمہید ہوجائے۔''

[فتح الباری ۱/ ۲۷]

فرشتے: ایسی مخلوق ہیں جنہیں اپنے حواس سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ لیکن وہ انسان کے ساتھ رابطہ رکھنے پر قادر ہیں۔ اور وہ کوئی بھی قابل احترام شکل وصورت اختیار کرسکتے ہیں۔ اور وہ غیر معمولی طور پر بہت تیز رفتاری کے ساتھ آسمانوں پر چڑھ جاتے ہیں اور وہاں سے اتر آتے ہیں؛ اتنی تیز رفتاری کہ انسان اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

لیکن اس سائنسی زمانہ میں اس چیز کو سمجھ کے قریب تر لانے کے لیے ایک مثال بیان کی جاسکتی ہے۔ اس دور میں انسان اس مقام پر پہنچ گیا کہ مختلف آلات کے ذریعہ آواز اور تصاویر کو پلک جھپکنے میں ایک براعظم سے دوسرے براعظم میں بھیج دیا جائے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ تیزی آگئی ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ ایک انسان دوسرے سے موبائل یا فون پر ہزاروں میل کی دوری سے یوں بات کررہا ہوتا ہے گویا کہ وہ اس کے سامنے بیٹھا ہوا ہو۔ مگر اس کے قریب والے انسان کو اس گفتگو کا علم نہیں ہوتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ تو انسان کی کاریگری ہے۔ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ خالق و مالک کی کاریگری کا کیا عالم ہوگا۔ پس فرشتے ایسی مخلوق ہیں جنہیں ایسے ہی کاموں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔

سب سے پہلے جب رابطہ شروع ہوتا ہے تو وہ اپنی حقیقی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یا پھر کوئی دوسری ایسی صورت ہوتی ہے جس کو دیکھ کر برداشت کرنے کی اہلیت و ہمت انسان کے اندر موجود ہو۔ وہ فرشتہ اس ہستی سے مخاطب ہوتا ہے اور اسے خبر دیتا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اس سے مخاطب فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے۔ اس کے سامنے ایسی نشانیاں اور معجزے ظاہر ہوتے ہیں جو اس مخاطب کے فرشتہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور یہ کہ اس فرشتے کو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف بھیجا ہے تاکہ اس تک یہ بات پہنچائے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے [نبوت یا رسالت کے لیے] چن لیا ہے۔ اور اب وہ کسی خاص قوم کی طرف یا پھر تمام کائنات کے لوگوں کی طرف اللہ کے رسول ہیں۔ پھر ان کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ یہ وحی ایسا کلام ہوتا ہے جسے بعد میں کتاب کی شکل دیدی جاتی ہے۔ جو رسالت کے اس مضمون کو شامل ہوتی ہے جس کا لوگوں میں تبلیغ کرنا مقصود و مراد ہوتا ہے۔

یہ عمل اس رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی مکمل ہوجاتا ہے۔ وہ اس طرح سے کہ کبھی تدریجی طور پر وحی نازل ہوتی ہے؛ اور کبھی یہ وحی یکبارگی ہی نازل ہوجاتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہو؛ [اس حساب سے ویسے ہی ہوتا ہے]۔

فرشتوں اور رسولوں کے مابین رابطہ کی صورت

جہاں تک فرشتے اور رسولوں کے مابین رابطہ کی صورت کا تعلق ہے؛ تو یہ صورت ہمیشہ ایک سی ہی نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ اس کی چار صورتیں ہوتی تھیں اور ہر بار رسول اللہ ﷺ کی طرف کچھ امور کی وحی کی جاتی تھی۔ مثلاً:

پہلی صورت: یہ کہ فرشتہ نیند کی حالت میں آتا ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ کیونکہ شیطان انبیائے کرام علیہم السلام کے خواب میں نہیں آسکتا۔

دوسری صورت: یہ کہ فرشتہ اپنی اس شکل وصورت میں سامنے آئے؛ جس شکل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے۔ یہ بہت ہی عظیم الشان صورت ہوتی ہے۔

تیسری صورت: یہ کہ انسان کی صورت میں سامنے آئے۔

چوتھی صورت: احساس کی صورت میں آئے۔ اس حالت میں رسول کو تھوڑی دیر کے لیے بہت سخت نیند آتی ہے؛ اور پھر اس نیند سے افاقہ ہو جاتا ہے۔ یہ حالت عقلی قوت و طاقت کی منتہیٰ پر ہوتی ہے۔ اور بعد میں اس دوران آنے والی وحی کی خبر دی جاتی ہے۔

وحی کی مختلف صورتوں کے دلائل

پہلی صورت کے دلائل

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے؛ وہ فرماتی ہیں:

((أول ما بدِيءَ بِهِ رسول اللهِ صلى الله عليهِ وسلم مِن الوحيِ الرؤيا الصالِحة فِي النومِ فكان لا يرى رؤيا إلا جائت مِثل فلقِ الصبحِ .)) [البخاری ح: ۳]

''سب سے پہلی وحی جو رسول اللہ ﷺ پر اترنی شروع ہوئی وہ اچھے خواب تھے، جو بحالت نیند آپ ﷺ دیکھتے تھے، چنانچہ جب بھی آپ ﷺ خواب دیکھتے تو وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہو جاتا۔''

دوسری صورت کے دلائل:

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن شہاب نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی؛ وہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں؛ وہ وحی کے رکنے کی حدیث بیان کر رہے تھے،- اس میں ہے کہ- آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((بينما أنا أمشِي إذ سمِعت صوتاً مِن السماءِ فرفعت بصرِي فإذاً الملك الذِي جائنِي بِحِراء جالِس على كرسِي بين

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

السماءِ والأرضِ فرعبت منه فرجعت . فقلت: زملونی زملونی فأنزل الله تعالی ﴿يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ❶ قُمْ فَأَنذِرْ ❷ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ❸ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ❹ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ❺﴾ [المدثر ۱۔۵]))[البخاری ۳؛ مسلم ۲۵۵]

''ایک بار میں جا رہا تھا تو آسمان سے ایک آواز سنی، نظر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ تھا، جو میرے پاس حرا میں آیا تھا، آسمان و زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، مجھ پر رعب طاری ہو گیا اور واپس لوٹ کر میں نے کہا مجھے کمبل اڑھا دو مجھے کمبل اڑھا دو، تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی:

''اے (محمد ﷺ) جو کپڑا لپیٹے ہیں۔ اٹھو اور ڈراؤ۔ اور اپنے رب کی بڑائی کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو اور ناپاکی سے دور رہو۔''

پھر وحی کا سلسلہ گرم ہو گیا اور لگاتار آنے لگی۔''

تیسری صورت کے دلائل

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كنا جلوساً عِند النبِي صلى الله عليهِ وسلم فجاء رجل شدِيد بياضِ الثِيابِ شدِيد سوادِ شعرِ الرأسِ لا يرى عليهِ أثر سفر ولا يعرِفه مِنا أحد فجلس إلى النبِي صلى الله عليهِ وسلم.....))

''ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے ایک آدمی انتہائی سفید کپڑوں اور خوب سیاہ بالوں والا آیا اس پر سفر کا کچھ اثر محسوس نہیں ہوتا تھا اور نہ ہم میں سے کوئی اس کو جانتا تھا، عمر فرماتے ہیں کہ وہ شخص رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا اپنے گھٹنے رسول اللہ ﷺ کے گھٹنوں سے ملا دیئے.....''

[مسلم ۵۹]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۲۔ حضرت ابوعثمان کہتے ہیں: مجھے خبر ملی کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپ ﷺ کے پاس ام سلمہ بیٹھی ہوئیں تھیں، پس جبرائیل علیہ السلام سے آپ ﷺ سے باتیں کرنے لگے۔ جب وہ اٹھ کر چل دیے تو رسول اللہ ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا یہ کون تھے؟ انہوں نے کہا دحیہ تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''اللہ کی قسم! میں ان کو دحیہ سمجھی۔ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو خطبہ دیتے وقت جبرائیل علیہ السلام کی اطلاع پائی تب سمجھی کہ دحیہ یہی جبرائیل علیہ السلام ہیں۔'' (راوی کہتا ہے) میں نے ابوعثمان سے دریافت کیا کہ تم نے یہ حدیث کس سے سنی ہے انہوں نے کہا اسامہ بن زید سے میں نے خود سنا ہے۔'' [البخاری ٤٨٦٠ ؛ مع فتح الباری ٦]

چوتھی صورت کے دلائل

۱۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حارث بن ہشام نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ: یارسول اللہ ﷺ! آپ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے؟

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''کبھی میرے پاس گھنٹے کی آواز کی طرح آتی ہے اور وہ مجھ پر بہت سخت ہوتی ہے اور جب میں اسے یاد کرلیتا ہوں جو اس نے کہا تو وہ حالت مجھ سے دور ہوجاتی ہے؛ اور کبھی فرشتہ آدمی کی صورت میں میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے اور جو وہ کہتا ہے اسے میں یاد کرلیتا ہوں۔'' [البخاری ٣١٤٥]

ہمارے نبی اکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس ان چاروں طرح سے وحی آیا کرتی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں معجزات الٰہی کا ظہور

انبیائے کرام علیہم السلام کی نبوت پر دلالت کرنے والے دلائل کرنے والے معجزات اور براہین مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ان میں سے کچھ کا تعلق ان کی ذات کے خارج سے ہوتا ہے اور کچھ کا تعلق ذات کے داخل سے۔

وہ امور جن کا تعلق ان کی ذات کے خارج سے ہوتا ہے:..... وہ وہ آیات ہیں جو اللہ تعالیٰ ان کی تائید اور نبوت کی تاکید میں نازل فرماتے ہیں۔انہیں معجزات کہا جاتا ہے۔ ہر نبی کے لیے ایک دلیل کا ہونا بہت ضروری ہے جس سے اس کی نبوت کی تصدیق ہوسکتی ہو ۔تاکہ لوگوں پر حجت قائم ہوجائے۔اس لیے کہ نبوت کا دعوی سب سچوں سے بڑھ کر سچے نے بھی کیا ہے؛ اور بڑے بڑے جھوٹے بھی نبوت کا دعوی کرتے چلے آئے ہیں۔پس ایسے دلائل کا ہونا بہت ضروری ہے جو سچے نبی کی صداقت پر دلالت کرتے ہوں۔اور یہ دلائل بھی ایسے ہونے چاہیں کہ بشریت اس جیسی چیز پیش کرنے سے عاجز آجائے۔تاکہ لوگوں پر سچے انبیاء اور جھوٹے مدعیان نبوت کا معاملہ خلط ملط نہ ہوجائے۔

وہ امور جن کا تعلق ان کی ذات کے داخل سے ہوتا ہے:..... وہ ایسے احوال ہیں جن پر نبی نبوت کا دعوی کرنے سے پہلے قائم تھے؛ مثلاً؛ رذائل اور بداخلاقی اور گرے ہوئے امور سے پاک ہونا۔اور پھر وہ امور جن پر نبوت کے بعد وہ فائز ہوا کرتے تھے؛ جیسے: اعلیٰ ترین اخلاق ؛نفس کی پاکیزگی ؛اپنے موقف کی شفافیت اور واضح ہونا؛ اور لوگوں کے ساتھ کریمانہ سلوک؛ان بنیادی امور کی پابندی جن کی طرف لوگوں کو دعوت دی جارہی ہے۔

ذیل میں ان دلائل کی کچھ اقسام بیان کی جارہی ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صدق نبوت پر دلائل کی اقسام:

پہلی قسم:..... یہ سب سے بڑی دلیل ہے جسے اللہ تعالیٰ انبیائے کرام علیہم السلام کے ہاتھوں پر ظاہر کرتے رہے ہیں؛ اور یہی وہ آیت یا نشانی ہے جس سے لوگوں کو چیلنج کیا جاتا رہا ہے۔ اسے اصطلاح کی زبان میں معجزہ کہا جاتا ہے۔ اسے معجزہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس جیسی چیز پیش کرنے سے لوگ عاجز آجائیں؛ اور یہی وہ نشانی ہے جو ان کی نبوت کی صداقت پر دلالت کرتی ہے۔

دوسری قسم:..... اور بیشتر اوقات سابقہ نبی کے ہاں آنے والے نبی کے متعلق بشارت پائی جاتی ہے جیسا کہ ہمارے نبی اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارتیں موجود ہیں۔

تیسری قسم:..... بعثت سے قبل نبی کے اخلاقیات اور سلوک کی حفاظت۔

چوتھی قسم:..... نبی بن کر مبعوث ہونے کے بعد حیات میں استقامت۔ اس طرح سے کہ نبی کی زندگی ہر لحاظ سے فاضلانہ زندگی ہوتی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ ہستی عقیدہ اور رسالت کی دولت سے مالا مال ہے۔ اور اپنے عقیدہ اور رسالت کا بھرپور خیال رکھتی اور پابندی کرتی ہے۔ نبی کوئی جاہ و مرتبہ کی بھوکی شہوت کی ماری شخصیت نہیں ہوتی۔

پانچویں قسم:..... پھر اس کے بعد رسالت کا موضوع وہ دینی اور دنیاوی معاملات ہوتے ہیں جن پر نبی کا لایا ہوا دین مشتمل ہوتا ہے۔

یہ تمام مذکورہ دلائل ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں وافر مقدار میں موجود تھے۔ اور ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ تمام انبیاء میں یہ دلائل موجود تھے۔ لیکن ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے نبی کے لیے ان کا ثابت کرنا ہمارے لیے آسان نہیں ہے؛ سوائے ان دلائل اور معجزات کے اور ان بڑی نشانیوں کے جو ان کی نبوت کی صداقت پر دلالت کرتی ہیں۔

قرآن کریم میں جملہ طور پر ان معجزات و آیات کا بیان وارد ہوا ہے جو انبیائے کرام علیہم السلام کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ نے ظاہر کیے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ذیل میں ان میں سے چند ایک معجزات بیان کیے جا رہے ہیں:

اول:.....وہ معجزات اور آیات جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے ہاتھوں پر ظاہر کیے:

ہمارے نبی اکرم محمد ﷺ نے یہ خبری دی ہے -جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے- کہ اللہ تعالیٰ ہر نبی کے ہاتھ پر ایسی نشانی ظاہر کرتے ہیں جو اس کے دعوی ءنبوت کی صداقت کی دلیل ہوتی ہے۔اسے معجزہ کہا جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''ہر نبی کو ایسے ایسے معجزات عطا کیے گئے کہ (انہیں دیکھ کر لوگ) ان پر ایمان لائے (بعد کے زمانے میں ان کا کوئی اثر نہیں رہا) اور مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے وہ وحی (قرآن) ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل کی ہے۔(اس کا اثر قیامت تک باقی رہے گا) اس لیے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے تابع فرمان لوگ دوسرے پیغمبروں کے تابع فرمانوں سے زیادہ ہوں گے۔''

[البخاری 7112؛ مسلم 740]

آپ نے یہ بیان فرما دیا کہ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے نشانی عطا فرمائی تھی جو ان کے صدق نبوت کی دلیل ہوا کرتی تھی۔اور وہ اس زمانے کے لوگوں کے ایمان کا سبب بنتی تھی۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہر نبی کو ایک خاص معجزہ عطا ہوتا تھا جو کہ دوسرے نبی کو نہیں ملتا تھا۔اس معجزہ کے ذریعہ اپنی قوم کو چیلنج کیا جاتا تھا۔اور ہر نبی کا معجزہ ان کے احوال کی مناسبت سے ہوا کرتا تھا۔جیسا کہ فرعون کے دور میں اس کے گرد و نواح میں جادو پھیلا ہوا تھا۔تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی لاٹھی کو اس ہیئت پر لیکر آئے جیسے جادوگر کرتے تھے۔لیکن یہ لاٹھی [حقیقی معجزہ ہونے کی وجہ سے] ان کی بنائی ہوئی چیزوں کو کھا جاتی تھی۔ایسا ہی معجزہ کسی دوسرے نبی کو نہیں دیا گیا۔''

ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کرتے تھے۔اور کوڑھی اور برص کے مریض کو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تندرست کرتے تھے۔ کیونکہ اس زمانے میں طبیب اور حکیم لوگوں کا غلبہ اور چرچا تھا۔ تو آپ بھی ان کے عمل کی طرح کا ایسا عمل لیکر آئے جو ان کی پہنچ سے باہر تھا۔ اور وہاں تک ان کے علوم ترقی نہ کر سکے تھے۔

جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے تو عربوں میں فصاحت و بلاغت بام عروج پر تھی۔ تو آپ اپنی قوم کے پاس قرآن لیکر آئے اور انہیں قرآن کی ایک سورت سے چیلنج کیا کہ اس جیسی ایک سورت ہی بنا لائیں۔ مگر کسی ایک کو ایسا کرنے کی قدرت نہیں تھی۔

.....آگے چل کر فرمایا.....:

''قرآن کا معجزہ قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔ جو کہ اپنے اسلوب اور بلاغت میں خارق عادت چیز ہے۔ غیب کی متعلق اس کی خبریں؛ [زندہ و سلامت معجزہ ہیں] کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرتا جب کوئی ایسی چیز ظاہر نہ ہو جس کے متعلق قرآن نے خبر دی ہو کہ ایسے ہونے والا ہے۔ اور یہ اس دعوی کی سچائی کی دلیل ہے۔'' [فتح الباری 3/10]

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تقریباً ایسی ہی بات کہی ہے۔ [ابن کثیر 78/1]

''اللہ تعالیٰ نے ان آیات [نشانیوں] کی کچھ مثالیں قرآن کریم میں ذکر کی ہیں۔ ہم ان میں سے صرف دو مثالیں بیان کرنے پر اکتفاء کریں گے؛ اور وہ مثالیں ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نشانی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نشانی۔ پھر وہ نشانیاں بیان کریں گے جو ہمارے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ لیکر آئے ہیں۔

اول:.....حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نشانی بھی اسی جنس سے تعلق رکھتی تھی جس میں مصریوں کو انتہائی مہارت حاصل تھی۔ ان لوگوں میں جادو بہت زیادہ منتشر تھا۔ اور اس معاشرہ میں اس کی کئی اقسام مشہور تھیں۔ جیسا کہ ابن حجر اور ابن کثیر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے؛ جو کہ پہلے گزر چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لاٹھی عطا کی تھی۔ جب آپ اس لاٹھی کو زمین پر رکھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیتے تو بہت بڑا سانپ بن جاتی۔ جیسا کہ مصری جادوگر اپنے دور میں کرتے تھے۔ لیکن ان کے جادو اور موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ جو کچھ جادوگر کرتے تھے اس کی کوئی حقیقت نہیں تھی۔ وہ صرف تخیل ہوتا تھا۔ اور جو کچھ موسیٰ علیہ السلام کرتے تھے وہ ایک حقیقت تھی۔ پس یہی بات جادوگروں کے اس اعتراف کا سبب بنی کہ جو کچھ موسیٰ علیہ السلام لیکر آئے ہیں وہ جادو نہیں ہے۔ اور پھر فرعون کی دھمکی کے باوجود کہ وہ انہیں قتل کر کے کھجور کے تنے پر سولی چڑھا دے گا؛ وہ ایمان لے آئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ o وَ قَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ o حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ o قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ o فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ o وَّ نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ o قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ o يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ o قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ وَ اَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ o يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ o وَ جَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ o قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ o قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ o قَالَ اَلْقُوْا فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَ اسْتَرْهَبُوْهُمْ وَ جَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ o وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ o فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ o فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَ انْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ o وَ اُلْقِيَ السَّحَرَةُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سٰجِدِيْنَ o قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ o قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ o لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ o قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ o وَ مَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ o﴾ [الأعراف ۱۰۳۔۱۲۶]

''پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے دلائل دے کر فرعون اور اس کے امرا کے پاس بھیجا مگر ان لوگوں نے ان کا بالکل حق ادا نہ کیا۔ سو دیکھئے ان مفسدوں کا کیا انجام ہوا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے فرعون! میں رب العالمین کی طرف سے پیغمبر ہوں۔ میرے لیے یہی شایان ہے کہ بجز سچ کے اللہ کی طرف کوئی بات منسوب نہ کروں، میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑی دلیل لایا ہوں سو تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے۔ فرعون نے کہا: اگر آپ کوئی معجزہ لے کر آئے ہیں تو پیش کیجئے اگر آپ سچے ہیں۔ پس آپ نے اپنا عصا ڈال دیا، تو وہ ایک کھلا ہوا اژدھا بن گیا۔ اور اپنا ہاتھ باہر نکالا سو وہ یکا یک سب دیکھنے والوں کے روبرو بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا۔ قوم فرعون میں جو سردار لوگ تھے انہوں نے کہا کہ واقعی یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ تم کو تمہاری سرزمین سے باہر کر دے سو تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ آپ ان کو ان کے بھائی کو مہلت دیجئے اور شہروں میں ہرکاروں کو بھیج دیجئے؛ وہ سب ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لا کر حاضر کر دیں۔ اور جادوگر فرعون کے پاس حاضر ہوئے، کہنے لگے: اگر ہم غالب آ گئے تو ہمیں کوئی صلہ ملے گا۔ فرعون نے کہا: ہاں اور تم مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے۔ ان ساحروں نے عرض کیا: اے موسیٰ! یا آپ ڈالیے اور یا ہم ڈالنے لگے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم ہی ڈالو۔ پس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی نظر بندی کر دی اور ان پر ہیبت غالب کر دی اور ایک بڑا جادو کر دکھایا۔ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ: اپنا عصا ڈال دیجئے! سو عصا کا ڈالنا تھا کہ اس نے ان کے سارے بنے بنائے کھیل کو نگلنا شروع کیا ۔پس حق ظاہر ہو گیا اور انہوں نے جو کچھ بنایا تھا سب جاتا رہا۔ پس وہ اس موقع پر ہار گئے اور خوب ذلیل ہو کر پلٹے۔ اور وہ جو ساحر تھے سجدہ میں گر گئے۔ کہنے لگے:,, ہم ایمان لائے رب العالمین پر۔ جو موسیٰ اور ہارون کا بھی رب ہے ۔فرعون نے کہا: تم میری اجازت سے پہلے موسیٰ پر ایمان لائے ہو؟ بیشک یہ سازش تھی جس پر اس شہر میں تمہارا عمل درآمد ہوا ہے تا کہ تم یہاں کے باشندوں کو باہر نکال دو۔ سو اب تم کو حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے۔ میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا، پھر تم سب کو سولی پر لٹکا دونگا ۔انہوں نے جواب دیا: ہم مر کر اپنے مالک ہی کے پاس جائیں گے۔ اور تو نے ہم میں کون سا عیب دیکھا ہے بجز اس کے کہ ہم اپنے رب کے احکام پر ایمان لائے ہیں جب وہ ہمارے پاس آئے۔ اے ہمارے رب ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما اور ہماری جان حالت اسلام پر نکال۔''

دوم :.....حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نشانی بھی اسی جنس سے تعلق رکھتی تھی جس کام میں آپ کی قوم کو مہارت حاصل تھی۔ آپ کی قوم میں علمِ طب [میڈیکل] منتشر تھا۔ اور وہ اس علم میں اتنی ترقی کر گئے تھے کہ چند ایک بیماریوں کے علاوہ کسی چیز کا علاج ان کے لیے کوئی مشکل نہیں تھا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو آپ کی نشانی [معجزہ] یہ تھی کہ آپ مردوں کو زندہ کرتے؛ پیدائشی نابینے کو بینا کرتے اور برص کے مریض کو اچھا کر دیتے۔ یہ ایسے امراض تھے کہ قدیم و جدید طب ان کا علاج کرنے میں انتہائی دقت محسوس کرتی تھی۔ تو آپ کی قوم کو یہ علم ہو گیا کہ آپ جو کچھ کرتے ہیں وہ اس طب کی جنس سے نہیں ہے جسے وہ پہچانتے ہیں۔ اور یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بشری طاقت سے بالاتر ایک کام ہے۔ درحقیقت یہ بشریت کے رب کی طرف سے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ (۴۴) اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (۴۵) وَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا وَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (۴۶) قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (۴۷) وَ يُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ (۴۸) وَ رَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۴۹) وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ لِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ (۵۰) اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (۵۱)﴾ [آل عمران ۱۴۴۔ ۱۵۱]

”یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں، ہم اسے آپ کی طرف وحی کرتے ہیں اور تو اس وقت ان کے پاس نہ تھا جب وہ اپنے قلم پھینک رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی کفالت کرے اور نہ تو اس وقت ان کے پاس تھا جب وہ جھگڑ رہے تھے۔ جب فرشتوں نے کہا اے مریم! بے شک اللہ تجھے اپنی طرف سے ایک کلمے کی بشارت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

دیتا ہے، جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے، دنیا اور آخرت میں بہت مرتبے والا اور مقرب لوگوں سے ہوگا۔ اور لوگوں سے گہوارے میں بات کرے گا اور ادھیڑ عمر میں بھی اور نیک لوگوں سے ہوگا۔ اس نے کہا: اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا، حالانکہ کسی بشر نے مجھے ہاتھ تک نہیں لگایا؟ فرمایا: اسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ جب وہ کسی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس سے یہی کہتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ اسے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائے گا۔ اور بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا کہ بے شک میں تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک نشانی لے کر آیا ہوں کہ بے شک میں تمھارے سامنے مٹی سے پرندے کی شکل کی مانند بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتی ہے اور میں اللہ کے حکم سے پیدائشی اندھے اور برص والے کو تندرست کرتا ہوں اور مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں اور تمھیں بتا دیتا ہوں جو کچھ تم اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور جو ذخیرہ کرتے ہو، بے شک اس میں تمھارے لیے ایک نشانی ہے، اگر تم مومن ہو۔ اور اس کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے تورات سے ہے اور تاکہ میں تمھارے لیے بعض وہ چیزیں حلال کر دوں جو تم پر حرام کی گئی تھیں اور میں تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک نشانی لے کر آیا ہوں، سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ بے شک اللہ ہی میرا رب اور تمھارا رب ہے، پس اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔''

سوم:..... ہمارے نبی اکرم محمد رسول اللہ ﷺ کا معجزہ

جب ہمارے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو ضروری تھا کہ آپ بھی کوئی ایسی نشانی لیکر آتے جیسے آپ کے بھائی انبیائے کرام علیہم السلام لیکر آئے تھے۔ اور یہ نشانیاں اس بات پر دلالت کرتیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ تو آپ سب سے بڑی عقلی نشانی یعنی قرآن کریم لے کر آئے۔ کیونکہ آپ کی رسالت قیامت تک قائم رہنے والی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے؛ اس لیے آپ کا معجزہ بھی عقل سے مخاطب ہوتا ہے اور قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ قَالُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَوَ لَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾

[العنکبوت ۵۰۔۵۱]

''اور کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نازل نہیں ہوئیں کہہ دو کہ نشانیاں تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں۔ اور میں تو کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ کیا ان لوگوں کے لیے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ کچھ شک نہیں کہ مومن لوگوں کے لیے اس میں رحمت اور نصیحت ہے۔''

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کا معجزہ اپنے سے پہلے کے تمام معجزات سے زیادہ کامل ہے؛ اس کی کئی ایک وجوہات ہیں:

اوّل:..... یہ [سابقہ] معجزات پائے تو گئے تھے؛ مگر ان کو دوام اور بقا نصیب نہیں ہوا۔ بیشک لاٹھی کا اژدھا بننا اور مردوں کو زندہ کرنے کا اب کوئی اثر باقی نہیں .....اس کے بعد آپ نے کچھ کلام کیا ہے؛ جس کا حاصل خلاصہ یہ ہے.....:''بیشک اگر کوئی ایسا شخص جس نے اپنی آنکھوں سے ان معجزات کا مشاہدہ نہ کیا ہو؛ اور وہ ان کا انکار کردے؛ تو اس منکر کو ان کے وقوع پذیر ہونے پر قانع کرنا ممکن نہیں۔ کیونکہ یہ معجزات وقوع پذیر ہوئے اور ختم ہوگئے۔.....پھر فرمایا:''جب کہ قرآن باقی ہے۔ اگر کوئی اس کا انکار کرے تو ہم کہیں گے اس جیسا قرآن لاکر دکھاؤ۔''

دوم:.....لاٹھی کا اژدھا بننا ایک ہی جگہ پر ہوتا تھا۔ جو کوئی اس جگہ پر موجود نہ ہو وہ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معجزہ کو نہ دیکھ سکتا تھا۔ جب کہ قرآن کریم مشرق ومغرب ہر جگہ پر پہنچ چکا ہے اور اسے ہر ایک سن سکتا ہے۔'' [تفسیر الرازی ۲۵/۶۸]

ذیل میں قرآن مجید کا کچھ تعارف پیش کیا جا رہا ہے:

قرآن کریم کا تعارف اور کیفیت نزول

۱۔قرآن کریم:

یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کلام ہے جسے اپنے رسول محمد ﷺ پر متفرق طور پر تیئس سال کے عرصہ میں نازل فرمایا ہے۔

قرآن کریم: ایک سو چودہ سورتوں پر مشتمل ہے۔ ہر ایک سورت میں کئی ایک آیات ہیں؛ اور بعض سورتوں میں سینکڑوں آیات ہیں۔ اور بعض میں صرف تین آیات ہیں۔

آیت: اس جملے کو کہتے ہیں جو کئی کلمات سے مل کر بنا ہو۔ ان میں سے ہر ایک کلمہ بذات خود اپنے معنی پر دلالت کرتا ہے جب کے دوسرے کلمات کے ساتھ مل کر ایک موضوع پر دلالت کرتا ہے۔

قرآن کریم تمام مسائل دین کو شامل ہے۔ یہ وہ دین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔ یہ محمد ﷺ کے صدق نبوت کی دلیل ہے۔

۲۔نزول وحی:

یہ قرآن وحی کی صورت میں نبی اکرم ﷺ پر نازل فرشتے کے ذریعہ سے نازل ہوا۔ وہ فرشتہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔

جب آپ چالیس سال کی عمر کو پہنچے- یہ وہ عمر ہے جب انسان کا بدن اور اس کی عقل کامل ہو جاتے ہیں-؛ تو آپ پہلے خواب میں دیکھتے تھے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ تقریباً چھ ماہ تک یہی سلسلہ چلتا رہا۔ جو کچھ آپ نیند میں دیکھتے؛ وہ عالم بیداری میں ویسے ہی پیش آتا جیسے نیند کے عالم میں دیکھا تھا۔ یہ اس لیے ہو رہا تھا تا کہ آپ اس سے مانوس ہو جائیں؛ آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو وحی برداشت کرنے کے لیے تیار کیا جا رہا تھا۔

ذیل میں ہم وہ روایات پیش کرتے ہیں جو اس ابتداء کو بیان کرتی ہیں:

۱۔ بعثت کے وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ کی بعثت چالیس سال کی عمر میں ہوئی۔''

[البخاری 3902 ؛ مسلم 6042]

۲۔ وحی کی ابتداء: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((أول ما بدِيءَ بِهِ رسول اللهِ ﷺ مِن الوحيِ الرؤيا الصالِحة فِي النومِ فكان لا يرى رؤيا إلا جائت مِثل فلقِ الصبحِ .))

[البخاری]

''سب سے پہلی وحی جو رسول اللہ ﷺ پر اترنی شروع ہوئی وہ اچھے خواب تھے، جو بحالت نیند آپ ﷺ دیکھتے تھے، چنانچہ جب بھی آپ ﷺ خواب دیکھتے تو وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہو جاتا۔''

۳۔ پتھر کی آپ ﷺ سے گفتگو

جب آپ پتھر کے پاس سے گزرتے تو آپ سنا کرتے تھے کہ پتھر آپ کو سلام کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے: "السلام عليك يارسول الله"

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں کہ جو مکہ مکرمہ میں میرے مبعوث ہونے سے پہلے مجھ پر سلام کیا کرتا تھا؛ میں اب بھی اسے جانتا ہوں۔'' [مسلم ۵۸۹۲]

۴۔ پہلی مرتبہ فرشتے کا ظہور

پھر اس کے بعد فرشتہ حضرت جبریل علیہ السلام ایک پہاڑ کی چوٹی پر غار حراء میں آپ کے سامنے آیا۔ اس نے آ کر کہا: ''پڑھیے!

آپ ﷺ نے عذر پیش کیا اور فرمایا: ''میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو فرشتے نے آپ ﷺ کو پکڑ کر سینے سے لگایا؛ اور دبایا؛ ایسا تین بار کیا۔

پھر چھوڑ کر فرمایا پڑھیے:

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ o الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o عَلَّمَ الْاِنسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ﴾

[العلق ۱-۵]

''اپنے رب کے نام سے پڑھیں جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کی بوند سے پیدا کیا۔ پڑھیں اور آپ کے رب تعالیٰ بڑے کریم ہیں۔ جنہوں نے بذریعہ قلم علم سکھایا۔ اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا۔''

آپ نے یہ آیات یاد کر لیں۔ اور وہاں پہاڑ سے گھبرائے ہوئے نیچے اترے۔ آپ نے جو کچھ دیکھا اور سنا اس سے خوف زدہ تھے۔ واپس اپنے گھر زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے؛ اور انہیں اس معاملہ کی خبر دی۔ تو انہوں نے آپ کو اطمینان دلایا؛ اور تسلی دی۔ [حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا] فرمانے لگیں کہ:

''آپ گھبرائیے نہیں؛ اور پھر آپ کو آپ کے اعلیٰ اخلاق یاد دلائے؛ اور فرمایا:

''ایسے اخلاق والوں کو اللہ تعالیٰ رسوا نہیں کرتے بلکہ انہیں عزت بخشتے ہیں۔''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دیکھ رہی تھیں کہ آپ میں ایسی اعلیٰ اخلاقی صفات پائی جاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ شیاطین کے لیے نہیں چھوڑتے۔

اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو اپنے سن رسیدہ چچا زاد بھائی کے پاس لیکر گئیں جسے ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزی کہا جاتا تھا۔ ورقہ دور جاہلیت میں اسلام سے قبل نصرانی ہو گئے تھے، وہ عربی لکھنا جانتے تھے اور انجیل کو عربی زبان میں جتنا اللہ کو منظور ہوتا لکھتے تھے یہ بہت بوڑھے اور نابینا ہو گئے تھے۔ حضرت ورقہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو مخاطب کر کے کہا: اے بھتیجے تم کیا دیکھتے ہو؟

تو رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا اس سے آگاہ کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ورقہ کہنے لگا: ,,یہ تو وہ ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔کاش! میں اس وقت تک زندہ رہتا جب تیری قوم تجھے نکالے گی۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟

حضرت ورقہ رضی اللہ عنہ نے کہا:''ہاں جو بھی آپ ﷺ جیسا نبی بن کر دنیا میں آیا لوگ اس کے دشمن ہو گئے۔اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو میں تمہاری بھرپور مدد کروں گا۔

پھر زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ ورقہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔''[البخاری ۶۹۸۲؛مسلم ۱۶۰]

۵۔دوسری شکل میں فرشتے کی آمد

پھر کچھ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپ راستے میں چل رہے تھے کہ آسمان سے ایک آواز سنی؛ تو سر اٹھا کر دیکھا۔پس آپ کو جبریل نظر آئے۔یہ تو وہی فرشتہ ہے تھا جو کہ غار حراء میں آیا تھا۔جبریل آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔انہیں دیکھ کر آپ کو بہت خوف لاحق ہوا اور زمین پر گر پڑے۔اور پھر واپس گھر چلے گئے؛ اور فرمانے لگے:

''مجھے کمبل اوڑھا دو؛ مجھے کمبل اوڑھا دو۔''[البخاری ۴۹۲۵؛مسلم ۱۶۱]

اس کی وجہ اس خوف کی شدت تھی جو اس سخت سردی میں آپ نے محسوس کیا۔

یہ بھی وحی کی صورتوں میں سے ایک صورت تھی۔پھر اس کے بعد یہ فرشتہ آپ کے پاس کبھی انسان کی صورت میں آتا؛ اور کبھی آتا تو دیکھائی نہیں دیتا تھا۔لیکن اس حالت میں آپ پر ایک غنودگی سی طاری ہو جاتی تھی۔اور آپ کی طرف قرآن کی آیات وحی کی جاتیں۔پھر آپ کو افاقہ ہوتا تو آپ کو وہ آیات یاد ہوتیں جو وحی کی گئی تھیں۔

یہ جو آیات آپ پر نازل ہوا کرتی تھیں ان سے ایک سو چودہ سورتیں تکوین پائیں۔جن میں چھ ہزار سے زائد آیات ہیں۔یہ سارا عمل تیئس سال کے طویل عرصہ میں انجام پایا۔نبی کریم ﷺ ان آیات کو زبانی حفظ کیا کرتے تھے۔اور نمازوں میں انہیں اونچی آواز میں پڑھا کرتے تھے؛ اور آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپ کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہوتے۔

پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں ایسے لوگ بھی تھے جنہیں پورا قرآن زبانی یاد تھا؛ اور کچھ لوگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایسے تھے جنہیں کچھ کچھ حصے یاد تھے۔

پھر قرآن مجید کے حفظ و تعلیم اور پڑھنے پڑھانے کے اہتمام کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ کوئی شہر یا گاؤں اور کوئی بستی ایسی نہیں پائی جاتی جس میں حافظ قرآن موجود نہ ہو۔ ہمارے آج کے دن تک بہت بڑی تعداد میں مرد؛ عورتیں اور بچے حافظ قرآن موجود ہیں۔

یہ قرآن مجید ہے؛ اور حضرت محمد ﷺ پر اس کے نازل ہونے کا یہ طریقہ تھا۔

ذیل میں کچھ وجوہ دلالت بیان کی جا رہی ہیں جن سے بحث و تمحیص کے بعد یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم کے منزل من اللہ ہونے کے دلائل

قرآن کریم میں بیسووں ایسے دلائل پائے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

ذیل میں ان جملہ دلائل میں چند ایک دلائل پیش کیے جا رہے ہیں:

پہلی وجہ:.....قرآن کریم کا لغوی اعجاز

یقیناً اللہ تعالیٰ کے اس قرآن کو نازل کرنے میں اور اس کے اعداد کی ترتیب بذات خود ایک بہت بڑی نشانی ہے۔اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایسے اسباب میسر کیے؛ اور اس عربی زبان کی رعایت وتربیت کی جس میں یہ قرآن نازل ہونا تھا۔حتی کہ جب قرآن نازل ہوا تو یہ زبان درجہ کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔

عربوں نے اپنی زبانی دانی کا بہت ہی زیادہ اہتمام کیا تھا۔حتی کہ زبان دانی کے لیے بازار لگتے اور میلے سجتے؛ وہاں پر ہر جگہ سے خطباء وشعراء حاضر ہوتے۔شعری قصیدے پڑھے جاتے؛ نثر کی صورت میں خطبے دیے جاتے۔جن کو سننے والے لوگوں کا ایک مجمع ہوا کرتا تھا۔اور ان کے مابین فیصلہ کرنے والے بڑے بڑے اہل بلاغت ہوتے۔پھر ان میں سے کامیاب قصیدوں کو سب سے بڑی جگہ پر یعنی بیت اللہ میں لٹکایا جاتا۔اس طرح ان تمام لوگوں کی رضا مندی سے بیت اللہ کے دروازے پر سات قصیدے لٹکائے گئے تھے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”کہتے ہیں کہ معلقات سبعہ کو بیت اللہ کے ساتھ لٹکایا گیا تھا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ عربوں میں جب کوئی قصیدہ لکھتا تو اسے قریش پر پیش کیا جاتا۔اگر وہ اسے تسلیم کر لیتے اور اجازت دیتے تو اسے بیت اللہ کے ساتھ لٹکا دیا جاتا۔جو کہ اس قصیدہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کی عظمت کا شاہکار سمجھا جاتا؛ اس طرح یہاں پر کل سات قصیدے جمع ہو گئے۔''

[البدایہ والنہایہ ۲۱۸/۱]

علامہ قنوجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جان لیجیے کہ شعر عرب کا دیوان شمار ہوتے تھے۔انہی میں ان کے علوم ؛ اخبار[تاریخ] اور حکمتیں پوشیدہ ہوتی تھیں۔ رؤوسائے عرب اس میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ اوروہ اپنی شاعری سنانے کے لیے عکاظ نامی بازار میں کھڑے ہوتے۔ اوران میں سے ہر ایک اپنی تمہید اپنی عظمت شان کے مطابق پیش کرتا۔ اور اپنا کلام اہل علم و بصر اور گردونواح کے لوگوں کے سامنے رکھتا۔ ان کی یہ مسابقت یہاں تک پہنچ گئی کہ اس کلام کو بیت اللہ کے ساتھ لٹکایا جانے لگا۔ جوان کے حج کرنے کی جگہ تھی۔اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعمیر کردہ خانہ کعبہ تھا۔جیسا کہ امرؤالقیس بن حجر؛ نابغہ الذبعانی؛ زہیر بن ابی سلمی اور دوسرے اصحاب معلقات سبعہ نے کیا تھا۔''

[ابجد العلوم ؛ الباب السادس]

عربی زبان نے خوب ترقی پائی اور ایک ایک معنی میں کئی کئی کلمات بولے جانے لگے۔ حتی کہ ایک معنی میں دس دس کلمات ہوتے ؛ اوران کی دلالت استعمال کے حساب سے مختلف ہوتی۔ اور ایسے ہی اس کے برعکس بھی تھا۔کبھی کبھی ایک کلمہ کے کئی کئی معانی لیے جاتے۔ اور سیاق کے اعتبار سے مراد پر استدلال کیا جاتا۔

یہی وجہ ہے کہ عربی زبان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کے نزول سے قبل اس کی تیاری کا ایک پورا مرحلہ گزرا ہے۔ اورنزول قرآن کے وقت یہ زبان اپنے اوج کمال پر تھی۔ اہل زبان قرآن کے مصدر کی معرفت حاصل کرنے کے لیے تیار اوراس کے اہل تھے۔ وہ جان سکتے تھے کہ یہ کسی بشر کا کلام ہے؛ جوان کے اسلوب میں اوران کی سوچ وفکر کے مطابق ہے؛ جو کہ ان مسائل پر مشتمل ہے جس میں وہ لوگ غوروفکر کرتے ہیں یا یہ کلام اپنے اسلوب کی ندرت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وجمال؛ بلاغتِ کلمات کے کمال اور عبارت کی فصاحت میں اس کے خلاف ہے۔

علامہ ازہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جب قرآن کریم نازل ہوا تو اس کے مخاطب لوگ عرب تھے۔ جو کہ اہل بیان و فصاحت والے تھے۔ ان کی فہم ودانست تجربہ کار تھی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی زبان میں قرآن نازل کیا؛ یہ قرآن بھی اسی کلام کے صیغے تھے جس پر ان لوگوں کی پرورش ہوئی تھی۔ بول چال ان کی فطرت کا حصہ تھی۔ اور اسی پر ان کی تربیت ہوئی تھی۔ وہ خطاب کے اسرار ورموز اور اتار چڑھاؤ سے واقف تھے۔ اس زبان کے نظام اور فنون کی سمجھ رکھتے تھے۔ انہیں مشکل اور نادر الفاظ کے سمجھنے کے لیے کسی تعلیم وتعلم کی مزید ضرورت نہ تھی۔ ان لوگوں کی طرح جو پیدا ہوتے ہیں اور تربیت پاتے ہیں مگر عربی زبان نہیں جانتے حتی کہ اسے سیکھ لیں۔ اور نہ ہی انہیں اس کی ضرب امثال؛ طرق واسالیب کی سمجھ ہوتی ہے حتی کہ یہ سمجھ حاصل کر لی جائے۔'' [تہذیب اللغۃ]

قرآن مجید ایسے اسلوب میں نازل ہوا جو کہ عرب عادات کے برعکس تھا۔ اس لیے کہ عربوں کے ہاں کلام یا تو شعر میں ہوتا ہے یا نثر میں۔ اور ان میں سے ہر ایک قسم کے تحت اس کی کئی ذیلی اقسام ہوتی ہیں۔ لیکن قرآن کریم ایسے ہوشربا اسلوب میں آیا کہ اس نے محاسن کلام کی تمام اقسام کو جمع کر دیا تھا۔

کلمات تو وہی عربی کلمات تھے۔ حروف بھی وہی حروف تھے۔ لیکن اس کا معجزہ سیاق کے لحاظ ان مفردات کا اختیار تھا جن سے تعبیری معانی مراد لیے جانے تھے۔ اسے فن کی زبان میں نظم وتألیف کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر اس کے ایک کلمہ کو اپنی جگہ سے ہٹا دیا جائے اور پھر کوشش کی جائے کہ اس کے متبادل کوئی دوسرا کلمہ یہاں پر رکھا جائے تو یہ دوسرا کلمہ اپنے مقام ومرتبہ اور جمال کے لحاظ سے پہلے کلمہ کی جگہ نہیں لے سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ پہلے پہل جب اہل عرب نے قرآن سنا تو کہنے لگے کہ ہم بھی اس جیسا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قرآن پیش کر سکتے ہیں۔تو پھر قرآن نے ان کو چیلنج کیا کہ اس جیسا کلام لا کر دیکھائیں۔اور پھر بڑی تاکید کے ساتھ فرمایا کہ تمام بشریت مل کر اس جیسا کلام پیش نہیں کر سکتی؛ اور نہ ہی اس جیسی دس سورتیں پیش کر سکتی ہے؛ بلکہ ایک سورت پیش کرنا بھی ان کے بس میں نہیں ہے۔اسی چیز کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ﴾ [الانفال ۳۱]

''اور جب ان پر ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں یقیناً ہم نے سن لیا، اگر ہم چاہیں تو اس جیسا ہم بھی کہہ دیں، یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں۔''

علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں: اور جب ان -کافروں- پر ہماری کتاب کی واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ -ان لوگوں سے جن کے سینے اللہ تعالیٰ نے اس کی سمجھ کے لیے کھول دیے ہوں- جہالت اور حق سے سرکشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں ؛ حالانکہ وہ جانتے ہیں وہ اپنے دعوی میں جھوٹ بول رہے ہیں؛ مگر پھر بھی کہتے ہیں:

﴿لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ﴾ [الانفال ۳۱]

''اگر چاہیں تو یقیناً ہم بھی ایسا کہہ دیں، یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں۔''

یعنی وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ قرآن جو انہیں پڑھ کر سنایا جاتا ہے وہ پہلے لوگوں کی کہانیوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

اساطیر اسطر کی جمع ہے؛ اور اسطر سطور ایک ہی ہیں۔اساطیر کی واحدہ اسطورۃ بھی آتی ہے جسے کہانی کہا جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بیشک مشرکین جب یہ کہتے تھے کہ:

﴿ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴾ [الانفال ۳۱]

''یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں۔''

اس سے مراد یہ ہوتی تھی کہ یہ قرآن جو ہمیں پڑھ کر سنایا جا رہا ہے۔اے محمد! یہ تو پہلے لوگوں کی لکھی ہوئی کہانیاں ہیں۔جو انہوں نے سابقہ امتوں کی تاریخ اور خبریں لکھ رکھی ہیں۔ گویا کہ وہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ یہ کلام آپ نے بنی آدم سے ہی لیا ہے؛ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف کوئی وحی نازل نہیں فرمائی۔

۲۔ جب ان لوگوں نے یہ خیال کیا کہ وہ بھی اس قرآن جیسا کلام پیش کر سکتے ہیں؛ تو رب سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں چیلنج کیا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلۡ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ ۝ فَلۡيَاۡتُوۡا بِحَدِيۡثٍ مِّثۡلِهٖۤ اِنۡ كَانُوۡا صٰدِقِيۡنَ ۝ ﴾ [الطور ۳۳۔۳۴]

''کیا وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے از خود بنا لیا ہے بلکہ یہ ایمان نہیں رکھتے۔ اگر یہ سچے ہیں تو ایسا کلام بنا لائیں۔''

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ:

﴿اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ تَقَوَّلَهٗ ﴾ [الطور]

''یا وہ کہتے ہیں کہ اسے از خود بنا لیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ''کیا یہ مشرکین کہتے ہیں کہ محمد ﷺ نے قرآن از خود بنا لیا ہے؛ اور یہ ان کی اپنی تخلیق ہے۔''

اور پھر یہ فرمانا کہ:

﴿بَلۡ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ ۝﴾ [الطور]

''بلکہ وہ ایمان نہیں رکھتے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں؛ وہ جھوٹ بولتے ہیں؛ بلکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

درحقیقت ان کا کوئی ایمان ہی نہیں ہے کہ وہ اس حق کی تصدیق کریں جو ان کے رب سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس آ پہنچا ہے۔

اور پھر یہ فرمانا کہ: ﴿فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ﴾ [الطور]

''تو پھر ایسا کلام بنا لائیں۔'' یعنیاللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ: پھر جن مشرکین کا یہ دعوی ہے؛ انہیں چاہیے کہ اس قرآن جیسا کلام پیش کریں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی زبان بھی وہی ہے جو محمد ﷺ کی ہے؛ اگر وہ سچے ہیں کہ یہ کلام محمد ﷺ نے اپنی طرف سے تخلیق کرلیا ہے؛ تو ان کے لیے محمد ﷺ کے لائے ہوئے پیغام جیسا کلام پیش کرنے میں کوئی مشکل نہیں ہونی چاہیے۔'' [الطبری ۱۹/۲۷]

علامہ ابن عاشور رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مشرکین کا یہ کلام اس قرآن پر طعنہ زنی کے لیے تھا جو محمد ﷺ کی صداقت رسالت پر ایک زندہ اور قائم معجزہ ہے۔ ان کا دعوی یہ تھا کہ: آپ ﷺ نے اپنی طرف سے یہ کلام اللہ تعالیٰ پر گھڑ لیا ہے۔ یہ آپ کی چالاکی کا مظہر ہے۔ قرآن نے پورے زور کے ساتھ ان کے اس دعوی کو باطل ثابت کرتے ہوئے انہیں چیلنج کیا کہ وہ اس قرآن جیسی کتاب لاکر دیکھائیں۔ ارشاد فرمایا:

﴿فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ۝﴾ [الطور ۳۳-۳۴]

''اگر یہ سچے ہیں تو انہیں چاہیے کہ ایسا کلام بنا لائیں۔''

یعنی اپنے دعوی میں اگر سچے ہیں کہ محمد ﷺ یہ کلام اپنی طرف سے گھڑ لائے ہیں تو تم بھی اس جیسا کلام لاکر پیش کرو۔ اس جیسا کلام پیش کرنے سے ان کا عاجز آجانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ محمد ﷺ بھی عربوں میں سے ایک ہیں۔ اور اسی زبان میں گفتگو کرتے ہیں جو ان کی اپنی زبان ہے۔ اور دونوں فریقوں کے مابین نظم کلام پر قدرت میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مساوات ثابت ہے۔ اگر قرآن محمد ﷺ کا اپنا کلام ہے تو عرب کے بعض خاص اہل فصاحت و بلاغت اس جیسے کلام کی تالیف پر قادر ہو سکتے ہیں۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے انہیں چیلنج کیا کہ اس قرآن جیسا کلام لا کر پیش کریں تو اس وقت ان میں ان کے بلغاء؛ خطباء اور شعراء موجود تھے؛ اور یہ تمام ملت کفر پر ایک تھے۔ ان لوگوں کا قرآن جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز آ جانا اس بات کی دلیل تھی کہ بشریت قرآن کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ سورت ہود میں فرماتے ہیں:

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝﴾ [هود ۱۳-۱۴]

''یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے۔ فرما دیں: پھر اس جیسی دس سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ؛ اور اللہ کے سوا جسے بلا سکتے ہو بلا لو، اگر تم سچے ہو۔ پس اگر وہ تمھاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ صرف اللہ کے علم سے اتارا گیا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو کیا تم حکم ماننے والے ہو؟''

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ﴾

[الانعام ۳۳]

''تو بیشک وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے؛ لیکن ظالم اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔''

لے آؤ: لے آنے سے مراد کسی دوسری جگہ سے لانا ہے۔ اس کے لیے یہ فعل اختیار کیا گیا ؛ یہ نہیں کہا گیا کہ: ''اس جیسا کلام تم بھی کہو؛ یا اس طرح کی چیز پیش کرو۔ اس لیے کہ وہ خود تو اس جیسا کلام پیش کرنے سے معذوری ظاہر کر چکے تھے؛ اب اگر کسی دوسرے سے ایسا کلام لا کر پیش کر سکتے ہیں تو ایسا بھی کر لیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یعنی: تو پھر انہیں چاہیے کہ ایسا کلام کہیں سے لے آئیں جس میں قرآن کی اغراض میں سے کسی غرض کے بیان کی خاصیت و مشابہت ہو؛ نہ کہ فقط خبریں ہوں۔

اور یہ بھی جائز ہے کہ یہاں پر ساری گفتگو کا اطلاق اخبار پر ہو رہا ہو۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ پھر قرآن کے قصوں جیسے قصص لا کر پیش کریں۔ تو یہ بطور تنزلی کے ہوگا۔ اس لیے کہ سابقہ خبریں دینا متکلم کے لیے کوئی اپنی ایجاد کردہ غرض پیش کرنے کی نسبت زیادہ آسان ہوتا ہے۔ اس لیے کہ وہ لوگ کہا کرتے تھے کہ: ''قرآن پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔-جس میں ماضی کی امتوں کے احوال بتائے گئے ہیں-؛ تو انہیں چاہیے کہ اس جیسی خبریں [یا قصے] لا کر پیش کریں۔ اس لیے کہ قرآن میں موجود معارف و شرائع اور دلائل کی مانند کلام پیش کرنا کسی کے بس کا کام نہیں۔ کیونکہ یہ بات تو جو بھی قرآن سنتے تھے وہ سارے لوگ یہ سمجھتے تھے۔

یہاں پر مثال کا معنی یہ ہے کہ: ایسا کلام جو فصاحت و بلاغت میں قرآن کے ہم مثل یا ہم پلہ ہو؛ کیونکہ یہ ایسی خصوصیات ہیں جنہیں اہل عرب کلام سنتے ہی سمجھ جاتے ہیں۔ جب کہ ان کی طبائع اس جیسے کلام کا احاطہ اپنے کلام میں نہیں کر سکتیں۔'' [التحریر والتنویر ۱/۴۱۷۵]

۳۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ مَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۳۷) اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰيهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ [یونس ۳۷-۳۸]

''اور یہ قرآن ہرگز ایسا نہیں کہ اللہ کے غیر سے گھڑ لیا جائے اور لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور رب العالمین کی طرف سے کتاب کی تفصیل ہے، جس میں کوئی شک نہیں۔ یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے؟ کہہ دے تو تم اس جیسی ایک سورت لے آ اور اللہ کے سوا جسے بلا سکو بلا لو، اگر تم سچے ہو۔''

علامہ طبری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''یہ قرآن ایسا ہرگز نہیں کہ اسے غیر اللہ کی طرف سے گھڑ لیا جائے۔ اس پر تو مخلوق میں سے کوئی ایک بھی قدرت نہیں رکھتا۔

﴿ وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ﴾

''لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں: ''یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے؛ جو اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے نازل کیا گیا ہے؛ یعنی اس سے پہلے جو کتابیں دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام پر نازل ہوئی ہیں جیسے تورات؛ انجیل اور دیگر اللہ تعالیٰ کی کتابیں؛ جنہیں اس نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام پر نازل کیا تھا۔

﴿وَ تَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ ﴾

''اور کتاب کی تفصیل ہے''

یعنی اس کتاب کی وضاحت اور بیان ہے جو کتاب اللہ تعالیٰ نے امت محمد ﷺ پر عائد کی ہے؛ جس میں اس کے وہ فرائض ہیں جو اس نے اپنے سابقہ علم میں ان پر فرض کر رکھے تھے۔

﴿لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''اس میں کچھ شک نہیں؛ یہ رب العالمین کی طرف سے۔''

یعنی اس میں کوئی شبہ یا ابہام نہیں ہے کہ یہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی کتاب ہے؛ اور اللہ رب العالمین کی طرف سے اس میں تفصیل ہے۔ کسی دوسرے کی طرف سے گھڑی ہوئی افتراء پردازی یا جھوٹ نہیں ہے..... حتی کہ فرمایا:

''کیا یہ مشرکین کہتے ہیں کہ: محمد ﷺ نے یہ قرآن اپنی طرف سے گھڑ لایا ہے۔ اور اسے خود ہی ایجاد کر لیا ہے۔ تو اے محمد ﷺ! آپ ان سے فرمادیں: اگر بات ایسے ہی ہے جیسے تم کہتے ہو؛ کہ میں نے یہ کلام تخلیق کیا ہے؛ اور اسے اپنی طرف سے گھڑ لایا ہوں۔ تو بیشک تم بھی میرے جیسے عرب ہی ہو؛ میری زبان اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میرا کلام تمہاری زبان جیسا ہے۔ پس تم بھی اس قرآن کی مانند کوئی ایک سورت ہی بنالاؤ۔'' [الطبری ۲/۱۱۸]

یہاں پر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کافی لمبا کلام کیا ہے؛ آپ فرماتے ہیں:

''اس میں کئی مسائل ہیں:

پہلا مسئلہ: جان لیجیے کہ: جب ہم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر شروع کی:

﴿وَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ [یونس ۲۰]

''اور کہتے ہیں اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اتاری گئی؟''

ہم نے یہ بیان کیا تھا کہ: ان لوگوں نے ایسی باتیں کی تھیں۔ کیونکہ ان کا اعتقاد تھا کہ قرآن کوئی معجزہ نہیں ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلام اپنی طرف سے گھڑ کر ایجاد کر لائے ہیں۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کلام کے بہت سارے جوابات ذکر کیے۔ اور یہ بیانات اسی ترتیب کے مطابق بڑھتے چلے گئے جس کی شرح اور تفصیل ہم نے بیان کر دی ہے؛ یہاں تک کہ یہ مقام آ گیا۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس مقام پر واضح کر دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قرآن لا کر پیش کرنا اللہ تعالیٰ پر افتراء پردازی [جھوٹ اور من گھڑت] نہیں؛ بلکہ یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ وحی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس مؤقف کی درستگی پر دلیل پیش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ﴾ [یونس ۳۸]

''یا وہ کہتے ہیں: یہ گھڑ لیا ہے؟ فرما دیں: تو تم اس جیسی ایک سورت لے آؤ۔''

یہ اس کلام کے معجزہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہونے کی دلیل ہے؛ کہ افتراء پردازی اور تخلیق کاری سے مبرا اور پاک ہے۔ ان آیات کی تنظیم میں یہی صحیح ترتیب ہے۔''

دوسرا مسئلہ:..... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ مَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ یُّفْتَرٰى﴾ [یونس ۳۷]

''اور یہ قرآن ہرگز ایسا نہیں کہ اسے گھڑ لیا جائے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس میں دو باتیں ہیں:

پہلی بات :.....اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿ اَنْ یُّفْتَرٰی ﴾ ''کہ اسے گھڑ لیا جائے'' تقدیر مصدر میں ہے۔اس کا معنی یہ ہے کہ: ''یہ کلام ہرگز غیر اللہ کی طرف سے گھڑا ہوا نہیں ہے۔جیسا کہ آپ کسی بات پر زور دیکر کہتے ہیں: یہ تو صرف جھوٹی بات ہے۔

دوسری بات :.....کہا جاتا ہے کہ یہاں پر کلمہ: ﴿ اَنْ ﴾ لام کے معنی میں آیا ہے۔ اور تقدیر عبارت کے طور پر یوں ہوگا کہ: ''یہ قرآن ہرگز ایسا نہیں ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی [اپنی طرف سے] جھوٹ گھڑ لائے۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ﴾ [التوبة ۱۲۲]

''اور مومن کے لیے ایسا نہ تھا کہ سبھی نکل جائیں۔''

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ ﴾

[آل عمران ۱۷۹]

''جس حال میں تم ہو اسی پر اللہ ایمان والوں کو نہ چھوڑے گا جب تک کہ پاک اور ناپاک الگ الگ نہ کر دے اور نہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ تمہیں غیب سے آگاہ کر دے۔''

یعنی ان کے لیے ہرگز مناسب نہ تھا کہ وہ ایسا کریں۔اس کا معنی یہ ہے کہ اس قرآن کے ساتھ ہرگز یہ مناسب نہیں کہ اسے جھوٹ گھڑ لیا جائے۔یعنی اس کے اوصاف کوئی ایسے اوصاف نہیں ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑا جا سکتا ہو۔کیونکہ جھوٹ گھڑا ہوا کلام بشر کی اپنی تخلیق ہوتا ہے۔جبکہ قرآن ایسا معجزہ ہے جس کے پیش کرنے پر بشریت قادر نہیں ہے۔

افتراء: یہ فریہ سے ہے۔[کہا جاتا ہے] فریت الادیم ''جب آپ اسے کاٹنے پر قادر ہوں۔پھر یہ لفظ جھوٹ کے لیے استعمال ہونے لگا۔جیسا کہا جاتا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''یہ کلام فلاں کی تخلیق [گھڑا ہوا] ہے۔'' یعنی جھوٹی بات ہے۔

حاصل کلام! اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی اس قرآن کے پیش کرنے پر قادر نہیں۔

پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس دعوی پر کئی دلائل پیش کیے ہیں:

پہلی حجت :.....اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ﴾ [یونس ۳۷]

''لیکن تصدیق ہے اس کی جو اس سے پہلے ہے۔''

اس آیت سے حجت [یا دلیل] لینے کی کئی وجوہات ہیں:

اوّل: .....حضرت محمد ﷺ پڑھے لکھے نہیں تھے؛ اور نہ ہی آپ نے تعلیم حاصل کرنے کے لیے کسی دوسرے شہر کا کوئی سفر کیا۔ اور مکہ مکرمہ علماء کا شہر [علمی مرکز] نہیں تھا۔ اور نہ ہی یہاں پر علمی کتابیں پائی جاتی تھیں۔ لیکن پھر بھی آپ ﷺ یہ قرآن لے کر آئے۔ اور اس قرآن میں پرانے لوگوں کے قصے بھی تھے۔ آپ کی قوم کے لوگ آپ سے بہت زیادہ عداوت رکھتے تھے۔ اگر یہ قصے تورات اور انجیل کی تعلیمات کے مطابق نہ ہوتے تو یہ لوگ ضرور ان پر جرح وقدح کرتے اور طعنہ زنی کی انتہاء کر دیتے اور آپ سے یہ بات کہہ دیتے کہ: ''آپ جیسے یہ قصہ بیان کر رہے ہیں؛ اصل میں یہ ایسے نہیں ہیں۔''

❁ جب ان کی دشمنی اور قرآن میں طعنہ کرنے اور اس کی اصل شکال بگاڑنے کی انتہائی حرص کے باوجود ان میں سے کوئی ایک ایسا نہیں کہہ سکا؛ تو اس سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ آپ نے یہ قصے ویسے ہی بیان کیے ہیں جیسے تورات اور انجیل میں بیان ہوئے ہیں۔ حالانکہ آپ نے یہ کتابیں نہ دیکھیں نہ پڑھیں۔

اور نہ ہی کسی ایک کی شاگردی میں رہے۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے یہ باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی وحی کی روشنی میں بتائی ہیں۔

دوسری حجت:.....اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی سابقہ کتابیں محمد ﷺ کی آمد پر دلالت کرتی ہیں۔ اور یہ کچھ سورت بقرہ کی اس آیت کی تفسیر میں بیان ہوا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ﴾ [البقرۃ ۴۰]

''اور تم میرا عہد پورا کرو، میں تمھارا عہد پورا کروں گا۔''

اور جب معاملہ ایسے ہی تھا؛ تو محمد ﷺ کی آمد ان سابقہ کتابوں میں موجود آپ کے آنے کی خبروں کی تصدیق تھی۔ تو یہ مراد ہے آپ سے پہلی چیزوں کی تصدیق سے۔

تیسری حجت :.....آپ ﷺ نے قرآن میں مستقبل سے متعلق بہت سارے غیب کے معاملات کی اطلاع دی تھی۔ اور وہ معاملات ایسے ہی پورے ہوئے جیسے آپ نے بتایا تھا۔ پھر اس کے بعد آپ نے اور بھی کئی وجوہات پیش کی ہیں۔''

[دیکھو: تفسیر الرازی ۱۷/ ۸۰]

اور پھر یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام کو یہ چیلنج کیا تھا کہ وہ اس قرآن جیسی کتاب لے آئیں؛ یا اس جیسی دس سورتیں ہی لا کر پیش کر دیں؛ یا پھر ایک ہی سورت بنا لائیں؛ تو وہ ایسا کرنے سے عاجز آ گئے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (۸۸)﴾

[الاسراء ۸۸]

''کہہ دے اگر سب انسان اور جن جمع ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا نہیں لائیں گے، اگر چہ ان کا بعض بعض کا مددگار ہو۔''

۵۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ [ھود ۱۳]

''یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے۔ فرما دیں: پھر اس جیسی دس سورتیں گھڑی ہوئی لے آ اور اللہ کے سوا جسے بلا سکتے ہو بلا لو، اگر تم سچے ہو۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۶۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ اِن كُنتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّن مِّثْلِهٖ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُم مِّن دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنتُمْ صٰدِقِیْنَ(۲۳) فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ(۲۴) ﴾ [البقرۃ ۲۳۔۲۵]

''اگر تمہیں اس میں شک ہو کہ جو کچھ ہم نے اپنے بندہ پر اتارا ہے؛ تو تم بھی اس جیسی سورت تو بنا لاؤ، اور تم اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے مددگار بھی بلا لو اگر تم سچے ہو۔ سو اگر تم ایسا نہ کرو اور ہرگز نہ کر سکو گے، پس اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ وہ کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''

اب ہم اس آخری آیت کی تفسیر میں وارد ہونے والے مفسرین کے اقوال بیان کرنے پر اکتفا کریں گے؛ اور یہ اقوال دیگر سابقہ آیات کی تفسیر پر بھی دلالت کرتے ہیں۔

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اے اہل کتاب کفار اور مشرکین عرب! اگر تم اس چیز کی بابت شک میں ہو جو کچھ نور اور برہان؛ آیات اور فرقان ہم نے اپنے بندے محمد ﷺ پر نازل کیا ہے؛ وہ میری طرف سے ہی ہے؛ اور میں نے ہی اسے نازل کیا ہے؛ مگر تم [اپنے شک کی وجہ سے] اس پر ایمان نہیں لاتے؛ اور آپ ﷺ کی بات کی تصدیق نہیں کرتے ہو؛ تو پھر کوئی ایسی حجت پیش کرو جس سے اس حجت کو ختم کیا جا سکے۔ اور بیشک تم جانتے ہو کہ ہر نبی کی ایک حجت ہوتی ہے جو دعوائے نبوت کی صداقت پر دلالت کرتی ہے۔ اور وہ [نبی] ایسے براہین لاتا ہے کہ ساری مخلوق اس جیسے براہین پیش کرنے سے عاجز آ جاتی ہے۔

اور محمد ﷺ کی صدق نبوت کے دلائل؛ حجتوں اور براہین میں سے؛ اور یہ کہ آپ جو کچھ لیکر آئے ہیں؛ وہ میری طرف سے ہے؛ ایک حجت یہ بھی ہے کہ تم اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تمہارے وہ انصار و مددگار جن سے تم مدد حاصل کرتے ہو؛ سارے کے سارے اس بات سے عاجز آ گئے ہو کہ اس جیسی ایک سورت ہی پیش کر سکو۔'' اور اگر تم سارے مل کر بھی اس سے عاجز آ گئے ہو؛ حالانکہ تم ماہر اہل فصاحت و بلاغت اور اہل زبان ہو؛ تو تم یقیناً جانتے ہو کہ دوسرے لوگ اس چیز کو پورا کرنے میں تم سے زیادہ عاجز و لاچار ہوں گے جس کے سامنے تم عاجز آ گئے ہو۔ جیسا کہ مجھ سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی ایسے ہوتا رہا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا ایک معجزہ ہوا کرتا تھا؛ جو اس کی صدق نبوت کی پر دلیل ہوتا؛ اور تمام مخلوق اس جیسا معجزہ پیش کرنے سے عاجز آ جاتی تھی۔

پس اس صورت میں یہ ثابت ہو گیا کہ یہ کلام محمد ﷺ نے اپنی طرف سے نہیں گھڑ لیا اور نہ ہی یہ ان کا تخلیق کردہ کلام ہے۔ اگر یہ کلام محمد ﷺ کا ذاتی من گھڑت اور تخلیق کردہ کلام ہوتا تو تم یا باقی مخلوق اس جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز نہ آتے۔ کیونکہ محمد ﷺ ایسے نہیں ہیں۔ وہ [بحیثیت بشر] تمہارے جیسے بشر ہیں وہ جسم اور ظاہری تخلیق میں اور فصاحتِ زبان میں تمہارے جیسے بشر ہیں۔ ان کے متعلق یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ آپ اس چیز پر قادر ہوں جس کے کرنے سے تم عاجز آ گئے ہو۔ یا پھر یہ خیال رکھتا جا سکتا ہے کہ جس سے چیز سے تم بے بس ہو گئے ہو؛ وہ آپ کے بس میں ہے۔'' [الطبری ۱/۱۲۸]

علامہ ابن عاشور رحمۃ اللہ علیہ اس قرآن جیسا کلام پیش کرنے سے ان کی بے بسی اور عاجزی کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس کی وجہ یہ ہے: '' قرآن کے الفاظ اور معانی اسی کلام سے نکلے ہیں جن پر اگر کوئی سلیم العقل انسان سنجیدگی سے تدبر و تفکر کرے تو وہ پورے یقین کے ساتھ دوٹوک الفاظ میں کہہ سکتا ہے کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ بیشک ایسی فصاحت و بلاغت ؛ اعجاز و ایجاز والا کلام ان کے ماہرین بلاغت کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہاں بھی نہیں پایا جاتا تھا۔ جبکہ یہ لوگ اس وقت اس معاشرہ میں کثرت کیساتھ تھے۔حتی کہ بعض نے قرآن مجید کی بلاغت کو سجدہ تک کیا؛ اور بعض نے اعتراف کیا کہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہوسکتا.....

قرآن کا یہ کلام ایسے معانی پر مشتمل ہے جن تک ان کے شعراء وخطباء اور حکماء کی رسائی بھی نہیں ہوسکی تھی۔ بلکہ اس کلام کا کچھ حصہ تو ایسا ہے کہ پوری دنیا کے علماء اس کی فصاحت و بلاغت تک نہیں پہنچ سکے۔

سائنس آج تک تسلسل کے ساتھ قرآن کے خفیہ گوشوں اور علوم کو وا کرتی رہی ہے۔ جو اس کے کلام ربانی ہونے کی ایک دلیل ہے۔ اتنی صفات ان لوگوں کے ادراک کے لیے کافی تھیں۔ وہ لوگ بھی اہل خرد و دانش؛ ذہین وفطین اور انتہائی زیرک تھے جس پر ان کے اشعار اور روایات؛ بداہت اور مناظرے دلالت کرتے ہیں۔'' [التحریر والتنویر ۱/۱۹۶]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور تمام بشریت اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہے۔ جب اہل فصاحت و بلاغت؛ ارباب بیان و وضاحت دور اول سے اس قرآن کے مقابلہ سے عاجز ہیں؛ تو پھر دوسرے لوگ بالاولیٰ اس جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز ہیں۔

دوسری وجہ:.....نفس انسانی پر قرآنی اثرات

قرآن مجید کے پڑھنے والے اور سننے والے کے نفس پر اس کی بڑی عجیب تاثیر ہوتی ہے؛ اور یہی بات پہلے دور کے بہت سارے اہل عرب کے اسلام لانے کا براہ راست سبب بنی۔ بیشک جب انسان قرآن کریم کی تلاوت سن رہا ہوتا ہے تو اس کو ایک بہت خاص قسم کا احساس ہوتا ہے؛ بالخصوص ان لوگوں کو جو کلام سمجھنے کا ذوق رکھتے ہوں؛ اور اس کی عبارت کے جمال وکمال؛ قوت اسلوب؛ فصاحت کلام اور بلاغت عبارت کا ادراک رکھتے ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿

[الزمر ۲۳]

''اللہ نے بہترین کلام نازل فرمایا، وہ کتاب جو باہم ملتی جلتی؛ دھرائی جانے والی ہے، اس سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور دل ذکر الٰہی کی طرف نرم پڑ جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے، وہ اس سے جسے چاہے ہدایت دے اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔''

علامہ ابن عاشور رحمۃ اللہ علیہ قرآن کریم کی کئی ایک صفات بیان کرنے کے بعد اس آیت کے معانی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' پانچویں صفت: بیشک اس سے ان لوگوں کی کھالوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں۔ یہ وصف اپنے سے پہلے وصف پر مرتب ہوتا ہے۔ یعنی قرآن کا بار بار دھرایا جانا۔ اس کی اغراض جڑواں ہیں؛ اور تین جہات پر مشتمل ہیں:

اول:.....قرآن مجید کا جلال اور سننے والے کے دل میں اثر انگیزی وصف بیان کرنا۔

اس کی بہت ساری آیات میں ایسی نصیحتیں پائی جاتی ہیں جن سے دل نرم پڑ جاتے ہیں۔ یہ اس کے کمال کا وصف ہے۔ کیونکہ ایسا ہونا دلوں میں اس کی قوت تاثیر کی وجہ سے ہے۔ اہل خطابت وحکمت ہمیشہ یہ کوشش کرتے رہے ہیں کہ وہ اپنے کلام سے مقصود تک رسائی حاصل کر لیں۔ اسی کہ جو کلام سامعین کے سامنے رکھا جاتا ہے؛ اس سے مقصود اس پر عمل کر کے فائدہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اور اہل خطابت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وبلاغت جو اس میدان میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرتے ہیں؛ ان کی غایت وکوشش یہی ہوتی ہے کہ لوگوں کو اس کلام پر قانع کرسکیں.....

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا تقاضا یہی ہے:

﴿ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ﴾ [الزمر ۲۳]

''اس سے اپنے رب سے ڈرنے والوں کی کھالوں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔''

بیشک قرآن ایسے معانی پر مشتمل ہے جس سے کھالوں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ان ہی معانی کو اس فصاحت و بلاغت سے موسوم کیا جاتا ہے جو نفوس میں اس کی عظمت وجلالت اور ہیبت اور خشیت کو پیدا کرتی ہے جس سے سامعین اس کی اتباع پر تیار ہوجاتے ہیں۔اور پھر قرآنی تعلیمات میں جو کچھ امر و نہی کی صورت میں پاتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں۔اور یہ حالت جس میں خشیت ؛ اور دل میں خوف اور ڈر بیدار ہوتا ہے؛ یہاں اسی چیز سے کنایہ بیان کیا گیا ہے۔کیونکہ جب انسان ڈرتا ہے اور اپنے نفس میں ہیبت محسوس کرتا ہے تو اس کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔اسی حالت کو یہاں پر ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

﴿ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ ﴾ [الزمر ۲۳]

''اس سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔''

یعنی اس قرآن کے سننے اور سمجھنے پر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔کیونکہ اس کا سننا اور سمجھنا اس وقت میں متقابل [برابر] ہوتے تھے۔کیونکہ اس کے سننے والے اہل زبان لوگ تھے۔کہا جاتا ہے: اقشعر الجلد کھال کے رونگٹے کھڑے ہوگئے جب وہ بہت سختی کے ساتھ تقابض محسوس کریں۔جیسا کہ بہت سخت سردی کے وقت ہوتا ہے۔اور ایسے ہی جب انسان کوئی ایسی خبر سنتا ہے جس کی وجہ سے اس میں ایک ہیجانی کیفیت پیدا ہوجائے اور خوف محسوس ہو تو اسے بھی دل کی نرمی سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تعبیر کیا جاتا ہے جس کا لازمی اثر ظاہر میں جلد پر رونگٹے کھڑے ہونے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔'' [التحریر والتنویر ۱/۳٦۸۷]

اس قرآن کی قریش کے نفوس میں شدت تاثیر کی وجہ سے وہ آپس میں ایک دوسرے کو بہت سخت نصیحتیں کیا کرتے تھے کہ وہ یہ قرآن ہرگز نہ سنا کریں۔

قریش کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ۝ فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ [فصلت ۲٦۔۲۷]

''اور کافروں نے کہا: یہ قرآن نہ سنا کرو اور اس میں شور مچایا کرو تاکہ تم غالب رہو۔ سو ہم بھی کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے اور ان کے برے اعمال کی بہت سخت سزا دیں گے۔''

یہ تاثیر عملی طور پر ان لوگوں کے لیے ظاہر ہو جاتی ہے جو خود اس تاثیر کا ادراک کرنا چاہتے ہوں۔ اس کے لیے انہیں صرف اتنا ہی کرنا پڑے گا کہ کسی قاری سے اچھی طرح کان لگا کر قرآن کی تلاوت سنو۔ یا پھر ریکارڈ شدہ تلاوت سنو۔ تو آپ کو وہ عجیب مشاہدہ اور احساس ہوگا جس سے یہ یقین آ جائے گا کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ سامعین کے نفوس میں قرآن کی تاثیر سے متعلق فرماتے ہیں:

''بیشک آپ کوئی کلام ایسا نہیں سنیں گے خواہ وہ نظم کی صورت میں ہو یا نثر کی صورت میں؛ کہ وہ آپ کے کانوں سے ٹکرائے اور دل تک اثر کر جائے۔ اور فی الفور دل میں اس کی لذت اور حلاوت محسوس ہو۔ اور پھر اس کے جمال و جلال تک کسی دوسرے کلام کی پہنچ/رسائی ممکن ہی نہیں ہے۔''

اس سے دلوں کو خوشخبری ملتی ہے؛ اور شرح صدر ہوتا ہے؛ حتی کہ جب نفس اس کلام سے اپنا حصہ لے لیتا ہے تو بے چینی اور تڑپ محسوس کرتا ہے؛ اور اس پر قلق و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پریشانی اور بے چینی سی چھا جاتی ہے۔ ایک ہیبت اور خوف سا طاری ہوتا ہے جس سے اس کی جلد کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے لیے کلیجہ منہ کو آجاتا ہے اور انسان کے نفس اور اس کے مضمرات کے دین راسخ عقائد حائل ہو جاتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے کتنے ہی دشمنان ایسے تھے جنہیں عرب کے جوانمرد بہادر شمار کیا جاتا تھا؛ انہوں نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کے لیے بھرپور کوششیں اور سازشیں کیں۔ مگر جب انہوں نے قرآن کی آیات سنی ؛تو صرف ان کے کانوں میں یہ شیریں اور اثر انگیز کلام داخل ہونے کی ہی دیر تھی کہ زیادہ وقت نہیں گزرا؛ مگر انہوں نے اپنی آراء تبدیل کر دیں۔ اور آپ ﷺ کی جناب میں صلح و سلامتی کی طلبی کرنے لگے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس دین میں داخل ہو گئے۔ پس یوں ان کی دشمنی گہری دوستی میں اور کفر ایمان میں بدل گیا۔''

[ثلاثة رسائل في اعجاز القرآن (۷۰)]

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اس اعجاز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس قرآن کے سننے پر جو جلال سامعین کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے؛ اور اس کی تلاوت کے وقت جو ہیبت دلوں پر اثر انداز ہوتی ہے؛ وہ اس قرآن کے ہر کلام سے بلند معیار اور اعلیٰ مرتبت ہونے کی وجہ سے ہے۔ اس کلام کی شان ہی یہ ہے کہ اس کے سننے والے پر ایک ہیبت طاری ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾

[الحشر ۲۱]

'' اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو یقیناً آپ اسے خوف الٰہی سے پست اور ریزہ ریزہ ہونے والا دیکھتے اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں، تاکہ وہ فکر کریں۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نفوس میں اس کلام کی یہ تاثیر ہی وہ بنیادی عنصر ہے جس کی بنا پر یہ کلام تمام بشریت کے کلام سے جدا اور امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

تیسری وجہ:.....غیب سے متعلق قرآنی خبریں:

قرآن کریم تین اقسام کے غیب پر مشتمل ہے:

أ:.....وہ غیب جو ماضی میں ہوگزرا۔

ب:..... وہ غیب جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اس مدنی معاشرہ میں ہورہا تھا؛ اور وہ لوگ اسے نبی کریم ﷺ سے چھپانے کی کوشش کرتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے ظاہر کردیا۔

ج:.....وہ غیب جو ابھی تک وقوع پذیر نہیں ہوا۔ مگر آپ آنے والے زمانے میں اس کے ہونے کی خبر دیتے تھے؛ تو وہ ویسے ہی ہوتا تھا جیسے قرآن نے بیان کیا ہے۔

ذیل میں اس کی کچھ مثالیں پیش کی جارہی ہیں:

ماضی کے غیب سے متعلق قرآن کی اطلاع:

قرآن کریم نے ماضی کے بہت سارے مشہور واقعات بھی بیان کیے ہیں۔ اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ انسان کی تکوین وتخلیق کیسے ہوئی۔ اور انبیائے کرام علیہم السلام کے قصے اور ان کے اپنی امتوں کے ساتھ پیش آنے والے واقعات بھی بیان کیے ہیں۔ ہر جھٹلانے والی امت پر کیا سے کیا عذاب آئے؟ لیکن کوئی ایک بھی ان قصوں میں سے کسی ایک قصہ کو نہ ہی جھٹلا سکا ہے اور نہ ہی اس پر تنقید ممکن ہوئی۔ حالانکہ اس معاشرہ میں اہل کتاب بنی اسرائیل موجود تھے۔

تورات اور انجیل کا مطالعہ کرنے والے پر یہ بات اچھی طرح واضح ہوتی ہے کہ ان دونوں کتابوں کے بہت سارے قصے ایسے ہیں جن کی طرف قرآن کریم نے بھی اشارہ کیا ہے۔ اور بعض قصوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے کیونکہ سابقہ کتابوں میں ان قصوں کو غلط انداز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے درج کیا گیا تھا۔ اور بعض قصوں کو صرف الفاظ کی خوبصورتی کے ساتھ اچھے انداز میں پیش کیا ہے۔

پھر یہ کتاب قرآن مجید سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کی مدح وتعریف میں رطب اللسان ہے؛ اور ان کا ذکر خیر کرتی ہے۔ بخلاف تورات کے جس میں ان کی کئی لحاظ سے مذمت کی گئی ہے؛ اور ان کے کردار کو انتہائی گھناؤنی صورت میں پیش کیا گیا ہے؛ جس سے واضح ہوتا ہے کہ ان سابقہ کتب میں تحریف اور تبدیلی کی گئی ہے۔

قرآن کے بیان کردہ قصوں اور تورات کے بیان کردہ قصوں کے مابین تقابل اور تورات اور قرآن کے قصہ پیش کرنے کے طریقوں کے مابین معرفت حاصل کرنے کے لیے انسان کو چاہیے کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کا مطالعہ کرے۔ قرآن میں یہ پورا قصہ سورت یوسف کے نام ہے؛ جب کہ تورات کے سفر تکوین؛ فصل سینتیس؛ سے لیکر فصل سینتالیس کے اختتام تک یہ قصہ موجود ہے۔ [دیکھیں کتاب: الظاهرة القرآنية ٢٥٢]

ان قصوں میں سے کچھ ایک:

ا۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی والدہ کا قصہ

قرآن کریم نے حضرت مریم کی والدہ اور ان کے مریم کے حمل کا قصہ بیان کیا ہے؛ جو انہوں نے اللہ کی راہ میں نذر مانی تھی۔ اور پھر ان کی ولادت کے وقت کیا واقعہ پیش آیا۔ پھر حضرت زکریا علیہ السلام کی طرف سے آپ کی نگہداشت اور تربیت کا بیان کیا ہے کہ کیسے آپ کی خلوت کے مقام پر آپ کے پاس پھل آتے تھے۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی تھا۔ اور اس وقت حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی۔ جس ہستی نے حضرت مریم کو یہ عزت بخشی؛ کہ ان کے پاس بغیر کسی بشری واسطے کے رزق پہنچتا تھا۔ اس رب کو پکارا کہ انہیں بھی بیٹے کی نعمت سے مالا مال کیا جائے [یہ قصہ قرآن میں یوں بیان ہوا ہے]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْعٰلَمِيْنَ (۳۳) ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (۳۴) اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (۳۵) فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَ لَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى وَ اِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَ اِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (۳۶) فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (۳۷) هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ (۳۸) فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ هُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (۳۹) قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ قَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَ امْرَاَتِيْ عَاقِرٌ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ (۴۰) قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِبْكَارِ (۴۱) ﴾ [آل عمران ۳۳۔۴۱]

''بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم؛ حضرت نوح؛اور آل ابراہیم اور آل عمران علیہم السلام کو تمام کائنات میں سے چن لیا تھا۔ یہ ایک دوسرے کی اولاد ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سمیع وعلیم ہیں۔ جب عمران کی بیوی نے کہا: میرے رب! میرا جو بھی حمل ہے، میں اسے تیرے نام پر آزاد کرنے کی نذر مانتی ہوں، تو مجھ سے قبول فرما، یقیناً تو سمیع وعلیم ہے۔ جب بچی جنی تو بولی: اے رب! میں نے لڑکی جنی ہے، اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کیا جنا ہے۔ اور لڑکا لڑکی جیسا نہیں۔ میں نے اس کا نام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مریم رکھا میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔پس اسے اس کے رب نے اچھی قبولیت بخشی اور اسے بہترین پرورش دی۔اس کے کفیل زکریا بنے؛ جب بھی زکریا علیہ السلام ان کے حجرے میں جاتے تو ان کے پاس روزی پاتے؛وہ پوچھتے مریم! تمہارے پاس یہ کیسے؟ وہ فرماتی: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ، بیشک اللہ جسے چاہتے ہیں بے شمار روزی دیتے ہیں۔وہیں پر زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی: میرے رب! مجھے اپنی طرف سے پاکیزہ اولاد عطا کر، بیشک تو دعا کا سننے والا ہے۔پس فرشتہ نے انہیں آواز دی، وہ حجرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے: بیشک اللہ آپ کو یحیی کی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی تصدیق کرنے والا سردار ضابط نفس اور نبی ہے نیکو کاروں میں سے۔عرض کی: میرے رب! میرا بچہ کیسے ہوگا؟ میں بوڑھا اور میری بیوی بانجھ؟ فرمایا: اسی طرح اللہ جو چاہے کرتا ہے۔عرض کی: اے رب! مجھے کوئی نشانی عطا کر۔فرمایا: نشانی یہ ہے کہ تین دن تک تو لوگوں سے بات نہ کر سکے گا مگر صرف اشارے سے؛تو اپنے رب کا ذکر کثرت سے کر اور صبح شام اسی کی تسبیح بیان کرتا رہ۔''

یہ صدیوں پہلے گزرے ہوئے اس قصہ کی باریک و دقیق تفصیل ہے جو ایک ایسی ہستی بیان کر رہی ہے جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتی۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قرآن اللہ خالق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے جسے ماکان و مایکون کا علم ہے۔

۲۔حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا قصہ

پھر اس کے بعد حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا قصہ بیان کیا؛ کیسے آپ اپنے اہل خانہ سے گوشہ نشین ہوئیں؛اور فرشتے کا آپ کے پاس آنا؛ اور آپ کی شرمگاہ میں پھونک مارنا؛ اور اس سے آپ حمل سے ہونا؛ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حمل۔پھر جب دردزہ کا وقت آیا تو آپ ایک بہتی ہوئی نہر کے کنارے پر کھجور کے ایک تنے کے پاس تشریف لے گئیں۔آپ کو یہ حکم ملا کہ درخت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے تنے کو حرکت دیں؛ تو ایسا کرنے سے آپ پر تازہ کھجوریں گرنی شروع ہوگئیں۔ پھر آپ اپنے بچے کو اٹھائے ہوئے قوم میں تشریف لائیں۔اس وقت آپ کا غم و پریشانی اور خوف انتہائی درجہ کا تھا۔آپ ڈر رہی تھیں کہ قوم میں سے کوئی ایک بھی آپ کی بات کی تصدیق نہیں کریگا۔اور پھر یہ بھی بیان کیا ہے کہ جب آپ بچے کو لیکر قوم کے پاس آئیں تو قوم نے کس رد عمل کا اظہار کیا؛ اور آپ نے اس کا مقابلہ کیسے کیا؟ اور کیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس وقت قوت گویائی بخشی جب آپ گود میں بچے تھے۔اور آپ نے اپنی ماں کی برأت کے حق میں گواہی دی۔اور یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا(١٦) فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا(١٧) قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا(١٨) قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا(١٩) قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِيًّا (٢٠) قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَ لِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا (٢١) فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا(٢٢) فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا(٢٣) فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا(٢٤) وَ هُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا(٢٥) فَكُلِيْ وَ اشْرَبِيْ وَ قَرِّيْ عَيْنًا فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا(٢٦)﴾ [مریم ١٦۔ ٢٦]

''اور کتاب میں مریم کا ذکر کر، جب وہ اپنے اہل خانہ سے مشرق کی جانب تنہائی میں چلی گئی تھی۔اور ان سے پردہ کر لیا؛ پھر ہم نے اس کے پاس اپنی روح کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھیجا؛ تو وہ اس کے سامنے آدمی بن کر آیا۔ وہ بولی: میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو اللہ سے ڈرنے والا ہے۔ وہ بولا: میں تو اللہ کا بھیجا ہوا قاصد ہوں، تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دینے آیا ہوں۔ کہنے لگیں: مجھے بچہ کیسے ہوسکتا ہے؟ مجھے کسی انسان کا ہاتھ تک نہیں لگا اور نہ میں بدکار ہوں۔ وہ بولا: یہ ٹھیکہے لیکن تیرے رب کا فرمان ہے: یہ مجھ پر بہت آسان ہے۔ تاکہ ہم اسے لوگوں کے لیے ایک نشانی اپنی خاص رحمت بنا دیں؛ یہ تو ایک طے شدہ بات ہے۔ سو وہ حمل سے ہوئی تو تنہائی میں ایک دور کی جگہ چلی گئیں۔ پھر دردزہ اسے ایک کھجور کے تنے کے پاس لے آیا، بولی کاش! میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور بھولی بسری ہوگئی ہوتی۔ پس اسے نیچے سے آواز دی کہ آزردہ خاطر نہ ہو، تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔ اور اس کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا، یہ تیرے سامنے تروتازہ پکی کھجوریں گرادے گا۔ اب چین سے کھا پی اور آنکھیں ٹھنڈی کر اگر تجھے کوئی بشر نظر آئے تو کہنا: میں نے اللہ کے نام کا روزہ رکھا ہے میں آج کسی شخص سے بات نہ کروں گی۔''

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا قصہ یہ وہ ایمانی صورت حال ہے جس کا اقرار قرآن کریم نے انتہائی دقیق تفصیل کے ساتھ کیا ہے؛ جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔'' [الاسلام دین الحق]

۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ

اللہ سبحانہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق کی ابتداء سے لے کر روح قدس کیساتھ آپ کی تائید تک جو بھی انعام کیے ہیں؛ ان کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ کہ آپ پر کتاب بھی نازل کی گئی؛ اور آپ کو تورات اور انجیل کی تعلیم دی گئی اور بہت سے خوارق عادت یعنی معجزات سے نوازا گیا؛ جیسے: مردوں کو زندہ کرنا؛ بیمار کو صحت یاب کرنا؛ اور بنی اسرائیل کے ان دشمنوں سے آپ کی حفاظت کی جو آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے؛ مگر اللہ سبحانہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ آسمانوں پر اٹھالیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَ عَلٰى وَالِدَتِكَ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا وَ اِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَ اِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَ تُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ وَ اِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ وَ اِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۱۱۰ وَ اِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَ بِرَسُوْلِيْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ﴾ [المائدۃ ۱۱۰۔۱۱۱]

''جب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اے عیسی بن مریم! میرا انعام یاد کرو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر ہوا جب میں نے تم کو روح القدس سے تائید دی۔ تم گود میں اور بڑی عمر میں لوگوں سے کلام کرتے تھے۔ جب میں نے تمہیں کتاب وحکمت اور تورات اور انجیل کی تعلیم دی؛ اور جب تم میرے حکم سے گارے سے پرندے جیسی شکل بناتے تھے؛ پھر تم اس میں پھونک مار دیتے تھے؛ تو وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا۔ میرے حکم سے تم اچھا کر دیتے تھے مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو۔ جب تم میرے حکم سے مردوں کو نکال کھڑا کرتے تھے اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تم سے باز رکھا جب تم ان کے پاس دلائل لے کر آئے۔ پھر ان میں سے کافروں نے کہا: یہ تو صرف کھلا ہوا جادو ہے۔ اور جب میں نے حواریوں کو حکم دیا تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ انہوں نے کہا ہم ایمان لائے اور آپ گواہ رہئے کہ ہم مسلمان ہیں۔''

ان آیات میں قرآن کریم میں اہل کتاب کے دو متضاد عقیدہ کی اصلاح کی گئی ہے:

أ:.....حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کا عقیدہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ب:..... یہ کہ آپ میں جو برائی کا عقیدہ رکھا جاتا ہے۔

تو کیا یہ ممکن ہے کہ ایسا عقیدہ ایک ایسے بشر سے صادر ہو جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو مگر وہ اصل کتاب کی تصحیح کر رہا ہو؟

۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا ہے؛ اور یہ بتایا ہے کہ فرعون کی طرف سے آپ کو کن پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اور فرعون کے بعد آپ کی قوم نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؛ یہ قصہ بڑے واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿طٰسٓمٓ (۱) تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ (۲) نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَ فِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (۳) اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَ يَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ (۴) وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ﴾ [قصص ۱۔۵]

''طسٓمٓ۔ یہ کتابِ مبین کی آیات ہیں۔ ہم آپ کو مؤمنوں کے لیے حضرت موسیٰ اور فرعون کے کچھ حالات سناتے ہیں۔ بیشک فرعون نے ملک میں سرکشی مچا رکھی تھی اور وہاں کے باشندوں کو گروہ بنا رکھا تھا ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کر دیا تھا؛ ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا۔ بیشک وہ مفسدوں میں تھا۔ اور ہم ملک میں کمزور پر احسان کرنا چاہتے تھے؛ تاکہ ان کو پیشوا بنائیں اور انہیں وارث کریں۔''

قرآن کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے بارے میں کئی ایک مقامات پر کلام کیا ہے۔ اور آپ کو اپنی قوم کی طرف سے کرنا پڑا؛ جن پریشانیوں کا سامنا؛ اسے سینکڑوں آیات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں بیان کیا ہے۔

اور ایسے ہی دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کے اپنی امتوں کے ساتھ کے واقعات اور پھر ان امتوں کا آخر کار انجام کیا ہوا؟ اسے واضح الفاظ میں بیان کیا ہے۔

ایسے ہی ..... بیسوؤں قصے ایسے ہی جن کی معرفت صرف اور صرف سابقہ آسمانی کتابوں سے ہی ہوسکتی ہے۔ اور ان میں سے بعض کی معرفت تاریخ کی کتابوں سے بھی ہوسکتی ہے۔ لیکن اس وقت کے عرب ان چیزوں کو نہیں جانتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا قصہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ﴾

[آل عمران ۴۴]

''یہ غیب کی خبریں ہیں؛ جو ہم تجھ پر وحی کرتے ہیں، تو انکے پاس نہ تھا جبکہ وہ قرعہ ڈال رہے تھے کہ مریم کو کون پالے گا؟ اور نہ تو ان کے جھگڑے کے وقت انکے پاس تھا۔''

اور باقی قصے بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَ لَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ (۴۹)﴾ [ھود ۴۹]

''یہ غیب کی خبروں سے ہے جنھیں ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں، قبل ازیں نہ آپ انھیں جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم، پس صبر کر، بے شک اچھا انجام متقین کے لیے ہے۔''

امام طبری رحمہ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''یعنی: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ان لوگوں کی خفیہ خبریں ہیں جن کی کوئی اطلاع نہ ہی آپ کو تھی اور نہ آپ کی قوم کو۔ اور بہت ہی کم اہل کتاب کے علماء اور درویش ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے جاننے والے تھے۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی بابت خبر دی کہ اس نے محمد ﷺ کی طرف یہ خبریں وحی کی ہیں جو آپ کی نبوت کی دلیل اور صداقت کی نشانی ہیں۔ تاکہ اس سے کفار اور ان اہل کتاب کا عذر ختم ہو جائے جو یہ بات جانتے تھے کہ ان خبروں کے انتہائی خفیہ اور دقیق ہونے کے باوجود محمد ﷺ کی ان تک رسائی اور ان امور سے خود اہل کتاب کی بیگانگی کے حد تک لاعلمی کے باوجود آپ کا ان کے معرفت میں صحیح ادراک صرف اور صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے آپ کو بتانے سے ممکن ہوا ہے۔ یہ لوگ جانتے تھے کہ محمد ﷺ پڑھے لکھے نہیں کہ کوئی کتاب آپ نے پڑھ لی ہو؛ یا کسی کتاب کے ذریعہ اس علم تک آپ کی رسائی ممکن ہوگئی ہو۔ اور نہ ہی اہل کتاب کیساتھ آپ کی دوستی تھی کہ آپ نے یہ علم ان سے حاصل کر لیا ہو۔'' [الطبری ۱۸۲/۳]

علامہ ابن عاشور رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ واقعات اہل عرب کے لحاظ سے بالکل غیبی امور تھے۔ کیونکہ انہیں چند چیزوں کے اجمالی علم کے علاوہ کوئی باریک اور تفصیلی علم نہیں تھا۔ وہ یہ کہ کسی قدیم زمانے میں ایک نبی گزرا ہے جس کا نام نوح علیہ السلام تھا۔ ان کی قوم کو طوفان نے غرق کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ جتنی بھی خبریں تھیں وہ [ان کے لیے] غیب سے تعلق رکھتی تھیں۔ جیسا کہ قرآن کریم نے اس طرف اشارہ بھی کیا ہے؛ فرمایا:

﴿ مَا كُنتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَ لَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا﴾ [ھود ۹]

''اور نہ ہی اس سے پہلے آپ جانتے تھے اور نہ ہی آپ کی قوم۔''

پس بیشک ان لوگوں نہ ہی اس بات کا انکار کیا اور نہ ہی ان امور کا علم ہونے کا دعوی کیا۔

''اس میں کچھ ایسے واقعات بھی ہیں جو تمام امتوں کے لحاظ سے غیبی امور ہیں؛ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کے چوتھے بیٹے اور اس کی اپنے والد کی نافرمانی اور پھر اس کے غرق ہونے کا قصہ؛ اور کشتی سے اترتے وقت حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ رب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کا ہم کلام ہونا؛ اور جب آپ کشتی بنا رہے تھے؛ اس وقت آپ کی قوم کے لوگوں کا آپ کا مذاق اڑانا اور جو کچھ گفتگو حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے مابین ہوئی۔ پس بلا شک وشبہ یہ باتیں تو سابقہ اہل کتاب کی کتابوں میں بھی بیان نہیں ہوئیں۔'' [التحریر والتنویر ۱/۲۱۱۷]

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن اس بات کو بار بار بیان کر رہا ہے کہ یہ جو قصے بیان کیے جا رہے ہیں؛ نہ ہی نبی کریم ﷺ ان کے بارے میں کچھ جانتے تھے؛ اور نہ ہی اہل مکہ میں سے کسی ایک کو ان کے بارے میں کچھ علم تھا۔ اگر ان میں سے کسی ایک کو ان واقعات کے بارے میں پہلے سے کچھ علم ہوتا تو وہ فوری طور پر اس کا انکار کرتے؛ جب انہوں نے ایسا نہیں کیا تو پتہ چلا کہ یہ خبر صحیح ہے۔ اور یہ قصے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو تعلیم کیے ہیں۔

عہد نبوت میں قرآن میں حالات حاضرہ کی خبریں:

مدینہ میں منافقین کے مابین کچھ امور پیش آیا کرتے تھے۔ اور ایسے ہی بعض اہل ایمان سے بھی کچھ غلطیاں واقع ہو جایا کرتی تھیں؛ جن کا نبی کریم ﷺ خود تو مشاہدہ نہیں فرمایا کرتے تھے؛ مگر قرآن کریم نازل ہوتا اور ان کے بارے میں خبر دیتا۔

اس کی کچھ مثالیں یہ ہیں:

۱۔ نبی کریم ﷺ کے بعض غزوات میں مہاجرین اور انصار کے مابین اختلاف واقع ہو گیا۔ تو منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی ابن سلول نے اپنی قوم کی ایک جماعت میں بیٹھ کر اس بارے میں گفتگو کی۔ تو ان میں سے ایک چھوٹے سے لڑکے نے اس منافق کی یہ گفتگو نبی کریم ﷺ تک پہنچا دی۔ اس کے بعد یہ منافق آیا اور اس نے قسم اٹھائی کہ اس نے یہ بات نہیں کہی۔ لیکن اس لڑکے کی بات کی تصدیق میں قرآن نازل ہوا۔ جس میں وہ بات ذکر کی گئی تھی جو اس منافق نے کہی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

يَفْقَهُوْنَ ○ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [المنافقون ۷۔۸]

''یہی تو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہیں ان پر خرچ نہ کرو۔ حتی کہ وہ بھاگ جائیں۔ آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں لیکن منافق نہیں سمجھتے۔ کہتے ہیں: اگر ہم مدینہ لوٹے تو باعزت ذلیلوں کو وہاں سے نکال دیں گے؛ حالانکہ عزت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ اور مومنوں کی ہے لیکن منافق نہیں جانتے۔''

اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے منافقین کے قول کے الفاظ نقل کیے ہیں۔ اگر یہ بات صحیح نہ ہوتی تو اس کی قوم کے لوگ آتے؛ اور اس بات کو جھٹلاتے؛ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اس لیے کہ ان کے سردار نے وہی الفاظ کہے تھے جو قرآن نے بیان کیے ہیں۔ اس سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ہم ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ -غزوہ بنی مصطلق کے موقعہ پر- جہاد میں تھے اتفاق سے مہاجرین میں سے کچھ لوگ برافروختہ ہوگئے؛ جس کی یہ وجہ ہوئی کہ مہاجرین میں سے ایک شخص ظریف الطبع تھے؛ ایک انصاری کی پیٹھ پر انہوں نے مذاق سے ایک تھپڑ کھینچ مارا جس سے انصاری کو غصہ آ گیا؛ یہاں تک کہ ان لوگوں نے باہم (اپنے اپنے لوگوں کو) بلایا؛ انصاری نے کہا: اے انصار! مدد کو پہنچو۔

اور مہاجر نے کہا: اے مہاجرین! مدد کو پہنچو۔

یہ سن کر آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا: ''جاہلیت کی طرح کی پکار کیوں ہوئی۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پھر فرمایا: ''ان لوگوں کی یہ حالت کیوں ہوئی؟''

پس رسول اللہ ﷺ سے مہاجر کے انصاری کو تھپڑ مارنے کی کیفیت بیان کی گئی۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اس طرح کی پکار چھوڑ دو یہ بہت بری بات ہے۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: '' مہاجرین جب شروع میں مدینہ آئے تو بہت تھوڑے تھے؛ پھر ان کی کثرت ہوگئی۔'' جب یہ بات عبداللہ بن ابی بن سلول منافق تک پہنچی تو اس نے کہا: ''اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو جو ہم میں زیادہ عزت والا ہوگا وہ ذلیل کو نکال باہر کرے گا۔''

یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سن لی؛ تو وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ اجازت مرحمت فرمائیں؛ ہم اس خبیث کو قتل کر دیں؟

تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے عمر! اسے چھوڑ دو؛ ایسا نہ کرو ورنہ یہ لوگ چرچا کریں گے کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔'' [رواہ احمد ١٤٩٢٤]

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اپنے چچا کے ساتھ تھا تو میں نے عبداللہ بن ابی بن سلول کو کہتے ہوئے سنا:

﴿ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوا ﴾

''جو لوگ رسول اللہ کے پاس ہیں ان پر خرچ نہ کرو حتی کہ بھاگ جائیں۔''

اور پھر اس نے یہ بھی کہا:

﴿ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ﴾

'' کہتے ہیں: اگر ہم مدینہ لوٹے تو باعزت ذلیلوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔''

''میں نے یہ اپنے چچا سے بیان کیا پھر میرے چچا نے اس کو رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا؛ تو رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلا بھیجا۔ تو ان لوگوں نے قسم کھا کر کہا کہ: ''ہم نے ایسا نہیں کہا ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کی تصدیق کی اور مجھے جھوٹا سمجھا۔ مجھے اس کا ایسا صدمہ ہوا کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ چنانچہ میں اپنے گھر میں بیٹھ رہا؛ حتی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ (1) اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (2) ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطُبِعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ (3) وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُسَنَّدَةٌ يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ (4) وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ (5) سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (6) هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنْفَضُّوا وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ (7) يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ (8)﴾

[المنافقون 1-8]

”جب منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم شہادت دیتے ہیں کہ بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں؛ اور اللہ جانتا ہے یقیناً آپ اس کے رسول ہیں اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بلاشبہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں۔ انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا ہے، پس وہ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ یقیناً یہ لوگ بہت بری حرکتیں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کررہے ہیں۔ کیونکہ بے شک وہ ایمان لائے، پھر انھوں نے کفر کیا تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، سو وہ نہیں سمجھتے۔ جب آپ انھیں دیکھیں تو آپ کو ان کے جسم اچھے لگیں گے اور اگر وہ بات کریں تو آپ ان کی بات پر کان لگائیں، گویا وہ ٹیک لگائی ہوئی لکڑیاں ہیں، ہر اونچی آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہی تو دشمن ہیں، ان سے ہوشیار رہیں۔ اللہ انھیں ہلاک کرے، کہاں بہک رہے ہیں۔ اور جب ان سے کہا جائے آؤ رسول اللہ تمھارے لیے استغفار کریں تو وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں اور آپ انھیں دیکھیں گے کہ وہ تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیں گے۔ ان پر برابر ہے کہ آپ ان کے لیے بخشش کی دعا کریں، یا بخشش کی دعا نہ کریں، اللہ انھیں ہرگز معاف نہیں کرے گا، بے شک اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ یہی ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہیں ان پر کچھ خرچ نہ کرو۔ حتی کہ خود بخود بھاگ جائیں۔ حالانکہ آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں لیکن منافق نہیں سمجھتے۔ اور کہتے ہیں کہ: اگر ہم لوٹ کر مدینے پہنچے تو عزت والے ذلیل لوگوں کو وہاں سے نکال باہر کریں گے۔ حالانکہ عزت اللہ تعالیٰ کی ہے اور اس کے رسول کی اور مومنوں کی لیکن منافق نہیں جانتے۔''

تو آنحضرت ﷺ نے مجھے بلا بھیجا اور میرے سامنے یہ آیات پڑھیں؛ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیری تصدیق کی ہے۔'' [البخاری 4780؛ مسلم 6535]

۲۔ کسی ایک غزوہ میں منافقین رسول اللہ ﷺ کا ٹھٹھہ کرتے ہوئے مذاق اڑا رہے تھے؛ اس سے ان کا مقصد آپ کے سچے پیروکاروں کے جذبہ اور حمیت کو کمزور کرنا تھا۔ جب یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو منافقین بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قسمیں اٹھانے لگے کہ انہوں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ تو اللہ عزوجل نے واضح آیات نازل فرمائیں کہ انہوں نے یہ بات کہی ہے؛ ارشاد فرمایا:

﴿ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ وَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اِنۡ كَانُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ﴾ [التوبة 62]

''تمھارے لیے اللہ کی قسم کھاتے ہیں، تاکہ تمھیں خوش کریں، حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق دار ہے کہ وہ اسے خوش کریں، اگر وہ مومن ہیں۔''

علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ اہل ایمان سے اور رسول اکرم ﷺ سے فرما رہے ہیں: اے مؤمنو! یہ منافقین اللہ تعالیٰ کے نام پر قسم اٹھاتے ہیں تاکہ اس مسئلہ میں آپ کو راضی کرلیں جو آپ تک باتیں پہنچی ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی بابت ایذا رسانی کی باتیں کرتے تھے؛ آپ پر طعن کرتے اور عیب نکالتے۔ یہ اندر سے بالکل تمہارے خلاف کافروں کے ساتھ ہیں۔ اور پھر جھوٹی قسمیں اٹھاتے ہیں کہ انہوں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی؛ اور وہ بھی تمہارے دین پر ہیں؛ اور دشمن کے خلاف تمہارے ساتھ ہیں اور ان کا مقصد تو صرف اتنا ہی ہے کہ تمہیں راضی رکھیں۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ اللّٰهُ وَ رَسُوۡلُهٗۤ اَحَقُّ اَنۡ يُّرۡضُوۡهُ﴾ [التوبة 62]

''حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق دار ہے کہ وہ انہیں خوش کریں۔''

کہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے اس سے توبہ کرکے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع کریں۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنۡ كَانُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ﴾ ''اگر وہ مومن ہیں۔''

یعنی اس کی توحید کی تصدیق اور اقرار کرتے ہو اور اس کے وعدہ و وعید پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی باتیں جو ہم نے بیان کی ہیں؛ ہم سے پہلے مفسرین نے کہی ہیں ان کے اقوال میں سے:

بشر کہتے ہیں: ہم سے یزید نے کہا؛ ان سے سعید نے؛ اور وہ قتادہ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ وَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴾ [التوبة 62]

''تمھارے لیے اللہ کی قسم کھاتے ہیں، تاکہ تمھیں خوش کریں، حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق دار ہے کہ وہ اسے خوش کریں، اگر وہ مومن ہیں۔''

''ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ: منافقین میں سے ایک آدمی نے کہا: اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ ہم سے بہتر اور افضل ہیں؛ اور اگر وہ بات سچ ہے جو محمد ﷺ کہہ رہے ہیں؛ تو پھر ہم گدھے سے بھی بدتر ہیں۔ اسے مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے سن لیا؛ اس نے کہا: اللہ کی قسم! جو کچھ محمد ﷺ فرما رہے ہیں؛ وہ برحق ہے؛ اور تم لوگ یقیناً گدھے سے بھی بدتر ہو۔ پھر یہ آدمی شکایت لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے آدمی بھیج کر اس منافق کو بلا لیا۔ اور اس سے پوچھا: تم آخر کیوں کر ایسی بات کہہ رہے تھے؟ تو وہ ادھر ادھر کرنے لگا اور قسمیں اٹھانے لگا کہ اس نے یہ بات نہیں کی۔ اس پر مسلمان دعا کرنے لگا: یا اللہ سچے کو سچا کر دے؛ اور جھوٹے کو جھوٹا کر دے۔ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ وَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴾ [التوبة 62]

''تمھارے لیے اللہ کی قسم کھاتے ہیں، تاکہ تمھیں خوش کریں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق دار ہیں کہ وہ اسے خوش کریں اگر وہ مومن ہیں۔''

[تفسیر الطبری 6/407]

۳۔ غزوہ تبوک کے موقعہ پر بعض منافقین نے آپس میں گفتگو کے دوران نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا مذاق اڑایا؛ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں جن میں ان کے احوال سے پردہ چاک کیا گیا تھا؛ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ﴾ [التوبة 65]

''اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو کہیں گے: ہم تو صرف کھیل وتماشہ کر رہے تھے۔''

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے؛ وہ فرماتے ہیں: ''غزوہ تبوک میں منافقین میں سے ایک آدمی نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا:

((مَا رَأَيْتُ مِثْلَ قُرَّائِنَا هَؤُلَاءِ أَرْغَبَ بُطُوْناً وَلَا أَكْذَبَ أَلْسِناً وَلَا أَجْبَنَ عِنْدَ اللِّقَاءِ .)) .

''میں نے ان قراء (اصحاب صفہ) کی طرح پیٹو، جھوٹا اور جنگ کے معاملہ میں بزدل کسی کو نہیں پایا''.

تو حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تم نے جھوٹ بولا ہے؛ بلکہ تم منافق ہو؛ اور میں ضرور اس بات کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاؤں گا۔

پس حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل پڑے تاکہ آپ کو اس کی خبر دیں۔ لیکن آپ کے وہاں پہنچنے سے پہلے قرآن نازل ہو چکا تھا۔ حضرت زید نے کہا ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ: میں نے دیکھا کہ وہ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑے دوڑ رہا تھا اور پتھر اسے زخمی کر رہے تھے (یعنی لوگ پتھروں سے مار رہے تھے) اور وہ کہہ رہا تھا:

﴿ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ﴾ [التوبة 65]

''ہم تو صرف مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔''

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف التفات فرمائے بغیر فرماتے جا رہے تھے:

﴿ أَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ [التوبة 65]

''کیا تم اللہ، اس کی آیات اور اسکے رسول کے ساتھ مذاق اور دل لگی کر رہے تھے؟''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس سے آگے کچھ بھی نہ فرماتے۔'' [تفسیر الطبری 10/188]

رسول اللہ ﷺ نے انہیں ان امور کی خبریں بھی دی تھیں جو وہ آپس میں گفتگو کیا کرتے اور اسگفتگو کا سننے والا وہاں پر کوئی نہ ہوتا۔ مگر ان میں سے کوئی ایک بھی آپ کی اطلاع کی تکذیب کرنے کی جرأت نہیں کر سکا؛ بلکہ انہوں نے اس چیز کا اقرار کرلیا۔ اور اس پر یہ عذر پیش کرنے لگے کہ انہوں نے یہ باتیں صرف آپس میں ہنسی مزاح میں کہی ہیں۔

۴۔ منافقین نے ایک مسجد تعمیر کی؛ جس کا مقصد ظاہری طور پر اس میں نماز کی ادائیگی تھا۔ لیکن درحقیقت یہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگی طاقت جمع کرنے کی ایک گھناؤنی سازش تھی۔ اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض گزاری کی کہ آپ اس مسجد میں افتتاحی نماز پڑھا دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا کہ سفر سے واپسی پر اس مسجد میں نماز پڑھائیں گے۔ کیونکہ اس وقت میں آپ سفر کے لیے بالکل تیار تھے۔ پس اللہ عزوجل نے وہ آیات نازل فرمائیں جن میں ان کے احوال سے پردہ چاک کیا گیا تھا۔ اور آپ کو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے روکا گیا تھا۔ تو آپ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حکم دیا کہ اس مسجد کو منہدم کر دیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا لَّمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ﴾

[التوبة 108]

''اس میں کبھی کھڑے نہ ہونا۔ یقیناً وہ مسجد جو پہلے دن سے تقوی کی بنیاد پر قائم ہو؛ وہ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس میں قیام کریں۔ اس میں ایسے مرد ہیں جو پسند کرتے ہیں کہ بہت پاک رہیں اور اللہ بہت پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

امام طبری رحمہ اللہ نے مفسرین کی ایک جماعت سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے؛

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو آپ نے ذی اوان نامی جگہ پر پڑاؤ ڈالا؛ یہ ایک ایسا مقام ہے جہاں سے مدینہ تک آدھے دن کا فاصلہ ہے۔ اس سے قبل مسجد ضرار بنانے والے آپ کے پاس اس وقت حاضر ہوئے تھے جب آپ تبوک کے سفر کی تیاری کر چکے تھے۔ اور انہوں نے عرض گزاری کی تھی: یارسول اللہ ﷺ! ہم نے مریضوں اور ضرورت مند لوگوں کے لیے ایک مسجد بنائی ہے؛ تاکہ بارش میں اور انتہائی سردی کی راتوں میں یہاں نماز پڑھیں۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس مسجد میں ہماری دلجوئی کے لیے نماز پڑھ لیں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

''میں اس وقت رخت سفر باندھ چکا ہوں۔ اور مصروف ہوں۔ یا ایسا ہی کچھ جملہ ارشاد فرمایا؛ اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا: ''جب ہم واپس آئیں گے تو ان شاء اللہ تمہاری خاطر داری کے لیے وہاں پر نماز پڑھ دیں گے۔''

جب آپ ﷺ نے واپسی پر مدینہ کے قریب ذی اوان نامی جگہ پر پڑاؤ ڈالا؛ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس مسجد کے بارے میں وحی نازل ہوگئی۔ تو آپ ﷺ نے بنو سالم بن عوف کے مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ؛ اور قبیلہ بنی عجلان کے معن بن عدی؛ ان کے بھائی عاصم بن عدی رضی اللہ عنہما کو بلایا؛ اور انہیں حکم دیا کہ اس ظالم مسجد کی طرف چلے جاؤ؛ اور اسے ہدم کر کے آگ لگادو۔ وہ وہاں سے تیز رفتاری کے ساتھ نکل کر حضرت مالک بن دخشم کے قبیلہ بنی سالم بن عوف میں پہنچے؛ حضرت مالک نے معن بن عدی سے کہا: میرا انتظار کرو؛ یہاں تک کہ میں اپنے گھر سے آگ لے آؤں۔ آپ اپنے گھر میں داخل ہوئے؛ کھجور کی چھال لیکر اس میں آگ لگائی؛ اور تیزی سے جا کر اس مسجد میں آگ لگادی؛ وہ مسجد بنانے والے مسجد کے اندر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے آگ لگا کر مسجد کو گرادیا۔ تو وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لوگ وہاں سے بکھر گئے۔ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا..... ﴾ [التوبة 107]

'' اور وہ لوگ جنھوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے اور کفر کرنے کے لیے.....۔''

یہ مسجد بنانے والے بارہ لوگ تھے۔'' [تفسیر الطبری 11/17]

۵۔ کچھ منافقین نے کسی ایک مسلمان کے گھر سے غلہ اور اسلحہ چوری کرلیا۔ پھر اسلحہ کسی یہودی کے گھر کے سامنے پھینک دیا؛ جب اس پر تہمت لگی تو وہ منافق اور اس کے بھائی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوکر گواہی دینے لگے کہ چوری کرنے والا یہودی ہے ۔قریب تھا رسول اللہ ﷺ ان کی بات مان لیتے؛اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہودی کی برأت میں آیات نازل فرمائیں۔جس سے اس بات کی تائید ہوگئی کہ چوری کرنے والا منافق ہے۔ان آیات میں رسول اللہ ﷺ پر عتاب ہے کہ آپ نے منافق کی بات تسلیم کرکے؛اس کا دفاع کیا تھا؛اور اسے ایک بری انسان تصور کرنے لگے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّآ أَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ أَرٰيكَ اللّٰهُ وَ لَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا(105) وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا(106) وَ لَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ أَنْفُسَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَثِيْمًا(107) يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَ لَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَ هُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا(108)﴾ [النساء 105۔ 108]

'' یقیناً ہم نے آپ پر حق کیساتھ کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں میں ویسے فیصلہ کرو جو اللہ نے تم کو دیکھایا ہے اور خیانت کاروں کے حمایتی نہ بنو۔اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو! بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا، مہربان ہے۔ان کی طرف سے نہ جھگڑیں جو اپنی ہی خیانت کرتے ہیں؛یقیناً دغا باز گنہگار اللہ تعالیٰ کو اچھا نہیں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

لگتا۔ وہ لوگوں سے چھپتے ہیں لیکن اللہ سے نہیں چھپ سکتے وہ راتوں کو جب اللہ کی ناپسندیدہ باتوں کے خفیہ مشورے کرتے ہیں تب بھی اللہ ان کے پاس ہوتا ہے، وہ ان کے تمام اعمال کو گھیرے ہوئے ہے۔''

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں ابن زید سے روایت کیا ہے؛ وہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ﴾

''یقیناً ہم نے آپ پر حق کیساتھ کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں میں ویسے فیصلہ کرو جو اللہ نے تم کو دیکھایا ہے۔''

فرمایا: ''ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اسلحہ کی چوری کرلی۔ پھر یہ اسلحہ کسی یہودی کے گھر کے سامنے پھینک دیا۔ یہودی نے کہا: اے ابو القاسم! اللہ کی قسم! ہم نے چوری نہیں کی۔ لیکن چوری کرنے والے کے پڑوسی اس کی برأت ثابت کرنے لگے اور یہ الزام یہودی پر دھرنے لگے۔ اور کہنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ! یہ یہودی خبیث ہے؛ اللہ تعالیٰ کا اور آپ کے لائے ہوئے پیغام کا منکر ہے۔ قریب تھا کہ رسول اللہ ﷺ ان کی بات مان لیتے؛ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر عتاب کیا؛ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا (105) وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ....﴾

''یقیناً ہم نے آپ پر سچی کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں میں ویسے فیصلہ کرو جو اللہ نے تم کو دیکھایا ہے اور خیانت کاروں کے حمایتی نہ بنو۔ اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو!.....''

اس پر جو کچھ آپ نے یہودی سے کہا ہے؛ اور فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴾

''بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے مہربان ہے۔'' [تفسیر الطبری 5/169]

۶۔ جو کچھ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے قصہ میں وارد ہوا ہے۔ جس میں انہوں نے قریش کے نام خط لکھ کر انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریش مکہ پر غزوہ کے ارادہ سے خبردار کیا تھا۔ اس سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ قریش کو اس غزوہ کی خبر سے اندھا کر دیں۔ لیکن جب حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل خانہ اور اولاد کی محبت میں کمزوری کا شکار ہو کر یہ خط قریش کے نام لکھ دیا۔ آپ یہ چاہتے تھے کہ اس طرح سے قریش کی کچھ حمایت حاصل کر کے مکہ میں اپنے اہل خانہ اور اولاد کو محفوظ کر لیں۔ تو آپ نے قریش کو خفیہ خط لکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ سے آگاہ کر دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر اس راز کو منکشف کر دیا؛ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اس سے باخبر کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''مجھ کو اور زبیر رضی اللہ عنہ اور مقداد رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا اور فرمایا:

''جاؤ یہاں تک کہ جب تم روضہ خاخ میں پہنچو گے؛ تو ایک سوار عورت ملے گی اس کے پاس ایک خط ہوگا اس کو اس سے لے لینا۔''

چنانچہ ہم لوگ اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے گئے؛ یہاں تک کہ روضہ خاخ میں پہنچے؛ تو ہم لوگوں نے اس سوار عورت کو پالیا۔ ہم نے کہا کہ خط نکال دو۔ وہ کہنے لگی: میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔

ہم نے کہا: ''خط نکال دو ورنہ ہم تیرے کپڑے اتار دیں گے۔''

چنانچہ اس نے اپنی چوٹی سے وہ خط نکالا؛ ہم لوگ اس کو لیکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ خط حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے نام لکھا گیا تھا۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض امور کے متعلق خبر دی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گئی تھی۔''

آنحضرت ﷺ نے پوچھا: ''اے حاطب! یہ کیا بات ہے؟

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! آپ میرے بارے میں جلدی نہ کریں۔ میں قریشی نہ تھا بلکہ ان کے حلیفوں میں سے تھا۔ اور آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کی ان کے ساتھ قرابتیں ہیں جس کے سبب سے وہ مکہ میں ان کے گھر اور مال کی نگہداشت کرتے ہیں۔ اور چونکہ نسب کے لحاظ سے میرا ان سے کوئی تعلق نہیں تھا؛ اس لیے میں نے چاہا کہ ان پر کوئی احسان کروں تاکہ وہ میرے قرابت داروں کی حفاظت کریں۔ اور میں نے کفر کی بنا پر یا اپنے دین سے پھر جانے کی بنا پر ایسا نہیں کیا۔

تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ''تم نے سچ کہا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ''مجھے اجازت دیجئے اس کی گردن اڑا دوں۔''

آپ نے فرمایا: ''وہ بدر میں شریک ہوا تھا اور کیا تم جانتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو دیکھ کر فرمایا تھا: ''جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔'' [البخاری 2785؛ مسلم 4550]

تو اس پر اللہ تعالیٰ سورت ممتحنہ کے شروع کی آیات نازل فرمائیں؛ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَا اَخْفَيْتُمْ وَمَا اَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ (1) اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ (2) لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(3) [الممتحنة ۱۔۳]

''اے مؤمنو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ یقیناً انھوں نے اس حق سے انکار کیا جو تمھارے پاس آیا ہے، وہ رسول کو اور تمھیں اس لیے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو، جو تمھارا رب ہے، اگر تم میرے راستے میں جہاد کے لیے اور میری رضا کی تلاش میں نکلے ہو۔ تم ان کی طرف چھپا کر دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں خوب جانتا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور جو ظاہر کیا اور تم میں سے جو کوئی ایسا کرے تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔ اگر وہ تمھیں پائیں تو تمھارے دشمن ہوں گے اور اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں تمھاری طرف برائی کے ساتھ بڑھائیں گے اور چاہیں گے کاش! تم کفر کرو۔ قیامت کے دن ہرگز نہ تمھاری رشتہ داریاں تمھیں فائدہ دیں گی اور نہ تمھاری اولاد؛ وہ تمھارے درمیان فیصلہ کرے گا اور جو تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہے ہیں۔''

ان کے علاوہ بھی دیگر بہت سارے واقعات ایسے ہیں جو کہ خفیہ طریقے سے رو پذیر ہوئے تھے؛ مگر قرآن نے ان کا پردہ چاک کر دیا۔ اور ان میں سے کوئی ایک بھی قرآن کی پیش کردہ اس واقعہ کے انکار کی جرأت نہیں کر سکا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے۔

قرآن کریم اور مستقبل میں غیب کی خبریں:

قرآن کریم نے کئی امور کے بارے میں خبر دی تھی کہ وہ پیش آئیں گے؛ اور پھر وہ ویسے ہی پیش آئے جیسے قرآن نے ان کے بارے میں خبر دی تھی۔ ان واقعات میں سے:

۱۔ سورۃ مزمل میں ہے- یہ مکہ میں نازل ہونے والی دوسری یا تیسری سورت ہے-؛ اور اس وقت قریش میں سے بہت تھوڑے سے لوگ مسلمان ہوئے تھے۔ اور وہ بھی بہت کمزور حالت میں تھے۔ کوئی انسان اپنے آپ کو بھی محفوظ نہیں سمجھتا تھا۔ مسلمان باقی لوگوں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اپنا اسلام چھپائے پھرتے تھے۔ اور ایک سال تک اللہ تعالیٰ نے ان پر قیام اللیل فرض کیے رکھا تھا۔ پھر ان آیات کی روشنی میں یہ منسوخ ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا (19) إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُوْمُ أَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ أَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَلِمَ أَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَآخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَآخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَأَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوْا لِأَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّأَعْظَمَ أَجْرًا وَّاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (20)﴾ [المزمل19۔20]

''بیشک یہ نصیحت ہے، جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ بنالے۔ بلاشبہ تیرا رب جانتا ہے کہ یقیناً تو رات کا تقریباً دو تہائی یا اس کا نصف اور اس کا تیسرا حصہ قیام کرتا ہے اور آپ کے ساتھیوں کی جماعت بھی؛ اور اللہ رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے۔ اس نے جان لیا کہ تم ہرگز اس کی طاقت نہیں رکھو گے، سو اس نے تم پر مہربانی کی تو قرآن میں سے جو میسر ہو پڑھو۔ اس نے جان لیا کہ یقیناً تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ دوسرے زمین میں سفر کریں گے، اللہ کا فضل تلاش کریں گے اور کچھ دوسرے اللہ کی راہ میں لڑیں گے، پس اس میں سے جو میسر ہو پڑھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو قرض حسنہ دو، اور جو نیکی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں پاؤ گے؛ وہ بہتر اور بڑے ثواب والی ہے اور اللہ سے بخشش مانگو، بلاشبہ اللہ بخشنے والا، مہربان ہے۔''

پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس نے ان پر تخفیف کی ہے اور واجب قیام اللیل کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منسوخ کر دیا ہے۔ کیونکہ مستقبل میں ان کے ایسے احوال ہوں گے؛ جن کے ساتھ ساتھ قیام اللیل بہت مشکل ہو جائے گا۔ ان امور میں سے تجارتی سفر؛ جہاد فی سبیل اللہ؛ وغیرہ۔ اور اس حالت میں وہ انتہائی خوفزدہ ہوں گے۔ حالانکہ اس وقت تک ابھی جہاد مشروع نہیں ہوا تھا۔

علامہ طبری رحمہ اللہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں؛ وہ فرماتے ہیں:

''پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں مؤمنین کے اوصاف کے بارے میں خبر دی ہے؛ فرمایا:

﴿ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَرْضٰى وَ آخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ آخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ....﴾ [المزمل ۲۰]

''.....اس نے جان لیا کہ یقیناً تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ دوسرے زمین میں سفر کریں گے، اللہ کا فضل تلاش کریں گے اور کچھ دوسرے اللہ کی راہ میں لڑیں گے، پس اس میں سے جو میسر ہو پڑھو.....''

فرمایا:

''اس سورۃ کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے قیام اللیل فرض کیا تھا۔ نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب ایک سال تک رات کو قیام اللیل کرتے رہے۔ حتی کہ ان کے پاؤں پھول گئے۔ پھر سال پورا ہونے تک یہ حکم منسوخ کر دیا۔ پھر اس کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے تخفیف کر دی۔ تو رات کا قیام جو پہلے فرض تھا؛ اب وہ نفل ہو گیا۔'' [تفسیر الطبری 29/132]

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ پوری آیت؛ بلکہ پوری سورت مکی ہے۔ اس وقت تک قتال مشروع نہیں ہوا تھا۔ یہ صدق نبوت کی ایک بہت بڑی دلیل ہے کہ اس میں مستقبل سے متعلق امورِ غیب کی خبر دی گئی ہے۔'' [تفسیر ابن کثیر 8/268]

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جس چیز کی طرف اشارہ کیا تھا؛ وہ پوری ہوئی؛ مسلمانوں کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تعداد کافی زیادہ ہوگئی۔اور انہوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں ملک کی نعمت سے نوازا۔اور ان کی شان وشوکت مضبوط ہوگئی۔اور ان پر جہاد فرض ہوگیا؛ اور انہوں نے ویسے ہی جہاد کیا جیسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس طرف اشارہ کیا تھا۔

یہ وہ علم غیب تھا جسے بشریت میں سے کوئی انسان نہیں جانتا تھا۔تو یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کلام کسی بشر کا کلام نہیں ہے بلکہ بشریت کے خالق کا کلام ہے۔

۲۔ قرآن کریم نے خبر دی تھی کہ نو سال سے کم عرصہ کی مختصر سی مدت میں اہل روم کو اہل فارس پر فتح عطا ہوگی۔

ایسے ہوا کہ اہل فارس- جو اہل کتاب نہیں تھے- رومیوں پر غالب آ گئے تھے- رومی اہل کتاب تھے-؛ تو کفار قریش مسلمانوں سے کہنے لگے: ہم بھی تم پر ایسے ہی غالب آئیں گے جیسے فارسی روم پر غالب آئے ہیں۔چونکہ اہل فارس ہماری طرح ہیں؛ ان کے پاس کوئی کتاب نہیں ہے؛ جبکہ اہل روم تمہاری طرح ہیں ان کے پاس کتاب ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل کیا؛ جس میں واضح کیا گیا کہ عنقریب ہی اہل روم کو بہت ہی کم عرصہ میں؛ جس کی مدت نو سال کے اندر ہے؛ اہل فارس پر غلبہ حاصل ہوگا۔اور اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کو بھی فتح حاصل ہوگی۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿الٓمّٓ (1) غُلِبَتِ الرُّوْمُ (2) فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ (3) فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ وَ يَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ (4) بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (5)﴾ [الروم 1-5]

”الٓمٓ۔رومی مغلوب ہوگئے۔سب سے قریب زمین میں اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آئیں گے۔چند سالوں میں، سب کام اللہ ہی کے اختیار میں ہے، پہلے بھی اور بعد میں بھی اور اس دن مومن خوش ہوں گے۔اللہ کی مدد سے، وہ مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے اور وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

پس یہ واقعہ ویسے ہی پیش آیا جیسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خبر دی تھی۔

مؤرخین بیان کرتے ہیں: ''اہل روم کو اہل فارس کے مقابلے میں بہت بری طرح سے شکست ہوئی تھی؛ اور امید یہ تھی کہ کہیں کئی دہائیوں کے بعد وہ اپنی ساکھ بحال کر سکیں گے۔ مگر یہ معاملہ گنتی کے چند سال ہی ایسے رہا۔ جس کی مدت سات سال سے بھی زیادہ نہیں ہے۔ حتی کہ اہل روم نے (623ء سے لیکر 627ء تک) اہل فارس کے ساتھ کئی جنگیں لڑیں۔ اور ان جنگوں میں اہل روم کو فتح حاصل ہوئی۔

اور تقریباً (626ء) میں مسلمانوں کو قریش پر فتح حاصل ہوئی۔ تو یہ دونوں فتوحات ویسے ہی حاصل ہوئیں جیسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن کریم میں اس بارے میں خبر دی تھی۔''

[المعجزة القرآنية 106- 115]

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس کلام کی تفسیر یہ ہے کہ: فارسی اہل روم پر قریبی سرزمین پر غالب آ گئے ہیں؛ یعنی اس علاقہ میں جو شام کی سرزمین فارس کی سرزمین کے قریب ہے۔

﴿وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ﴾

''اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آئیں گے۔'' یعنی رومی فارسیوں کے ہاتھوں مغلوب ہونے کے بعد عنقریب ان پر غالب آئیں گے۔

﴿فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ﴾ چند سالوں میں، سب کام اللہ ہی کے اختیار میں ہے، پہلے بھی؛ یعنی فارسیوں کے ان پر غالب آنے سے پہلے؛ ﴿وَ مِنْۢ بَعْدُ﴾ اور بعد میں بھی؛ ان کے غالب آجانے کے بعد بھی۔ وہ اپنی مخلوق میں جیسے چاہے فیصلے کرتا ہے؛ اور جیسے چاہے حکم چلاتا ہے؛ اور ان میں سے جن کو کسی دوسرے پر غالب کرنا چاہے؛ غالب کر دیتا ہے۔

﴿وَ يَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ اور اس دن مومن خوش ہوں گے۔ یعنی جس دن رومی اہل فارس پر غالب آئیں گے؛ ﴿يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ (4) بِنَصْرِ اللّٰهِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴾؛ مومن خوش ہوں گے؛ اللہ تعالیٰ کی مدد سے۔ یعنی اللہ تعالیٰ مشرکین پر ان کو فتح نصیب کریں گے۔ اور اہل روم اہل فارس پر غالب آئیں گے۔

﴿ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ(5)﴾ [الروم]

''وہ مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے؛ اللہ تعالیٰ جس کے بارے میں چاہتے ہیں اس کی دوسروں پر مدد کرتے ہیں۔'' ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے بدر میں مشرکین پر مؤمنین کو فتح دی؛ اور ان کی مدد فرمائی۔

﴿وَ هُوَ الْعَزِيْزُ﴾۔ ''وہی سب پر غالب ہے۔'' اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں سے اپنا بدلہ لینے میں بہت سخت ہیں۔ نہ ہی اس سے کوئی انہیں روک سکتا ہے؛ اور نہ ہی اس میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔

﴿ الرَّحِيْمُ﴾۔ ''نہایت رحم کرنے والا'' جو کوئی توبہ کرلے؛ اور اس کی اطاعت کی طرف پلٹ آئے اسے عذاب نہ دیا جائے گا۔'' یہ جو بات ہم نے کہی ہے؛ مفسرین کرام نے یہی بات کہی ہے۔'' [تفسیر الطبری 21/11]

ابن عاشور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یہ جس غلبہ کا قرآن میں ذکر کیا جارہا ہے؛ یہ (615ء) میں پیش آنے والی جنگ میں اہل فارس کے مقابلہ میں رومیوں کی عبرتناک شکست ہے۔ ایسے ہوا تھا کہ فارسی بادشاہ خسرو بن ہرمز نے فلسطین اور شام کے علاقے میں اہل روم پر چڑھائی کردی۔ یہ علاقے قیصر روم کی عمل داری میں واقع تھے۔ پس پہلے انطاکیہ میں شکست ہوئی؛ پھر دمشق میں۔ اہل روم کو اہل عرب کے مجاورہ علاقوں بصری اور اذرعات میں بہت عبرتناک شکست اٹھانا پڑی۔ قرآن مجید میں بیان کردہ قریبی علاقے سے یہی مراد ہے کہ روم کے وہ علاقے جو بلاد عرب کے قریب تھے۔

یہاں پر الارض پر ''ال'' تعریفی عہد کے لیے ہے۔ یعنی وہ ارض روم جس کے بارے میں گفتگو ہورہی ہے۔ یا پھر ''ال'' مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔ یعنی ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی زمین کے قریبی علاقہ ؛ یا ادنی ارض اللہ؛ اللہ تعالیٰ کی قریبی سرزمین۔

﴿أدنیٰ﴾ سے متعلق کلمہ محذوف ہے۔اس کی تقدیر یہ ہے کہ:[من أرضکم]یعنی بلاد روم کا بلاد عرب سے قریب ترین علاقہ۔

بیشک اس زمانے میں شام کے علاقے رومیوں کے زیرنگیں تھے۔اور بلاد عرب کے قریب ترین رومی سلطنت کے یہی علاقے تھے۔رومیوں کے لیے یہ شکست بہت ہی بڑی شکست تھی۔اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ:

﴿وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ(۳) فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ﴾ [الروم]

''اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آئیں گے۔چند سالوں میں۔''

یہ وعدہ کی خبر سابقہ خبر پر معطوف ہے۔اور جمع کی ضمیریں روم کی طرف عائد ہیں۔

﴿ غَلَبِهِمْ ﴾ میں مصدر اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے۔

﴿سَيَغْلِبُوْنَ﴾عنقریب وہ غالب آئیں گے۔یہ علم کے لیے ہے؛اس کی تقدیر یوں ہے:''﴿سَيَغْلِبُوْنَ الذين غلبوهم ﴾عنقریب وہ غالب آئیں گے ان لوگوں پر جو ان پر غالب آئے ہیں؛ مراد اہل فارس ہیں۔یہاں پر کسی دوسری قوم کے غلبہ کا گمان بھی نہیں کیا جاسکتا۔اس لیے کہ کسی دوسری قوم پر غلبہ سے اگرچہ ان کی شان بڑھتی ہے؛لیکن ان سے عیب اسی صورت میں ختم ہوتا جب وہ اہل فارس پر غالب آتے۔قصہ اس مراد کو بیان کررہا ہے۔اور چونکہ مسلمانوں پر احسان اسی وقت مکمل ہوتا جب رومی اہل فارس پر غالب آتے ؛ جن کے غلبہ کی وجہ سے مشرکین خوش ہوئے تھے؛ اور ان کی وجہ سے مسلمانوں کو برا بھلا کہا تھا۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

اور یہاں پر ایک اور تفسیری فائدہ یہ بھی ہے کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد'' اس میں ان لوگوں کی انتہائی رسوا کن شکست کی طرف اشارہ ہے۔ ایسی شکست کہ اس کے بعد فتح کی کوئی امید ہی نہیں تھی۔ اسی لیے مشرکین خوشی سے بغلیں بجا رہے تھے۔

پس یہاں پر یہی وعدہ کیا جا رہا ہے کہ اس شکست کے بعد انتہائی قلیل مدت میں رومی دوبارہ غالب آ جائیں گے۔ مشرکین کے لیے یہ بھی قرآن کا ایک چیلنج ہے۔ اور اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خارق عادت طور پر اہل فارس پر رومیوں کی غلبہ لکھ دیا تھا؛ یہ نبی کریم ﷺ کا ایک معجزہ اور مسلمانوں کی کرامت ہے۔

اور لفظ ﴿ بِضْعِ ﴾ باء کے نیچے زیر کے ساتھ؛ یہ بہت کم سالوں سے کنایہ ہے جن کی مدت دس سال سے تجاوز نہیں کر سکتی۔

سالوں کی تعداد مبہم رکھنے میں حکمت: اس عظیم وحکیم کے کلام کا تقاضا یہ تھا کہ اجمالی طور پر مقصود پر ہی اقتصار کیا جائے۔ اور اجمال سے تفصیل کی طرف قدم نہ بڑھایا جائے۔ اس لیے کہ تفصیل اہل عقل کے ہاں ہر موقعہ پر مناسب نہیں ہوتی۔ اور اس لیے بھی تا کہ مسلمان قریب ترین مدت میں اللہ تعالیٰ سے امید قائم کیے رہیں۔ اس میں مسلمانوں کے لیے ایک انبساط اور کشادگی ہے۔ یہ آیت قرآنی معجزات کے باب سے تعلق رکھتی ہے۔'' [التحریر والتنویر 1/3220]

۳۔ قرآن کریم نے یہ خبر دی تھی کہ مسلمان جو مکہ مکرمہ سے اپنا دین لے کر ہجرت کر گئے تھے؛ وہ وہاں سے نکالے جانے کے بعد پھر وہاں داخل ہوں گے۔ اس سے پہلے قریش نے انہیں مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ اور قرآن کریم نے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ امن وامان کی حالت میں مکہ میں داخل ہوں گے۔ کسی قسم کا کوئی خوف نہیں ہوگا؛ اور وہ بیت اللہ کی زیارت کرتے ہوئے عمرہ کریں گے۔

یہ آیات اس سال نازل ہوئیں جب قریش نے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ پھر اگلے سال یہ بشارت پوری ہوئی۔ حالانکہ قریش نبی کریم ﷺ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بہت سخت جانی دشمن تھے۔لیکن جب فریقین کے مابین صلح طے پا گئی تو اب اس کا تقاضا یہی تھا کہ آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوں۔لیکن قریش کی خیانت اور عہد نہ توڑنے کی ضمانت کیا ہوسکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ نے یہ کی بشارت تقریباً ایک سال پہلے دے دی تھی۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾ [الفتح 27]

”بلا شبہ یقیناً اللہ نے اپنے رسول کو سچ خواب دکھائی کہ تم اگر اللہ نے چاہا تو مسجد حرام میں ضرور داخل ہو گے؛ پر امن ، اپنے سر منڈاتے ہوئے اور کتراتے ہوئے، ڈر نہیں ہوگا ،تو اس نے وہ جانا جو تم نے نہیں جانا تو اس نے اس سے پہلے ایک قریبی فتح رکھ دی۔“

یہ واقعہ ایسے ہی پیش آیا جیسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کی خبر دی تھی۔مکہ مکرمہ میں عمرہ کے لیے داخل ہوئے؛ تین دن تک وہاں پر قیام کیا؛ پھر وہاں سے کوچ کیا؛ لیکن کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا؛ جس کی وجہ سے کوئی غم ورنج یا تکلیف اٹھانا پڑے۔حالانکہ مکہ مکرمہ کے باشندے اس وقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا تھا کہ آپ مکہ میں گئے؛ اور بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔آپ نے اس کا ذکر اپنے اصحاب سے مدینہ شریف میں ہی کر دیا تھا۔حدیبیہ والے سال جب آپ عمرے کے ارادے سے چلے تو اس خواب کی بنا پر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو یقین کامل تھا کہ اس سفر میں ہی کامیابی کے ساتھ اس کی تعبیر کا ظہور دیکھ لیں گے۔وہاں جا کر جو رنگت بدلی ہوئی دیکھی یہاں تک کہ صلح نامہ لکھ کر بغیر زیارت بیت اللہ واپس ہونا پڑا تو ان صحابہ پر نہایت شاق گذرا۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو خود رسول اللہ ﷺ سے یہ کہا بھی کہ:

''آپ نے تو ہم سے فرمایا تھا: ''ہم بیت اللہ جائیں گے اور طواف کریں گے۔''

آپ نے فرمایا: ''یہ صحیح ہے لیکن یہ تو میں نے نہیں کہا تھا کہ اسی سال ہوگا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہاں؛ یہ تو نہیں فرمایا تھا۔''

آپ نے فرمایا: ''پھر جلدی کیا ہے؟ تم بیت اللہ میں جاؤ گے ضرور اور طواف بھی یقیناً کرو گے۔''

پھر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے یہی کہا اور ٹھیک یہی جواب پایا۔

اس آیت میں جو ان شاء اللہ ہے؛ [فرمان الٰہی ہے]:

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ﴾ [الفتح 27]

''بلا شبہ یقیناً اللہ نے اپنے رسول کو خواب میں حق کے ساتھ سچی خبر دی کہ تم مسجد حرام میں ضرور بالضرور داخل ہو گے، اگر اللہ نے چاہا۔''

یہ استثنا کے لیے نہیں بلکہ تحقیق اور تاکید کے لیے ہے۔

فرمان الٰہی: ﴿اٰمِنِيْنَ﴾ ''امن کی حالت میں'' یعنی جب آپ مکہ میں داخل ہونگے۔

فرمان الٰہی: ﴿مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ﴾ ''اپنے سر منڈاتے اور کتراتے ہوئے۔'' یعنی اس پر قادر ہوتے ہوئے؛ کیونکہ عین دخول کے وقت تو سر نہیں منڈوا رہے تھے؛ یہ بعد میں ایک دوسری حالت تھی۔ جس وقت اپنے سر منڈائے اور کترائے۔

[اس مبارک خواب کی تاویل کو صحابہ نے دیکھ لیا اور پورے امن واطمینان کے ساتھ مکہ میں گئے اور وہاں جا کر احرام کھولتے ہوئے بعض نے اپنا سر منڈوایا اور بعض نے بال کتروائے]۔

صحیح حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''اللہ تعالیٰ سر منڈوانے والوں پر رحم کرے۔''

لوگوں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! اور کتروانے والوں پر بھی۔''

آپ نے دوبارہ بھی یہی فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سر منڈوانے والوں پر رحم کرے۔''

لوگوں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! اور کتروانے والوں پر بھی۔''

آپ نے سہ بارہ بھی یہی فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سر منڈوانے والوں پر رحم کرے۔''

لوگوں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! اور کتروانے والوں پر بھی۔''

آخر تیسری یا چوتھی بار میں آپ نے کتروانے والوں کے لیے بھی رحم کی دعا کی؛ فرمایا:

''اللہ تعالیٰ سر کتروانے والوں پر بھی رحم کرے۔''

پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ''بے خوف ہو کر'' یعنی مکہ جاتے وقت بھی امن و امان سے ہونگے۔ اور مکہ کا قیام بھی بے خوفی کا ہوگا۔ چنانچہ عمرہ القضا میں یہی ہوا یہ عمرہ ذی قعدہ سنہ ۷ ہجری میں ہوا تھا۔ حدیبیہ سے آپ ذی قعدہ کے مہینے میں لوٹے تو مدینہ تشریف لائے تھے۔'' [تفسیر ابن کثیر 7/331]

۴۔ مسلمان بڑے کمزور تھے؛ اور انہیں کفار قریش کی طرف سے انتہائی دردناک عذاب کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ ان کے پاس نہیں ہی کوئی طاقت تھی اور نہ ہی دفاعی صورت حال۔ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کئی ایک آیات نازل فرمائیں؛ جن میں مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کی خبر دی گئی تھی اور مسلمانوں کو ان کے دشمنوں پر فتح کی بشارت دی گئی تھی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ﴾ [القمر 45]

''عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔''

یعنی محمد ﷺ کے دشمنان آپ سے جنگ کرنے کے لیے جمع ہوں گے؛ لیکن وہ مغلوب ہوں گے؛ اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ بشارت غزوہ بدر کے موقع پر پوری ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کے مخالفین جمع ہوگئے؛ ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔ اور یہ محمد ﷺ اور آپ کے ساتھیوں سے قتال کرنا چاہتے تھے جن کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ حالانکہ مسلمان ان سے جنگ کرنے کے لیے نہیں نکلے تھے۔ جب کہ مشرکین آپ سے جنگ کرنے کے لیے ہی نکلے تھے؛ اور ان کی تیاری مکمل تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ کفار کو شکست ہوئی اور وہ پسپائی اختیار کرتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔

امام طبری رحمہ اللہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں؛ آپ فرماتے ہیں:

جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ﴾

''عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی۔''

تو میں یہ کہنے لگا: ''کس جماعت کو شکست ہوگی؟؛ جب بدر کا دن تھا میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ڈھال پہنے ہوئے ارشاد فرما رہے ہیں:

﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ﴾

''عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔''

امام طبری رحمہ اللہ اس آیت کا اپنے سے پہلے والی آیت سے ربط بیان کر رہے ہیں:

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ﴾ [القمر ۴۴]

''یا وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک جماعت ہیں، جو جیت کر رہنے والے ہیں۔''

فرمایا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں: ''کیا یہ کفار قریش کہتے ہیں کہ: ہم ان لوگوں سے بدلہ لیکر رہیں گے جو ہمارے متعلق برائی یا تکلیف کا ارادہ کریں۔ اور ہم سے جنگ کر کے ہماری جماعت کا شیرازہ بکھیرنا چاہے۔'' تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ﴾

''عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی [جماعت سے مراد کفار قریش کی جماعت ہے] اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یعنی شکست کھا کر بھاگتے وقت اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والوں کو اپنی پیٹھ دکھائیں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ: یہاں پر لفظ ''دبر'' مفرد لایا گیا ہے؛ اس سے مراد پوری جماعت ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے: ''ضربنا منہم الرأس'' ہم نے ان کا سر مارا۔'' اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ان کے سروں کو قلم کر دیا۔ اس لیے کہ واحد کبھی جمع کا معنی دیتا ہے۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو فرمایا ہے؛ وہ ایک سچا وعدہ ہے؛ جو کہ اہل ایمان کے ساتھ کیا گیا ہے۔ بدر کے موقعہ پر مشرکین قریش نے شکست کھائی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔'' [تفسیر الطبری 27/65]

۵۔ مسلمان مکہ مکرمہ میں خوف کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اور انہیں قریش کی طرف سے طرح طرح کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ حتی کہ کوئی ایک کھلے عام اپنے اسلام کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔ اور مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بھی خفیہ طریقے سے ہی ملاقات کر سکتے تھے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے جو قرآنی آیات نازل فرمائیں؛ ان میں تین بشارتیں دی گئی تھیں۔:

اول: اللہ تعالیٰ انہیں خلفاء بنائے گا؛ اور وہ زمین میں اپنا نظام چلائیں گے۔

دوم: اللہ تعالیٰ ان کے دین کی نصرت فرمائیں گے؛ اور دوسرے ادیان پر غلبہ دیں گے۔

سوم: انہیں امن ملے گا؛ اور دشمن کا خوف ختم ہو جائے گا۔

یہ تینوں بشارات انتہائی سخت خوف کی حالت میں دی گئیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ....﴾ [النور 55]

'' اللہ نے تم میں سے ایمان والوں اور نیکوکاروں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور جانشین بنائے گا، جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو جانشین بنایا گیا؛ اور ان کے لیے اپنے پسند کردہ اس دین کو ضرور اقتدار دے گا؛ اور ہر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

صورت انھیں ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا.....''

یہ وعدہ پورا ہوا؛ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی نصرت فرمائی؛ اسے غلبہ ملا؛ اور لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہوئے۔ اور انہیں ایسی مملکت نصیب ہوئی جس نے اپنے زمانے کی بڑی بڑی حکومتوں کو شکست دے دی۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے وعدہ فرما رہے ہیں کہ آپ کی امت کو زمین کا مالک اور لوگوں کا سردار بنائیں گے، ملک ان کی وجہ سے آباد ہوگا، بندگان رب ان سے دل شاد ہوں گے۔ آج یہ لوگوں سے لرزاں و ترساں ہیں کل پرامن اور مطمئن ہوں گے، حکومت و سلطنت ان کے ہاتھوں میں ہوگی۔ الحمد للہ یہی ہوا بھی۔ مکہ، خیبر، بحرین، تمام جزیرہ عرب اور پورا یمن تو خود حضرت محمد ﷺ کی موجودگی میں فتح ہوگیا۔ حجر کے مجوسیوں نے جزیہ دے کر ماتحتی قبول کر لی، شام کے بعض حصوں کا بھی یہی حال ہوا۔ شاہ روم ہرقل نے تحفے تحائف روانہ کیے۔ مصر کے والی نے بھی خدمت اقدس میں تحفے بھیجے، اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے، عمان کے شاہوں نے بھی یہی کیا اور اس طرح اپنی اطاعت گزاری کا ثبوت دیا۔ حبشہ کے بادشاہ اصحمہ رحمۃ اللہ علیہ تو مسلمان ہی ہوگئے اور ان کے بعد کا والی حبشہ بھی مسلمان ہوگیا۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محترم رسول ﷺ کو اپنی مہمانداری میں بلا لیا، تو آپ کی خلافت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سنبھالی۔ اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد جو کمزوری آ گئی تھی؛ اسے ختم کیا۔ جزیرہ عرب کی حکومت کو مضبوط اور مستقل بنایا۔ اور ساتھ ہی ایک جرار لشکر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں بلاد فارس کی طرف بھیجا جس نے وہاں فتوحات کا سلسلہ شروع کیا وہاں کے بہت سارے باشندے قتل ہوئے۔ کفر کی بیخ کنی کی گئی اور اسلامی پودے کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

آبیاری ہوئی ۔ایک دوسرا لشکر حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ وغیرہ امراء کے ماتحت شام کے ملکوں کی طرف روانہ فرمایا۔انہوں نے بھی یہاں محمدی جھنڈا بلند کیا اور صلیبی نشان اوندھے منہ گرائے۔

مجاہدین کا تیسرا لشکر مصر کی طرف حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی سرداری میں روانہ فرمایا ۔شامی لشکر کے ہاتھوں بصری، دمشق، حران وغیرہ اور ان کے گردونواح کی فتوحات کے بعد آپ بھی راہی ملک بقا ہوئے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پاس موجود نعمتوں کے لیے چن لیا۔اور دار کرامت میں بلا لیا۔

اور بہ الہام الٰہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے فاروق کے زبردست زور آور ہاتھوں میں سلطنت اسلام کی باگیں دے گئے ۔آپ نے ان کے بعد اس ذمہ داری کا پورا پورا حق ادا کر دیا۔سچ تو یہ ہے کہ آسمان تلے کسی نبی کے بعد ایسے پاک سیرت ؛کمال کے عادل اور طاقت ور کا دور نہیں ہوا۔آپ کی حکومت میں تمام ملک شام، پورا علاقہ مصر، اکثر حصہ فارس آپ کی خلافت کے زمانے میں فتح ہوا۔سلطنت کسری کے پرخچے اڑ گئے، خود کسری کو منہ چھپانے کے لیے کوئی جگہ نہ ملی۔کامل ذلت واہانت کے ساتھ بھاگتا پھرا۔قیصر کو فنا کر دیا۔مٹا دیا۔شام کی سلطنت سے دست بردار ہونا پڑا۔قسطنطنیہ میں جا کر منہ چھپایا ان سلطنتوں کی صدیوں کی دولت اور جمع کیے ہوئے بیشمار خزانے ان بندگان رب نے اللہ کے نیک نفس اور مسکین خصلت بندوں پر خرچ کیے اور اللہ کے وعدے پورے ہوئے جو اس نے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کہلوائے تھے۔

پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور آتا ہے اور مشرق ومغرب کی انتہا تک اللہ کا دین پھیل جاتا ہے۔اللہ کا لشکر ایک طرف اقصی مشرق تک اور دوسری طرف انتہا مغرب تک پہنچ کر دم لیتے ہیں۔اور مجاہدین کی آب دار تلواریں اللہ کی توحید کو دنیا کے گوشے گوشے اور چپے چپے میں پہنچا دیتی ہیں۔اندلس،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قبرص، قیروان وسبتہ سے چین تک آپ کے زمانے میں فتح ہوئے۔ کسری قتل کر دیا گیا اس کے ملک کا نام ونشان تک کھود کر پھینک دیا گیا اور ہزار ہا برس کے آتش کدے بجھا دیئے گئے اور ہر اونچے ٹیلے سے صدائے اللہ اکبر آنے لگی۔ دوسری جانب مدائن، عراق، خراسان، اھواز سب فتح ہو گئے ترکوں سے جنگ عظیم ہوئی آخر ان کا بڑا بادشاہ خاقان خاک میں ملا؛ ذلیل وخوار ہوا اور زمین کے مشرقی اور مغربی کونوں نے اپنے خراج بارگاہ خلافت عثمانی میں پہنچوائے۔ حق تو یہ ہے کہ مجاہدین کی ان جانبازیوں میں جان ڈالنے والی چیز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تلاوت قرآن کی برکت تھی۔ آپ کو قرآن سے کچھ ایسا شغف تھا جو بیان سے باہر ہے۔ قرآن کے جمع ومحفوظ کرنے، نشر واشاعت، اس کے رعایت ونگہداشت میں جو نمایاں خدمتیں خلیفہ ثالث نے انجام دیں وہ یقیناً عدیم المثال ہیں۔ آپ کے زمانے کو دیکھو اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کو دیکھو کہ آپ نے فرمایا تھا:

''میرے لیے زمین سمیٹ دی گئی حتی کہ میں نے مشرق ومغرب دیکھے عنقریب میری امت کی سلطنت وہاں تک پہنچ جائے گی جہاں تک اس وقت مجھے دکھائی گئی ہے۔''

''آج ہم ان نعمتوں سے بہرہ ور ہو رہے ہیں جن کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کی دعا کرتے ہیں۔ اور اس کا شکر اس طرح سے بجا لاتے ہیں جس سے ہمارا رب ہم سے راضی ہو جائے۔'' [تفسیر ابن کثیر 6/70]

۶۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا؛ اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دینی شروع کی؛ تو آپ کی قوم کے اکثر لوگ اس کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے؛ آپ سے لڑائی کی؛ اور آپ کو ہر طرح کی تکالیف دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ تکلیف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دینے والوں میں آپ کا چچا ابولہب اور اس کی بیوی بھی شامل تھی۔ ان کے علاوہ دوسرے لوگ بھی تھے؛ مگر قرآنی سورت نازل ہوئی جس میں ابولہب اور اس کی بیوی کے انجام کی خبر دی گئی تھی کہ یہ دونوں کافر ہی مگریں اور انہیں اسلام لانے کی توفیق نصیب نہیں ہوگی۔ اور یہ کہ یہ دونوں افراد جہنمی ہیں۔ مگر ان کے امثال میں سے کسی دوسرے کے لیے ایسی کوئی خبر نہ دی گئی۔ جو کہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ (1) مَآ أَغْنٰى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ (2) سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ (3) وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (4) فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ (5)﴾ [المسد: ۱۔۵]

''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گیا۔ نہ اس کے کام اس کا مال آیا اور نہ جو کچھ اس نے کمایا۔ عنقریب وہ شعلے والی آگ میں داخل ہوگا۔ اور اس کی بیوی بھی جو ایندھن اٹھانے والی ہے۔ اس کی گردن میں مضبوط بٹی ہوئی رسی ہوگی۔''

کیا کسی بشر کے گمان میں یہ متوقع نہیں تھا کہ یہ دونوں بھی توبہ کر کے اسلام قبول کر لیں؛ جس طرح ان جیسے دوسرے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کر کے اسلام قبول کر لیا۔ حالانکہ یہ لوگ ان آیات کے نزول کے بعد لگ بھگ آٹھ سال تک زندہ رہے۔ لیکن اللہ عزوجل غیب کا علم رکھتے تھے۔ اور انہوں نے ہی اس بارے میں خبر دی ہے۔ پس یہ خبر برحق ہے۔ یہ دونوں اشخاص کفر پر مرے؛ جب کہ ان جیسے بہت سارے دوسرے لوگ مسلمان ہو گئے۔ پس یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قرآن مجید اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف نازل کردہ ہے۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یہ سورت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے برحق ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ آپ نے ان ہی معانی میں یہ خبر دی تھی کہ ابولہب اور اس کی بیوی دونوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کافر مریں گے۔ تو یہ بالکل ویسے ہی ہوا۔ اگر یہ لوگ زبان سے کہہ دیتے کہ ہم اسلام لائے ہیں؛ تو کافروں کو آپ ﷺ پر نکتہ چینی اور رَد کرنے کا ایک موقعہ مل جاتا۔ لیکن یہاں پر بات کچھ اور ہی تھی۔ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ یہ دونوں اسلام قبول نہیں کریں گے۔ نہ ہی ظاہری طور پر اور نہ ہی باطنی طور پر؛ تو اس بارے میں خبر بھی دیدی۔'' [زادالمسیر 9/260]

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ابولہب بدر کے چند روز بعد عدسہ کی بیماری سے ہلاک ہوگیا۔ تین دن تک اس کی لاش یونہی پڑی رہی؛ حتیٰ کہ اس کی بدبو پھیل گئی پھر کرائے کے حبشیوں سے اسے دفن کروایا۔ یہ غیب کی ایسی خبر تھی جو کہ بالکل واقعہ کے مطابق پوری ہوئی۔''

[البیضاوی 5/544]

۷۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ خبر دی تھی کہ قرآن محفوظ رہے گا؛ اس میں نہ ہی کوئی کمی بیشی ہو سکے گی اور نہ ہی یہ کتاب ضائع ہوگی۔ حالانکہ اس سے قبل جو کتابیں گزر چکی ہیں ان میں تبدیلی وتحریف؛ کمی بیشی لاحق ہوئی اور یہ کتابیں [کلی یا جزوی طور پر] ضائع ہوگئیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ [الحجر 9]

''بے شک ہم نے ہی قرآن نازل کیا ہے اور بے شک ہم اس کے محافظ ہیں۔''

علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ—وهو القرآن — وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾

[الحجر 9]

''بیشک ہم نے ہی اس ذکر—یعنی قرآن—کو نازل کیا اور یقیناً ہم اس کے محافظ ہیں۔''

''یہ فرمایا جارہا ہے کہ: ہم اس قرآن کے محافظ ہیں؛ اس میں کچھ باطل اپنی طرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے زیادہ کردیا جائے جو اس میں سے نہ ہو؛ یا پھر اس میں سے کوئی وہ چیز کمی کردی جائے جو اسی قرآن کا حصہ ہو۔اس کے احکام اور حدود اور فرائض میں کمی کردی جائے'' اور یہاں پر ''لہ'' میں ھاء کی ضمیر کی مرجع اس ہستی کی طرف ہے جس نے یہ ذکر نازل کیا ہے۔'' [تفسیر الطبری 6/14]

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

'' یہ جان لیجیے کہ ایسے اتفاق کسی چیز پر نہیں ہوا؛ جیسے اس کتاب کی حفاظت پر اتفاق ہوا ہے۔اس لیے کہ اس سے پہلے کی کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جس میں تحریف اور تبدیلی اور تغییر واقع نہ ہوئی ہو۔خواہ یہ تبدیلی تھوڑی ہو یا زیادہ۔اس کتاب کا ہر لحاظ سے کسی بھی قسم کی تبدیلی سے محفوظ رہنا؛ جب کہ ملحدین ؛ یہود و نصاری کے ہاں اس کے بہت سارے اسباب اور وجوہات کی بنا پر اس میں تبدیلی کی کوششیں ہوتی رہیں؛ یہ اس قرآن کا ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔اور اس کی خبر اللہ تعالیٰ نے بہت پہلے ہی دیدی تھی کہ یہ کتاب ہر قسم کی تبدیلی اور تحریف سے محفوظ رہے گی۔اور اب اس وقت تک تقریباً چھ سو سال گزر چکے ہیں ؛[یہ کتاب ویسے ہی محفوظ ہے] یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک غائبانہ خبر تھی جو کہ آج بھی اس کا ایک بہت زبردست معجزہ ہے۔'' [تفسیر الرازی 19/124]

میں کہتا ہوں کہ: اب ہم اس پندرھویں صدی ہجری میں جا رہے ہیں۔اور یہ کتاب ویسے ہی شیریں اور تروتازہ ہے جیسے اس کے نزول کے وقت تھی۔اور کسی ایک کو بھی یہ ہمت نہیں ہوسکی کہ اس قرآن میں کچھ کمی یا بیشی کریں۔حالانکہ اب عالم کتنا پھیل گیا ہے؛ اور لوگوں کے پاس تزویر اور فنون کے مختلف وسائل آ گئے ہیں۔مگر پھر بھی.....

اس قرآن کا یوں سلامت رہنا اس کا ایک آفاقی معجزہ ہے۔جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۸۔ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا تو اسے صداقت نبوت محمد ﷺ پر ایک دلیل قرار دیا؛ اور لوگوں سے مطالبہ کیا کہ اگر وہ اس قرآن کے اللہ کی جانب سے ہونے کو جھٹلاتے ہیں تو پھر وہ بھی اس قرآن جیسا کلام تیار کرلیں؛ یا اس جیسی دس سورتیں ہی کہہ لیں یا پھر ایسی ایک ہی سورت بنا لائیں۔ تاکہ یہ دلیل باطل ثابت ہو سکے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس خبر کو تاکید کے اس اضافہ کے ساتھ ذکر فرمایا کہ یہ کبھی بھی ایسا نہیں کرسکیں گے۔ تو بات ویسے ہی ہوئی جیسے اللہ تعالیٰ نے خبری دی تھی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ اِن كُنتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّن مِّثۡلِهٖ وَ ادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُم مِّن دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنتُمۡ صٰدِقِیۡنَ (23) فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَ لَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَ الۡحِجَارَةُ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِیۡنَ(24)﴾ [البقرۃ 23۔24]

''ہم نے اپنے بندے پر جو کچھ اتارا ہے اگر تمہیں اس میں شک ہو اور تم سچے ہو تو اس جیسی ایک سورت تو بنا لاؤ، تم چاہو تو اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو۔ سو اگر تم ایسا نہ کرسکو اور ہرگز نہ کرسکو گے، تو پھر اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ وہ کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''

تو کفار میں سے کوئی ایک بھی یہ اعلان کرنے کی جرأت نہیں کرسکا کہ وہ بھی اس قرآن جیسا کہ کلام پیش کر کے اس کا مقابلہ کرے گا۔ حالانکہ وہ اسلام کے خلاف جنگ اور اس کو ختم کرنے کے بڑے حریص رہے ہیں۔ پس یہ خبر اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کلام کسی بشر کا کلام نہیں ہے؛ بلکہ یہ بشریت کے خالق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کلام ہے۔

علامہ طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مقصد یہ ہے کہ:

﴿فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا﴾ ''سو اگر تم ایسا نہ کرسکو'' یعنی اگر تم اس قرآن جیسی ایک سورت بھی بنا کر نہ پیش کرسکو؛ حالانکہ تم نے اور تمہارے دوسرے مددگاروں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلہ میں کوشش کر کے دیکھ لیا۔ تمہارے امتحان و اختبار سے تمہاری عاجزی ظاہر ہوگئی ہے؛ اور میری تمام مخلوق بھی اس سے عاجز آ گئی ہے؛ اب تمہیں پتہ چل گیا کہ یہ قرآن میری طرف سے نازل کردہ ہے؛ مگر پھر بھی اس کو جھٹلانے پر ہی قائم ہو۔

اور فرمان الٰہی: ﴿ وَ لَنْ تَفْعَلُوْا ﴾ ''اور ہرگز نہ کرسکو گے'' یعنی کبھی بھی اس جیسی ایک سورت بھی نہیں لاسکو گے۔'' [تفسیر الطبری 1/131]

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور فرمان الٰہی: ﴿ وَ لَنْ تَفْعَلُوْا ﴾ ''اور ہرگز نہ کرسکو گے'' اس چیلنج میں ان کو جوش دلایا گیا ہے؛ اور ان کے اندر ایک حرکت پیدا کی گئی ہے۔ تاکہ اس کے بعد ان کی عاجزی زیادہ واضح ہوجائے۔ یہ ان غیب کی خبروں میں سے ہے جن کے وقوع کی خبر قرآن نے قبل از وقت دی ہے۔''

[تفسیر القرطبی 1/233]

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس بات پر مبنی تھی کہ قرآن ایک معجزہ ہے؛ تو پھر اس کے معجزہ ہونے پر دلیل بھی قائم کردی۔''

جان لیجیے کہ: قرآن کے معجزہ ہونے کو دو طرح سے بیان کیا جاسکتا ہے:

اول:..... یہ کہ: قرآن تین احوال میں سے کسی ایک سے خال نہیں ہوسکتا:

۱۔ یہ کلام تمام بشریت کے فصحاء کے کلام کے مساوی ہو۔

۲۔ فصحاء کے کلام سے زیادہ ہو؛ اس قدر کہ عادتاً اس کا نقض نہ ہوسکتا ہو۔

۳۔ فصحاء کے کلام سے زیادہ ہو مگر اس کا نقض پیش کیا جاسکتا ہو۔

''پہلی دو اقسام باطل ہیں؛ اب رہ گئی تیسری قسم۔

بیشک ہم یہ بات کہتے ہیں:

''پہلی دو اقسام باطل ہیں؛ اس لیے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر کم از کم انفرادی طور پر یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سارے مل کر اس جیسی ایک ہی سورت پیش کر سکتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تنازع تو پیدا ہو؛ مگر اس چیلنج کو قبول کرنے میں خوف ہی مسلط رہا۔ گواہوں اور فیصلہ کرنے والوں کا کام ہوتا ہے کہ شبہات کو ختم کریں؛ ایسا دلائل پیش کرنے کے بعد آخر میں ہوتا ہے۔ یہ لوگ زبان دان تھے؛ اور انہیں فصاحت و بلاغت کے قوانین سے انتہاء درجہ کی آگاہی تھی۔ اور ان کی انتہائی کوشش اور چاہت تھی کہ اس قرآن کو غلط ثابت کر سکیں۔ حتی کہ اس راہ میں انہوں نے اپنے اموال اور اپنی جانیں تک پیش کر دیں۔ اور آزمائش و ہلاکت کی ہر منزل تک پہنچے۔ ان کی حمیت اور سرکشی کی حد یہ تھی کہ حق بات کو قبول کرنے کے لیے کسی طرح بھی تیار نہیں ہوتے تھے۔ تو پھر باطل کو کیسے قبول کر سکتے تھے۔ یہ تمام امور اس بات کو واجب کرتے تھے کہ کوئی ایک بات ہی ایسی تلاش کر لاتے جو اس کلام میں قدح کا موجب ہوتی۔ جب کہ اس کا مقابلہ تو سب سے بڑی قدح تھی۔ جب وہ ایسا کچھ بھی پیش نہیں کر سکے تو پتہ چلا کہ وہ اس کلام کا مقابلہ کرنے سے عاجز آ گئے تھے۔ تو ثابت ہوا کہ قرآن کریم ان کے کلام کے برابر نہیں ہے۔ اور قرآن کے کلام اور ان کے کلام کے مابین فرق کوئی عام معمولی سا فرق نہیں ہے۔ یہ فرق عمومی عادات کے برعکس بہت بڑا فرق ہے؛ جو اس یقین کو واجب کرتا ہے کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے .....آگے چل کر آپ فرماتے ہیں:

”.....دوسرا طریقہ: یا پھر ہم یہ کہیں کہ: قرآن اس سے خالی نہیں ہوتا کہ:

یا تو یہ کلام بلاغت وفصاحت کی معجزانہ حدوں کو پار کر رہا ہے؛ یا پھر ایسا نہیں ہے۔

اگر پہلی بات کو تسلیم کر لیا جائے تو اس کا معجزہ ہونا تسلیم ہو گیا۔

اور اگر ایسا نہیں؛ دوسری بات ہے؛ تو پھر اس صورت میں اس کا مقابلہ ہونا ممکن تھا۔ پھر مقابلہ ممکن ہونے کی صورت میں اس جیسا کلام نہ پیش کر سکنا؛ جب کہ اس

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کے تمام اسباب موجود تھے؛ تو یہ بھی خارق عادت بات ہے؛ اور یہ اس کلام کا معجزہ ہے۔

پس یہ ثابت ہوگیا کہ یہ کلام ہر لحاظ سے معجزہ ہے؛ اور یہ طریقہ ہمارے ہاں صواب کے زیادہ قریب ہے۔'' [تفسیر الرازی 3/347]

حافظ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا ﴾

''سو اگر تم ایسا نہ کرو اور ہرگز نہ کرسکو گے۔''

''یہاں پر حرف "لن" مستقبل میں دائمی نفی کے لیے ہے۔ یعنی تم کبھی بھی ایسا ہرگز نہیں کرسکو گے۔'' یہ ایک دوسرا معجزہ ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پہلے سے ہی خبر دی تھی جس میں بغیر کسی خوف وخطرہ کے قطعی اور یقینی طور پر دوٹوک الفاظ میں بتایا گیا کہ کبھی بھی سارے زمانے میں اور رہتی دنیا تک اس قرآن کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ اور پھر ایسے ہی ہوا۔ نزول قرآن کے وقت سے ہمارے آج کے اس وقت تک اس قرآن کا مقابلہ نہیں کیا جاسکا۔ اور نہ ہی بعد میں ایسا ہونا ممکن ہے۔ اور کسی کے لیے اس جیسا کلام پیش کرنا کیسے ممکن بھی ہوسکتا ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے؛ جو کہ ہر ایک چیز کے خالق ہیں۔ تو پھر خالق کا کلام مخلوق کے کلام سے مشابہ کیوں کر ہوسکتا ہے۔''

جو کوئی قرآن میں غور وفکر اور تدبر کرے تو اس پر اس کے معجزانہ کلام ہونے کی کئی ایک فنی؛ اور الفاظ ومعانی کے اعتبار سے کئی ظاہری اور مخفی وجوہات ظاہر ہوں گی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ﴾ [ھود 1]

''الٓر۔ ایک کتاب ہے جس کی آیات محکم کی گئیں، پھر انھیں کھول کر بیان کیا گیا ایک کمال حکمت والے کی طرف سے جو پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یعنی اس کتاب کی آیتیں جو حکمت والے ہر طرح کی خبریں جاننے والے اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے محکم ومضبوط ؛مفصل اور الگ الگ ہیں۔ پس الفاظ محکم اور معانی مفصل یا الفاظ مفصل اور معانی محکم ہر اعتبار سے قرآن اپنے الفاظ اور مضامین میں بے نظیر ہے جس کے مقابلے، معارضے اور مثل پیش کرنے سے دنیا عاجز اور بے بس ہے۔اس پاک کلام میں اگلی خبریں جو دنیا سے پوشیدہ تھیں وہ ہو بہو بیان کی گئیں ۔آنے والے امور کے تذکرے کیے گئے جو لفظ بہ لفظ پورے اترے۔تمام بھلائیوں کا حکم دیا گیا اور تمام برائیوں سے ممانعت اس کتاب میں ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا﴾ [الانعام 115]

''اور تیرے رب کی بات سچ اور انصاف کے اعتبار سے پوری ہوگئی۔''

خبروں میں صداقت اور احکام میں عدل تیرے رب کے کلام میں پورا پورا ہے۔ پاکیزہ قرآن تمام تر حق وصداقت و ہدایت سے پر ہے۔ نہ اس میں واہی تواہی باتیں ہیں نہ ہنسی مذاق؛ نہ کذب و افترا جو شاعروں کے کلام میں عموما پایا جاتا ہے۔ بلکہ ان کے اشعار کی قدر و قیمت ہی اسی پر مقولہ مشہور ہے کہ اعذبہ اکذبہ جو کلام جتنا میٹھا اس میں جھوٹ اتنا ہی زیادہ۔'' [تفسیر ابن کثیر 1/107]

۹۔ جب نبی کریم ﷺ نے اعلانیہ دعوتِ اسلام کا سلسلہ شروع ہوا؛ اور یہ اعلان کیا گیا کہ قریش کا دین باطل ہے؛ اور ان کے عقل مندوں کو بیوقوف کہا؛ اور ان کے عقائد کو باطل قرار دیا: اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں ان کی آراء وافکار کو باطل پر مبنی کہا؛ تو اب اس میں کوئی شک وشبہ کی بات نہیں تھی کہ یہ انتقام لینے کی ایک بڑی وجہ تھی۔خصوصاً قریش جیسے لوگوں کے لیے جنہیں اپنی حمیت ؛عزت اور بالاتری کا احساس وشعور تھا۔ پھر یہی حال دوسرے ادیان کے ماننے والوں کا بھی تھا۔ جیسے وہ یہود جو کہ مدینہ میں مقیم تھے؛ اور وہ نصاری جو نجران میں پائے جاتے تھے۔آپ نے ان کے عقائد کو بھی باطل کہا تھا۔اور اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سبحانہ وتعالیٰ کے بارے میں ان کی آراء وایمانیات کو حماقت پر مبنی کہا تھا۔ اور آپ نے یہ خبر دی تھی کہ ان کی کتابوں میں تحریف داخل ہو چکی ہے۔ اور یہ بھی اعلان فرمایا کہ اب دین اسلام نازل ہونے کے بعد ان کا دین ختم ہو گیا ہے۔ اس میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہا تھا کہ یہ انتقام لینے کا ایک بڑا سبب بن سکتا ہے۔

ان حالات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے وہ آیات نازل فرمائیں جن میں نبی کریم ﷺ سے لوگوں کے شر سے ان کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾۔[المائدۃ ٦٧]

''اے رسول! جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے؛ اس کی تبلیغ کرو؛ اور اگر ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔''

آپ کے دشمنان قریش مکہ اور مدینہ میں اہل کتاب کی طرف سے آپ کو قتل کرنے کی بہت ساری کوششیں ہوئیں؛ مگر اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ نے اپنے دشمنان کے ساتھ کئی ایک جنگیں بھی لڑیں۔ مگر پھر جب آپ ﷺ کا انتقال ہوا تو یہ ایک عام عادت کے مطابق کا واقعہ تھا۔ پس اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے؛ تو پھر وہ کون ہے جو اس قسم کا چیلنج کر سکتا ہے؟

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو ان تمام چیزوں کی تبلیغ کر دی جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کی گئی تھیں۔ اور آپ نے کئی مواقع پر ان سے پوچھا بھی:

کیا میں نے آپ تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا؟

تو لوگوں نے گواہی دی کہ آپ نے واضح طور پر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ آپ کو آپ کی امت کی طرف سے بہترین جزائے خیر عطا فرمائیں؛ [آمین]

پھر اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ آپ کو لوگوں کے شر سے بچا لیا جائے گا۔ تاکہ آپ کو ان چیزوں کی دعوت وتبلیغ پر ترغیب دی جائے جن کے بارے میں کسی کو گمان ہوسکتا ہو کہ شائد ان میں کتمان سے کام لیا جائے۔ یہ امر لوگوں کی طرف سے ایذاء رسانی اور تکلیف دہی کا خوف ہوسکتا تھا۔ لیکن الحمد للہ کہ آپ پر جو بھی وحی نازل ہوئی تھی؛ آپ نے اسے پوری طرح سے لوگوں کے سامنے بیان کر دیا۔.....آگے فرماتے ہیں.....:

''مشرکین کے بڑے بڑے سردار قتل ہوئے۔ ان کی جماعت کا شیرازہ بکھر گیا؛ ان کی اجتماعیت بوسیدہ واور کمزور ہوگئی۔ اور اللہ تعالیٰ کا دین ہی سر بلند ہوا۔ پس جن لوگوں کی گردنیں تلوار سے بچ گئیں وہ اسلام لے آئے۔ حتی کہ آپ نے فتح مکہ کے موقع پر قریش کے سرداروں اور وڈیروں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

''میرے بارے میں کیا خیال ہے؛ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟

تو سب نے یہی کہا: '' آپ ہمارے مہربان بھائی؛ اور مہربان بھائی کے بیٹے ہیں۔''

تو آپ نے فرمایا: ''جاؤ تم سب آزاد ہو۔''

اور اللہ تعالیٰ کی یہ عنایت ومہربانی علمائے امت کے ساتھ بھی رہی؛ اللہ تعالیٰ ہی انہیں لوگوں کے شر سے محفوظ فرماتے رہے۔'' [فتح القدیر 2/ 87]

ابو حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس جملہ میں غیب کے متعلق خبر دی گئی ہے اور یہ ویسے ہی پوری ہوئی جیسے خبر دی گئی تھی۔ نہ ہی کوئی آپ کو قتل کر سکا؛ اور نہ ہی آپ کو قیدی بنایا جا سکا۔ حالانکہ آپ کے دشمنان کی طرف سے آپ پر غالب آنے یا پھر قتل یا گرفتار کرنے کی بھرپور کوششیں کی گئیں۔ اس میں آپ ﷺ کی صحتِ نبوت کی دلیل ہے۔ کیونکہ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طرح کی خبر کا دیا جانا صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ہی ممکن ہے۔ اور یہی حال باقی تمام خبروں کا بھی ہے۔'' [البحر المحیط 4/324]

۱۰۔ جب آپ کو جھٹلانے والے یہود کو مخاطب کر کے چیلنج کیا گیا کہ اگر وہ حق پر ہیں تو پھر موت کی تمنا کریں۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ وہ کبھی بھی ہرگز ایسا نہیں کریں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ(94) وَ لَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ(95)﴾ [البقرۃ 94-95]

'' فرما دیجئے: اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک آخرت کا گھر صرف تمہارے لیے ہے، اور کسی کے لیے نہیں، تو موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔ وہ اپنی بداعمالی کی وجہ سے کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے؛ اللہ تعالیٰ ظالموں سے آگاہ ہیں۔''

ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ:

﴿ وَ لَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ﴾

''وہ اپنی بداعمالی کی وجہ سے کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے۔'' یہ بھی معجزات میں سے ہے؛ اس لیے کہ یہ غیب کی خبر ہے۔ اسی طرح کی دوسری غیب کی خبر یہ ہے:

﴿ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا ﴾ [البقرۃ 24]

'' سو اگر تم ایسا نہ کرو اور ہرگز نہ کر سکو گے۔'' [البحر المحیط 1/479]

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ:

﴿قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ﴾

''فرما دیجئے: اگر دار آخرت تمہارے ہی لیے ہے۔''

اس میں یہودیوں پر رد ہے جو کہتے تھے: ''ہم ہی جنت میں جائیں گے؛ اور ان کے ساتھ جنت میں داخل ہونے میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہوگا۔ اور ان پر وہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

چیزیں لازم کی گئیں جس سے ان کا اس دعوی میں جھوٹا ہونا کھل کر واضح ہو گیا۔ یہ باتیں صرف ان کی زبانوں سے نکلتی ہیں جن کی کوئی دلیل اور برہان نہیں ہے۔

.....آگے فرمایا.....:

''یہاں پر تمنا سے مراد ان الفاظ کا زبان سے ادا کرنا ہے جو اس کی دلیل بن جائیں۔ نہ کہ محض دل میں خیال آنا۔ اور نفس کا اس طرف مائل ہونا۔ کیونکہ مناظرہ کے میدان میں فریق مخالف کیساتھ؛ چیلنج کے موقع پر ایسی چیزیں مراد نہیں ہوتیں۔ پس ان کا موت کی تمنا کو ترک کرنا؛ اور اس سے منہ موڑ لینا یہ بھی رسول اللہ ﷺ کا ایک معجزہ ہے۔ وہ انتہائی متکبر اور اللہ تعالیٰ اور انبیائے کرام علیہم السلام پر باطل دعوے کرنے کی جرأت والے لوگ تھے؛ جیسا کہ قرآن کریم نے ان کے کئی واقعات نقل کیے ہیں۔ انہوں نے اپنی وہی عادات یہاں بھی ترک نہیں کیں۔ بس یہ صرف اس لیے ہوا کہ انہیں پورا یقین تھا کہ اگر انہوں نے موت کی تمنا کی تو انہیں موت آ ہی جائے گی۔ یہ بات یا تو وہ یقینی طور پر جانتے تھے؛ یا پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا کرنے سے موڑ دیا۔ [فتح القدیر 1/180]

علامہ ابن عاشور رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ظاہر ہے کہ یہ خطاب ان لوگوں کی نسبت سے ہے جو نزول قرآن کے وقت مخاطب تھے۔ اور ان میں سے کسی ایک سے بھی منقول نہیں ہے کہ اس نے موت کی تمنا کی ہو۔ جیسا کہ آیت کریمہ میں اس کی خبر دی گئی ہے۔ اور مزید برآں یہ یہودیوں کے ہاں رسول اللہ ﷺ کی صداقت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ وہ کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کرے گا۔ اور یہ بھی یقین تھا کہ اس کی قوم کے باقی لوگ بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے۔ اس لیے کہ اگر ان میں سے کوئی ایک ایسی تمنا کرتا تو وہ ضرور اس کا اعلان کرتا۔ کیونکہ انہیں علم تھا کہ ان میں سے ہر ایک کی حریصانہ کوشش یہ ہے کہ وہ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آیت کو باطل ثابت کرے۔ اور یہ معجزہ ان کی نسلوں تک پر قرض ہے۔ جیسا کہ یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ اہل عرب اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز آ گئے ہیں۔ اور ان کے تمام اہل علم باحثین کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ قرآن ایک معجزہ ہے جو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ہے۔''

چوتھی وجہ:.....تناقض سے سلامتی:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا﴾ [النساء 82]

''تو کیا وہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے، اور اگر وہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔''

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

﴿وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا﴾

[النساء 82]

''اور اگر وہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔'' یعنی اس میں بہت بڑا فرق اور تناقض پایا جاتا۔'' [فتح القدیر 1/741]

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے دوسرے مسئلہ میں فرماتے ہیں:

''جان لیجیے کہ ظاہر آیت اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح ہونے پر حجت پیش کی ہے۔ اس لیے کہ اگر اس آیت کو اس پر محمول نہ کیا جائے تو اس کا اپنے سے ماقبل کی آیت کے ساتھ کوئی ربط باقی نہیں رہتا۔''

علمائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں:

''صدقِ نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کی دلالت تین وجوہ کے اعتبار سے ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اول: اس کی فصاحت۔

دوم: اس کا غیب کی خبروں کو شامل ہونا۔

سوم: اختلاف سے سلامتی؛ یہی چیز اس آیت میں یہاں پر بیان کی جارہی ہے۔

پھر اس تیسرے قول یعنی ''اختلاف سے سلامتی'' کی تفسیر میں تین اقوال ہیں:

اول: ابوبکر الاصم کہتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ: بیشک یہ منافقین خفیہ طور پر اپنی مکاریوں اور حیلہ بازیوں میں کئی اقسام پر ہیں۔اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ کو گاہے بگاہے ان کے احوال سے خبردار کیا کرتے تھے۔اور ان کی بابت تفصیل سے بھی بتایا جاتا۔جس میں صداقت کے علاوہ کچھ بھی نہ ہوتا۔تو ان سے یہ کہا گیا ہے کہ: اگر ان چیزوں کی اطلاع اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ دی گئی ہوتی تو اس میں صداقت کو یوں ثابت قدمی نہ ملتی۔اور محمد ﷺ کے اقوال میں مختلف قسم کے اختلافات اور فرق پایا جاتا۔جب اس میں کوئی ایسا اختلاف نہیں پایا جاتا؛ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کلام اللہ رب العالمین کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

دوسرا قول: جس اکثر متکلمین نے اختیار کیا ہے؛ وہ کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ یہ قرآن کریم ایک بہت بڑی کتاب ہے؛ اور اس میں مختلف قسم کے علوم پائے جاتے ہیں؛ اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس کے کلمات میں بہت سارا اختلاف اور تناقض پایا جاتا؛ کیونکہ بڑی کتابیں ایسی چیزوں سے خالی نہیں ہوتیں۔جب کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی؛ تو اس کے من جانب اللہ ہونے کی دلیل ہے۔

تیسرا قول: یہ قول کہ: ''قرآن اختلاف سے پاک ہے'' اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ابومسلم الاصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی فصاحت کے رتبہ میں کوئی اختلاف نہیں۔حتی کہ اس میں کوئی جملہ بھی ایسا نہیں پایا جاتا جس میں کوئی رکیک کلام ہو؛ بلکہ شروع سے آخر تک سارا فصیح کلام ایک ہی منہج پر مشتمل ہے۔یہ بات معلوم شدہ ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کوئی انسان خواہ وہ کتنا ہی فصیح کیوں نہ ہو؛ اور بلاغت کی منتہاء کو پہنچا ہوا ہو؛ جب وہ مختلف معانی پر مشتمل ایک بڑی کتاب تحریر کرتا ہے؛ تو اس کے کلام میں بعض اختلافات ظاہر ہوجاتے ہیں۔ کہیں پر بڑا مضبوط کلام ہوتا ہے؛ اور کہیں پر کمزور کلام ہوتا ہے۔ اور کہیں پر گرا ہوا کلام آجاتا ہے؛ جبکہ قرآن میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی تو اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ یہ ایک معجزہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔'' [تفسیر الرازی 10/ 172]

علامہ ابن عاشور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو قرآن کے معانی سے بھی ویسے ہی چیلنج کیا ہے جیسے اس کے الفاظ اور بلاغت سے چیلنج کیا ہے۔ کیونکہ منافقین کو قرآن کے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہونے میں شک تھا۔ اسی لیے وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کا اظہار تو کرتے ہیں؛ مگر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے نکلتے ہیں تو ان احکام کی مخالفت کرتے ہیں ۔ کیونکہ انہیں اس قرآن پر کامل یقین و اعتماد نہیں تھا۔ جب بھی انہیں کوئی چیز قابل اعتراض نظر آتی تو خود بھی شک کا شکار ہوجاتے اور لوگوں میں بھی شکوک وشبہات پھیلاتے۔ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں قرآن میں تدبر وتفکر کرنے کا حکم دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ﴾ [آل عمران 7]

''پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو متشابہ کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔''

تدبر: دبر سے مشتق ہے؛ اس کا معنی ہے پیٹھ۔ یہ ''فعلاً الدبر سے مشتق کیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے: ''تَدَبَّرَ'' جب کسی معاملہ میں غور وفکر کرے۔ یعنی اس کے غیب کی حالت میں؛ یا اس کے انجام میں۔ یہ ان افعال میں سے ہے جنہیں اسماء جامدہ سے مشتق کیا گیا ہے۔

تدبر: تَدَبَّر خود اپنے آپ میں تأمل کو متعدی ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہا جاتا ہے: تدبر الامر۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے:

﴿ يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ﴾ ''وہ قرآن میں غور وفکر کرتے ہیں۔'' تو اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی دلالت میں غور وفکر کرتے ہیں؛ اس میں دو معانی کا احتمال ہے:

اول: یہ کہ ان آیات کی تفاصیل پر غور کریں کہ جن مقاصد کی طرف مسلمانوں کو ان آیات میں رہنمائی دی جارہی ہے۔ یعنی اس کی تفصیل میں غور وفکر کرنا۔

دوم: یہ کہ جملہ قرآن کی فصاحت و بلاغت پر غور وفکر کریں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ اور یہ کہ اس قرآن کو لانے والی ہستی صادق ہستی ہے۔

یہاں پر ان آیات کا سیاق پہلے معانی کو ترجیح دیتا ہے۔ یعنی کہ اگر وہ قرآنی ہدایات پر غور وفکر کرتے تو انہیں بہت بڑی خیر و بھلائی حاصل ہوتی۔

اور فرمان الٰہی: ﴿ وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ ﴾ ''اور اگر وہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا.....'' یہ جملہ استفہامیہ ہے۔ انہیں اس کی تفاصیل میں غور وفکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور انہیں ایسے امور بتائے گئے ہیں جو اس قرآن کے من جانب اللہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ یہی تو اس میں اختلاف کی نفی اور انکار ہے۔ پس اس اعتبار سے تدبر کا یہ حکم عام ہے۔ اور یہاں پر تدبر کی جزئیات میں سے ایک جزئی کا بیان کیا گیا ہے۔ جس میں ان کی ہمتوں کو بیدار ہونے کے لیے ایک مناسب فرصت مہیا کی گئی ہے۔ تاکہ رسول ﷺ کی صداقت کے دلائل ان کو گھیر لیں۔ تو یہ سابقہ پیش کردہ کلام پر ایک زائد چیز ہوگی۔ اور یہ ان لوگوں کے اعتبار سے بہت اہم جو کہ شک وشبہ کا شکار ہیں۔''

یہ صاف ظاہر ہے کہ یہاں پر اختلاف سے مراد قرآنی آیات کا باہمی اختلاف ہے۔ جسے اضطراب بھی کہتے ہیں۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ ان کے احوال کے ساتھ اختلاف ہو۔ تو اس صورت میں مراد یہ ہوگی کہ: ''پھر قرآنی تصریحات اور ان کے احوال کے مابین اختلاف پایا جاتا [جبکہ ایسا کچھ بھی نہیں]۔ تو ان کے علم کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ کیونکہ اس میں ان کے دل کے احوال کی خبر ایسے دی گئی ہے جو کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یقیناً غیب کا علم رکھنے والی ہستی کی طرف سے ہے۔ یہ انتہائی باریک اور عجیب استدلال ہے۔ جس سے مقصود کفر پر استمرار کی معذرت کو ختم کرنا ہے۔'' [التحریر والتنویر 1/994]

قرآن جو کہ بیس سال سے زائد کے عرصہ میں نازل ہوا؛ اس میں ماضی؛ حال اور مستقبل کے غیبی امور کی خبریں بھی ہیں؛ اور احکام شریعت بھی؛ لیکن اس میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ نہ ہی اس کی خبروں میں اختلاف ہے اور نہ ہی احکام میں تناقض ہے۔ اور نہ ہی کہیں پر اس کی بلاغت کمزور پڑی ہے.....؛ ان کے علاوہ بھی اس کے اتنے زیادہ اوصاف ہیں جو کھل کر دلالت کرتے ہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس میں کم از کم وہ اختلاف پایا جاتا جو کہ بشری اقوال وافعال کے عوارض میں سے ہے۔

پانچویں وجہ:.....بعض اعمال پر نبی کریم ﷺ پر عتاب:

قرآن کریم کی آیات مبارکہ ایسے مضامین کو بھی شامل ہیں جن میں کئی مواقع پر نبی کریم ﷺ پر عتاب کیا گیا؛ اور بعض کاموں میں آپ کی غلطی یا خطا کو واضح کیا گیا ہے۔ عام طور پر عادت یہ ہوتی ہے کہ جو کوئی قیادت کا دعویدار ہو وہ کوشش کرتا ہے کہ اس کی ذات کی تعظیم کا اظہار ہو۔ اور اپنے آپ کو بڑوں کے روپ ولباس اور مظہر میں ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تاکہ لوگ اس کے سامنے سرنگوں رہیں۔ اگر ہمارے نبی کریم محمد ﷺ بھی انہی لوگوں میں سے ہوتے تو آپ بھی ویسے ہی کرتے جیسے یہ لوگ کرتے آئے ہیں۔ لیکن آپ کوئی خود ساختہ سردار نہیں تھے۔ بلکہ آپ اللہ تعالیٰ کے متواضع بندے اور سچے رسول تھے۔ آپ اپنے رب کا وہ پیغام پہنچایا کرتے تھے جس کی تبلیغ کا آپ کو حکم دیا جاتا۔ اور قرآن تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے جس میں آپ اپنی طرف سے کوئی تبدیلی نہیں کر سکتے تھے۔ اور نہ ہی اس میں اپنی طرف سے کچھ بھی اضافہ کر سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ (44) لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ (45) ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ (46) فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ﴾

[الحاقة ۴۴-۴۷]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''اور اگر آپ ہم پر کچھ باتیں بنا لیتے تو ہم آپ کا دائیں ہاتھ پکڑ لیتے اور پھر ان کی رگ جان کو کاٹ ڈالتے اور تم میں سے کوئی ایک ہمیں اس سے روکنے والا ہر گز نہ ہوتا۔''

آنے والی سطور میں اس کی کچھ مثالیں بیان کی جا رہی ہیں۔

اوّل:.....نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کا قصہ

رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ قریش کے سرداروں کو اسلامی تعلیم دے رہے تھے اور انتہائی تڑپ کے ساتھ ان کی طرف متوجہ تھے کہ ناگہاں نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس آئے، اور نبی کریم ﷺ سے کچھ امور دین سیکھنے کے لیے سوال کرنے لگے۔

آپ کو نابینا ہونے کی وجہ سے شاید یہ پتہ نہ چل سکا کہ نبی کریم ﷺ قریشی سرداروں کو اسلام پر قائل کرنے میں مشغول ہیں۔ تاکہ ان سے امور دعوت میں مدد حاصل کی جا سکے۔ آپ کی آمد کو نبی کریم ﷺ نے اچھا نہ سمجھا؛ اور تیوری بدل دی۔ آپ نابینا تھے رسول اللہ ﷺ کے بدلے ہوئے تیور دیکھ نہیں سکتے تھے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے نہ ہی آپ سے کوئی سخت جملہ کہا؛ اور نہ ہی ڈانٹا۔ بلکہ آپ نے صرف اتنا ہی کیا کہ انہیں چھوڑ کر قریشی سرداروں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے وہ آیات نازل فرمائیں جن میں نبی کریم ﷺ پر اس نابینا کے ساتھ اس سلوک پر عتاب کیا گیا ہے؛ بھلے آپ ان سرداروں کے اسلام قبول کرنے کی طمع میں ایسے کر رہے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے میزان میں وہ مسلمان اس بات کا زیادہ حق دار تھا کہ اسے دین اسلام کی تعلیم دی جائے۔'' [الترمذی 3331؛ صححہ الالبانی]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰی (1) اَنْ جَآئَهُ الْاَعْمٰی (2) وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهُ یَزَّكّٰی (3) اَوْ یَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰی (4) اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی (5) فَاَنْتَ لَهُ تَصَدّٰی (6) وَمَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّكّٰی (7) وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰی (8) وَهُوَ یَخْشٰی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(9) فَأَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى (10)﴾ [عبس 1۔10]

''اس نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا۔کہ اس کے پاس اندھا آیا۔اور آپ کو کیا معلوم کہ شاید اس کا تزکیہ ہو۔یا نصیحت کیا جائے تو نصیحت اسے فائدہ دے۔ لیکن جو بے پروا ہو گیا۔سو آپ اس کے پیچھے پڑے ہیں۔آپ کے ذمہ نہیں کہ وہ پاک ہو اور لیکن جو دوڑتا ہوا آپ کے پاس آیا اور وہ ڈرتا ہے۔آپ اس سے بے رخی کرتے ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے یہ آیات اپنے اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے سامنے پڑھیں؛ ان میں آپ کو عتاب کیا جارہا تھا؛ اور آپ کی غلطی کی اصلاح کی جارہی تھی۔یہ کسی بڑے آدمی کے بس کی بات نہیں تھی کہ وہ لوگوں کو اپنی اتباع کی دعوت دے رہا ہو؛ اور پھر ایسی بات کہے جسے غلط قرار دیا جائے؛ اور ایسا کام کرے جس پر تنقید ہو۔کیونکہ ایسا کرنے سے اتباع گزاروں کے سامنے اپنے متبع کا مقام و مرتبہ کم ہوجاتا ہے۔اس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ خطاب عظمت والے خالق و مالک رب سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے تھا؛ جس میں اپنے بندے کی رہنمائی اور ان کے مؤقف کی اصلاح ہورہی ہے۔اور اس دین کی اتباع کی وجہ سے انسان کی معاشرتی قدر و قیمت بتائی جارہی ہے۔وہ دین جس میں کمزور اور طاقتور کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا۔اس دین کو اللہ تعالیٰ اپنے رسول محمد ﷺ اور ان کے ذریعہ سے تمام بشریت کے لیے شریعت مقرر کررہے ہیں۔محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں؛ آپ نہ ہی اللہ کے حکم کی مخالفت کرسکتے ہیں اور نہ ہی اس کی طرف سے نازل کردہ آیات کو چھپا سکتے ہیں۔

امام طبری نے روایت کیا ہے؛ حضرت ابن عباس ان آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰى (1) اَنْ جَاۗءَهُ الْاَعْمٰى (2)﴾ [عبس 1۔2]

''تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا۔کہ اس کے پاس اندھا آیا۔''

''رسول اللہ ﷺ عتبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، عباس بن عبدالمطلب کے ساتھ گفتگو کررہے تھے۔آپ ﷺ کی بڑی کوشش اور پوری حرص تھی کہ کس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طرح یہ لوگ دین حق کو قبول کرلیں۔ ادھر ایک نابینا صحابی تشریف لے آئے؛ جنہیں عبداللہ بن ام مکتوم کہا جاتا تھا۔ آپ ﷺ ان سے گفتگو کر ہی رہے تھے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

یارسول اللہ! ''قرآن پاک کی کوئی آیت مجھے سنایئے اور جو باتیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھائی ہیں ان میں سے کچھ باتیں سکھایئے۔''

آپ ﷺ کو اس وقت ان کی بات ذرا بے موقع لگی اور منہ پھیر لیا اور ادھر ہی متوجہ رہے؛ ان سے [اس وقت] بات کرنا مناسب ہی نہ سمجھا۔ جب ان سے باتیں پوری کر کے آپ ﷺ گھر جانے لگے تو آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا اور سر نیچا ہو گیا اور یہ آیتیں اتریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰى (1) اَنْ جَآئَهُ الْاَعْمٰى (2) وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهُ يَزَّكّٰى (3) اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى (4)﴾ [عبس 1-4]

''اس نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا۔ کہ اس کے پاس اندھا آیا۔ اور آپ کو کیا معلوم کہ شاید اس کا تزکیہ ہو۔ یا نصیحت کیا جائے تو نصیحت اسے فائدہ دے۔''

پھر تو آپ ﷺ ان کی بڑی عزت کیا کرتے تھے اور پوری توجہ سے کان لگا کر ان کی باتیں سنا کرتے تھے آتے جاتے ہر وقت پوچھتے کہ کچھ کام ہے کچھ حاجت ہے کچھ کہتے ہو کچھ مانگتے ہو؟'' [ابن جریر نے کہا ہے: یہ روایت غریب اور منکر ہے اور اس کی سند میں بھی کلام ہے۔ تفسیر الطبری 30/53]

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کی شان نزول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہاں پر رسول اللہ ﷺ کو بتایا جا رہا ہے کہ: دعوت دین کو کسی ایک کے ساتھ خاص نہ کیا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ تبلیغ دین میں شریف وضعیف، فقیر وغنی، آزاد وغلام، مرد وعورت، چھوٹے بڑے سب برابر ہیں۔ آپ ﷺ سب کو یکساں نصیحت کیا کریں۔ ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے، وہ اگر کسی کو راہ راست سے دور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رکھے تو اس کی حکمت وہی جانتا ہے جسے اپنی راہ لگا لے اسے بھی وہی خوب جانتا ہے۔اسی کے لیے حکمت بالغہ اور سر کچلنے والی حجت ہے۔'' [تفسیر ابن کثیر 8/320]

دوم:.....حضرت زید رضی اللہ عنہ منہ بولے بیٹے کا واقعہ:

اسلام سے قبل عربوں کی عادت تھی کہ وہ منہ بولا بیٹا بنا لیا کرتے تھے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی دوسرے کے بیٹے کو اپنی طرف منسوب کیا جاتا۔اور یہ آدمی اس منہ بولے بیٹے کا باپ قرار پاتا۔ جب اسلام آیا تو اس نے اس عمل کو حرام قرار دیا۔اور حکم دیا کہ کسی بھی انسان کو اس کے حقیقی باپ کی طرف ہی منسوب کیا جائے۔

جناب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وحی نازل ہونے سے پہلے ایک شخص کو منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔اس آدمی کا نام زید تھا؛ اور اسے زید بن محمد کے نام سے پکارا جاتا تھا۔اب دوبارہ اسے اس کے باپ کی طرف منسوب کر کے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پکارا جانے لگا۔

جب مدینہ میں تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اس زید سے کر دیا۔لیکن زید رضی اللہ عنہ کا ان کے ساتھ زیادہ دیر تک نبھانہ ہو سکا۔ کیونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان پر قناعت نہیں تھی۔آپ کا خیال یہ تھا کہ آپ ان کی نسبت اعلی اور اشرف نسب سے تعلق رکھتی ہیں۔حضرت زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو طلاق دینے کے بارے میں مشورہ کیا کرتے تھے۔اور آسمانوں سے آپ کے پاس وحی آ چکی تھی کہ عنقریب زید انہیں طلاق دیدیں گے اور آپ ان سے شادی کریں گے۔

جب بھی حضرت زید رضی اللہ عنہ آپ سے مشورہ لینے آتے تو آپ انہیں صبر کی تلقین کرتے؛ اور جو بات آپ کو بذریعہ وحی معلوم ہو چکی تھی؛ وہ ان کو نہیں بتاتے تھے تا کہ آپ حرج نہ محسوس کریں۔ کیونکہ اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے شادی کرنے کو مکروہ اور ناپسندیدہ سمجھتے تھے۔تو اللہ تعالیٰ نے عتاب کی آیات نازل فرمائیں۔فرمان الٰہی ہے:

﴿وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰاهُ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا﴾ [الأحزاب 37]

''اور جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے؛ جس پر اللہ تعالیٰ نے اور آپ نے انعام کیا: کہ اپنی بیوی کو روک رکھ اور اللہ سے ڈر؛ اور آپ کے دل میں وہ بات مخفی تھی جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور آپ لوگوں سے ڈرتے تھے، اور اللہ زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں، پھر جب زید نے اس سے اپنی حاجت پوری کر لی؛ تو ہم نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا، تاکہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کی بابت تنگی نہ ہو، جب وہ ان سے حاجت پوری کر چکیں اور اللہ کا حکم ہمیشہ سے (پورا) کیا ہوا ہے۔''

یہ بہت ہی سخت عتاب ہے۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نہ ہوتی تو کوئی بھی بڑا اپنے ماننے والوں کے سامنے ایسی بات نہیں کر سکتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ اگر اللہ کی وحی کتاب اللہ میں سے ایک آیت بھی چھپانے والے ہوتے تو اس آیت کو چھپا لیتے۔'' اور پھر آپ نے یہ سابقہ آیت تلاوت کی۔''

ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف وحی نازل کر دی تھی کہ زید عنقریب زینب کو طلاق دے دے گا۔ اور آپ اللہ کے حکم سے اس سے شادی کریں گے۔ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ان کے اخلاق کی شکایت کی؛ کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا میری بات نہیں مانتی؛ اور میں اسے طلاق دینا چاہتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا:

﴿ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ ﴾ [الأحزاب37]

''اپنی بیوی اپنے پاس روکے رکھ اور اللہ سے ڈرو۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ نے بطور ادب کے یہ وصیت فرمائی۔ آپ کو یہ علم ہو چکا تھا کہ حضرت زید قریب میں ہی اسے طلاق دے دیں گے۔ یہی وہ بات تھی جسے آپ اپنے دل میں چھپائے ہوئے تھے۔ ایسا نہیں ہوا کہ آپ نے اسے طلاق دینے کا حکم دیا ہو۔

کیونکہ آپ کو تو علم ہو چکا تھا کہ عنقریب ان میں طلاق ہو جائے گی۔ آپ ﷺ باتیں بنانے سے ڈرتے تھے کہ لوگ کہیں گے کہ آپ نے زید کے بعد زینب سے شادی کر لی؛ اور وہ آپ کا منہ بولا بیٹا ہے۔ کہیں آپ نے ہی اسے طلاق دینے کا حکم دیا ہوگا۔ پس اتنی سی بات پر اللہ تعالیٰ نے عتاب کیا۔ اور آپ کا اس کو اپنی بیوی کو روک رکھنے کا کہنا بھی مباح تھا۔ حالانکہ آپ کو علم ہو چکا تھا کہ ان کے مابین طلاق ہونے والی ہے۔ تو آپ کو یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ ان سے ڈرا جائے۔ ہر حال میں صرف اللہ تعالیٰ کا خوف ہی غالب ہونا چاہیے۔'' [البحر المحیط 9/ 155]

یہ کلام حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے؛ اور محقق اہل علم مفسرین کے ہاں یہی بات معتبر و قابل اعتماد ہے۔'' [البخاری 5146؛ مسلم 3633]

اور ابو حیان رحمہ اللہ والا اثر اس سے پہلے امام بغوی رحمہ اللہ نے بھی نقل کیا ہے۔

سوم:..... رسول اللہ ﷺ کا ازواج مطہرات کی رضامندی کے لیے شہد حرام کرنا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاةَ أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (1) قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ (2)﴾ [التحریم ۱-۴]

''اے نبی! آپ کیوں حرام کرتے ہیں جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کیا ہے؟ آپ اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہیں، اور اللہ غفور و رحیم ہے۔ بے شک اللہ نے آپ کے لیے آپ کی قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے اور اللہ تمھارا مالک ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وہی علیم وحکیم ہے۔''

حضرت عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا آپ فرما رہی تھیں: '' حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہد پیتے تھے۔ اور اس کی خاطر ذرا سی دیر وہاں ٹھہرتے بھی تھے۔ اس پر میں نے اور حضرت حفصہ نے آپس میں مشورہ کیا کہ: '' ہم میں سے جس کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئیں وہ کہے کہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! '' آج تو آپ کے منہ سے گوند کی سی بو آتی ہے؛ شاید آپ نے مغافیر کھایا ہوگا۔'' چنانچہ ہم نے یہی کیا۔ آپ نے فرمایا: '' نہیں میں نے تو زینب کے گھر شہد پیا ہے اب قسم کھاتا ہوں کہ نہ پیوں گا۔'' اس پر یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاةَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (1) قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ وَاللّٰهُ مَوْلٰكُمْ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ (2) وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ (3) اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ﴾ [التحریم 1-4]

''اے نبی! آپ کیوں حرام کرتے ہیں جو اللہ نے آپ پر حلال کیا ہے؟ آپ اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہیں، اور اللہ غفور ورحیم ہیں۔ بے شک اللہ نے آپ پر آپ کی قسموں کا کفارہ فرض کیا ہے اور اللہ آپ کے مالک ہیں وہ علیم وحکیم ہیں۔ اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے راز کی بات کہی، اور اس نے وہ بات کسی کو بتادی؛ اور اللہ نے نبی کو اس کی خبر کر دی۔ تو نبی نے اس میں سے کچھ بات جتلائی اور کچھ سے اعراض کیا، پھر جب نبی نے اسے یہ بتایا تو وہ بولی: آپ کو کس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نے بتایا؟ فرمایا: مجھے اس علیم وخبیر نے بتایا ہے۔ اگر تم دونوں اللہ کی طرف توبہ کرو ؛ یقیناً تمھارے دل مائل ہو گئے ہیں۔ ورا گر تم اس کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو تو یقیناً اللہ خود اس کا مددگار ہے اور جبریل اور صالح مومن اور اس کے بعد تمام فرشتے مددگار ہیں۔''

اس آیت میں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

﴿وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا﴾ [التحریم 3]

''اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے راز کی بات کہی۔''

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں: ''اے نبی! اللہ تعالیٰ کی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرنے والے! جو ایسا کر کے اپنی بیویوں کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔ آپ اپنے آپ وہ حلال چیز کیوں حرام کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کی ہے۔ کیا آپ اس طرح حلال کو حرام کر کے اپنی بیوی کی رضا مندی چاہتے ہیں۔''

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ ''اور اللہ بخشنے والے، مہربان ہیں۔'' یعنی آپ کی مغفرت اور رحمت انتہائی بلیغ ہے۔ جو کچھ آپ سے ہو گیا کہ آپ نے وہ چیز اپنے اوپر حرام کی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال ٹھہرائی تھی۔'' اس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کے صغیرہ گناہ تھے جن کی وجہ سے آپ پر عتاب کیا گیا۔''

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ: خلاف اولیٰ کرنے پر آپ پر عتاب کیا گیا۔''

اور ایسے ہی آپ نے یہ بھی فرمایا ہے:

''حلال اور حرام کرنے کا اختیار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو ہے کسی اور کو نہیں۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عتاب کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جانا اس کی سب سے بڑی اور بلیغ دلیل ہے۔'' [فتح القدیر 5/332]

امام ثعالبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو نبوت کے نام و مقام سے پکارا ہے جو کہ آپ کے شرف و منزلت اور فضیلت اور خصوصیت کی دلیل ہے۔ پھر آپ کے اپنے نفس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے لیے حلال کردہ چیز کو حرام کرنے کے فیصلے کا اقرار کیا ہے؛ اور پھر اللہ تعالیٰ نے وہ بات بھی معاف کر دی جس کی وجہ سے عتاب کیا تھا؛ اور آپ پر رحم بھی فرما دیا۔'' [تفسیر ثعالبی 4/315]

یہ بالکل محال ہے کہ خالق و مالک کے علاوہ کسی اور کی طرف سے یہ عتاب ہوا ہو۔ اور نہ ہی کوئی ایسی وجہ پائی جاتی ہے کہ انسان خود اپنے نفس پر اس قسم کا معاتبہ کرے؛ حالانکہ یہ معاملہ آپ ﷺ کے اور آپ کی بیویوں کے درمیان ایک راز تھا۔

اس سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ یہ عتاب اللہ تعالیٰ رب العالمین کی طرف سے اپنے بندے کے حق میں تھا۔

اس عتاب سے رب کے ہاں آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے محبت کرتے ہیں۔ اور آپ کے لیے وہ افضل چیز اختیار کرتے ہیں جو کہ رب کے ہاں بھی قدر و قیمت رکھتی ہے۔

پس مبارکباد ہے اس ہستی کے لیے جس کی تربیت کی اور رورعایت کی ذمہ داری خود رب سبحانہ وتعالیٰ نے اٹھائی ہو۔

چہارم:.....قیدیوں کا واقعہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (67) لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (68)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿

[الانفال 67-69]

''نبی کے ہاتھ میں قیدی نہیں چاہییں جب تک ملک میں اچھی خون ریزی نہ ہو جائے۔تم دنیا کے مال چاہتے ہو اور اللہ کا ارادہ آخرت کا ہے اور اللہ زور آور با حکمت ہے۔اگر پہلے ہی سے اللہ کی طرف سے بات لکھی ہوئی نہ ہوتی تو جو کچھ تم نے لے لیا ہے اس پر تمہیں کوئی بڑی سزا ہوتی۔پس جو کچھ حلال اور پاکیزہ غنیمت تم نے حاصل کی ہے،خوب کھاؤ پیو اور اللہ سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ غفور و رحیم ہے۔''

یہ آیات سن دو ہجری میں غزوہ بدر کے بعد نازل ہوئیں۔یہ پہلا غزوہ تھا جو مسلمانوں اور ان کے دشمنان مشرکین قریش کے درمیان پیش آیا۔اس میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور انہوں نے تقریباً ستر کے لگ بھگ مشرکین کو گرفتار کرلیا۔پھر رسول اللہ ﷺ نے ان مشرکین کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے مشورہ کیا تو وہ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے:

اول: ایک گروہ کا خیال تھا کہ تمام قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دی ہے اور اہل ایمان کو اذیتیں دی ہیں۔انہیں ان کے گھروں سے نکالا ہے۔پس ایسے لوگوں کو کسی بھی صورت میں معاف نہیں کرنا چاہیے۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک جماعت کی یہی رائے تھی۔

دوم: دوسرے گروہ کا خیال تھا کہ ان سے فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے۔کیونکہ یہ ان کے اپنے اور خاندان کے لوگ تھے۔مسلمان فقراء اس وقت بہت ضرورت مند تھے۔بالخصوص وہ مہاجرین جنہیں ان کے گھروں اور اموال سے نکال گیا تھا۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ ایک جماعت کی یہی رائے تھی۔نبی کریم ﷺ بھی اسی رائے کی طرف مائل ہو گئے۔بشری استطاعت اور بس میں یہی تھا کہ احوال کے مناسب رائے اختیار کی جائے۔کیونکہ اس کا نتیجہ ان کے ایمان کی/اسلام قبول کرنے کی صورت میں انجام پذیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوسکتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہی تھا کہ اس رائے پر عمل ہوجائے ؛ تو عتاب کو مؤخر کیا گیا۔ اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارادہ یہ ہوتا کہ ان سے کچھ نہ لیا جائے ؛ [بلکہ ان کا کام تمام کردیا جائے] تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی بھی قسم کا حتمی فیصلہ ہونے سے پہلے اس کی ممانعت اتار دیتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس عتاب کے نزول میں تاخیر ہونے میں ؛ اور دوسری بار ایسا کرنے کی ممانعت کا فیصلہ آنے میں اللہ تعالیٰ کی کئی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ ان میں سے :

۱۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے نفوس میں کچھ خفیہ امور ایسے تھے جن کی اصلاح اور علاج اوران پر عتاب مقصود تھا۔ اور یہ اس قسم کا اجتہاد ظہور پذیر ہونے کے بعد ہی ممکن تھا۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ﴾ [الانفال 67]

''تم تو دنیا کے مال چاہتے ہو اور اللہ کا ارادہ آخرت کا ہے۔''

۲۔ یہ کہ نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں ؛ آپ کسی چیز میں مختار کل نہیں ہیں۔ شریعت کا تقرر اللہ عزوجل کی طرف سے ہی ہوتا ہے۔

۳۔ یہ کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام صرف اس کی تبلیغ کرنا ہے۔

۴۔ بیشک اللہ تعالیٰ جو کچھ کونی قدری ارادہ فرماتے ہیں وہ واقع ہوکر رہتا ہے۔ اگرچہ وہ کام شرعی اعتبار سے ناپسند ہی کیوں نہ کرتے ہوں۔ کیونکہ اس پر کئی حکمتیں مرتب ہوتی ہیں۔ جن کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی شان نزول میں یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ ایک طویل حدیث میں ہے ؛ آپ فرماتے ہیں:

''جب قیدیوں کو گرفتار کرلیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: ''تم ان قیدیوں کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہو؟''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! وہ ہمارے چچا زاد اور خاندان کے لوگ ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فدیہ وصول کرلیں اس سے ہمیں کفار کے خلاف طاقت حاصل ہوجائے گی اور ہوسکتا ہے کہ اللہ انہیں اسلام لانے کی ہدایت عطا فرمادیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابن خطاب آپ کی کیا رائے ہے؟

میں نے عرض کیا: نہیں! اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! میری وہ رائے نہیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے ہے۔ بلکہ میری رائے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ہمارے سپرد کردیں تاکہ ہم ان کی گردنیں اڑا دیں۔ عقیل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کریں۔ وہ اس کی گردن اڑائیں اور فلاں آدمی میرے سپرد کردیں۔ اپنے رشتہ داروں میں سے ایک کا نام لیا تاکہ میں اس کی گردن ماردوں کیونکہ یہ کفر کے پیشوا اور سردار ہیں۔''

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کی طرف مائل ہوئے اور میری رائے کی طرف مائل نہ ہوئے۔ جب آئندہ روز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے؛ میں نے عرض کیا:

اے اللہ کے رسول! مجھے بتائیں تو سہی کس چیز نے آپ کو اور آپ کے دوست کو رلا دیا؟

پس اگر روسکا تو میں بھی روؤں گا اور اگر مجھے رونا نہ آیا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے رونے کی وجہ سے رونے کی صورت ہی اختیار کرلوں گا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اس وجہ سے رو رہا ہوں جو مجھے تمہارے ساتھیوں سے فدیہ لینے کی وجہ سے پیش آیا ہے تحقیق مجھ پر ان کا عذاب پیش کیا گیا جو اس درخت سے بھی زیادہ قریب تھا۔ اللہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

درخت سے بھی زیادہ قریب؛ اور اللہ رب العزت نے یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ o لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ o فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

[الانفال 67۔69]

''نبی کے ہاتھ میں قیدی نہیں چاہییں جب تک ملک میں اچھی خون ریزی نہ ہو جائے ۔تم دنیا کے مال چاہتے ہو اور اللہ کا ارادہ آخرت کا ہے اور اللہ زور آور با حکمت ہے۔اگر پہلے ہی سے اللہ کی طرف سے بات لکھی ہوئی نہ ہوتی تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس پر تمہیں کوئی بڑی سزا ہوتی۔پس جو کچھ حلال اور پاکیزہ غنیمت تم نے حاصل کی ہے، خوب کھاؤ پیو اور اللہ سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ غفور و رحیم ہے۔'' [صحیح مسلم 1763]

ان آیات مبارکہ کا نزول معرکہ ختم ہونے اور نبی کریم ﷺ کے صحابہ سے قیدیوں سے متعلق مشورہ کرنے کے بعد ہوا۔بعض صحابہ نے مشورہ دیا تھا کہ ان سے کوئی فدیہ نہ لیا جائے بلکہ تمام گرفتار قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔اور بعض نے مشورہ دیا تھا کہ فدیہ لیکر انہیں چھوڑ دیا جائے اور قتل نہ کیا جائے۔نبی کریم ﷺ نے بھی اسی دوسری رائے کو پسند فرمایا تھا۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''یہ آیات غزوہ بدر کے بعد نازل ہوئیں ان میں اصحاب نبی کریم ﷺ پر عتاب کیا گیا ہے۔مطلب یہ ہے کہ تمہارے لیے مناسب نہیں تھا کہ تم ایسا کام کرو نبی خوب خون بہانے سے پہلے قیدیوں کو گرفتار کر لے۔'' [القرطبی 8/450]

اس عتاب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندے اور حبیب مصطفیٰ ﷺ کی تربیت ہے تاکہ آپ کے جذبات و احساسات بشری کمال کی چوٹیوں کو سر کر لیں۔اور اس کے ساتھ ہی ساتھ لوگوں کی تربیت ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بندے اور ان کی جانب سے مبعوث رسول ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور آپ کی تعلیم و رہنمائی کا کام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔

اس سے یہ بات پختہ ہو جاتی ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے۔

پنجم:.....منافقین کی نماز جنازہ

جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو وہاں کے بہت سارے باشندوں نے اسلام قبول کر لیا۔ لیکن ایک گروہ اسلام کی نعمت سے محروم ہی رہا۔ اس گروہ نے جب دیکھا کہ اسلام روز بروز ترقی کر رہا ہے اور مسلمان آئے دن بڑھتے جا رہے ہیں؛ تو وہ بھی منافقت سے اسلام میں داخل ہونے کا اعلان کرنے لگے؛ جب کہ اس کے ساتھ ہی ساتھ نبی کریم ﷺ اور اہل ایمان کو اذیت دینے کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ اس گروہ کا بڑا سردار عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا۔

سنہ نو (9) ہجری میں منافقین کے اس سردار کی موت واقع ہوگئی۔ اس کا بیٹا عبداللہ ایک مخلص مسلمان تھا۔ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ آپ اس کے باپ کی نماز جنازہ پڑھائیں اور اس کے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ آپ ﷺ نماز جنازہ پڑھانے کے لیے تشریف لے گئے۔ تاکہ اس کے بیٹے کی دل جوئی ہو اور اس کی قوم کا دل اسلام کے لیے نرم ہو جائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جن میں آپ ﷺ کو دوبارہ کسی بھی منافق کی نماز جنازہ پڑھانے سے روک دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ لَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ [التوبة 84]

''اور ان میں سے کوئی مر جائے اس کا جنازہ کبھی نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہونا، بیشک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کا کفر کیا اور نافرمانی کی حالت میں مرے ہیں۔''

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''حکم ہوتا ہے کہ اے نبی! آپ منافقوں سے بالکل بے تعلق ہو جائیں۔ ان میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے کوئی مر جائے تو تم نہ اس کے جنازے کی نماز پڑھیں نہ اس کی قبر پر جا کر اس کے لیے دعائے استغفار کریں۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر و فسق پر زندہ رہے اور اس پر مرے ہیں۔ یہ حکم تو ان تمام لوگوں کے بارے میں عام ہے جن کے نفاق کا علم ہو جائے۔ گو اس کا شان نزول خاص عبداللہ بن ابی بن سلول کے بارے میں ہے جو منافقوں کا رئیس اور امام تھا۔''

پھر اس کے بعد آپ نے یہ حدیث اس کی تفسیر میں لائی ہے:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ''جب عبداللہ بن ابی مر گیا تو اس کا بیٹا حضرت عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرے باپ کے کفن کے لیے آپ اپنا پہنا ہوا کرتا عنایت فرمائیے۔ آپ نے دیدیا۔ پھر کہا: آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیے۔ آپ نے یہ درخواست بھی منظور فرمالی اور نماز پڑھانے کے ارادے سے اٹھے۔

لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا دامن تھام لیا اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ اس کا جنازہ نہ پڑھائیں؛ وہ منافق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے منع فرمایا ہے۔''

آپ نے فرمایا سنو اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے۔ یا اس کی خبر دی ہے۔ کہ:

﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ [التوبة 80]

''آپ ان کے لیے بخشش مانگیں، یا نہ مانگیں، اگر آپ ان کے لیے ستر بار بخشش کی دعا کریں تو بھی اللہ انھیں ہرگز نہ بخشیں گے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں ستر سے زائد مرتبہ اس کا نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔'' اور آپ نے اس کا جنازہ پڑھایا۔ اس پر یہ آیت اتری۔'' [اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں]:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ لَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ [التوبة 84]

''اوران میں سے کوئی مرجائے اس کا جنازہ کبھی نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہونا، بیشک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کا کفر کیا اور نافرمانی کی حالت میں مرے۔'' [صحیح البخاری 4554؛ مسلم 6976]

یہ عمل بھی جملہ طور پر ان اعمال میں سے ایک ہے جن کے کرنے پر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر عتاب فرمایا۔ اور نبی کریم ﷺ نے اس کا اعلان فرمایا۔ اور یہ آیات جوں کی توں باقی ہیں؛ قیامت تک ان کی تلاوت ہوتی رہے گی۔ اس سے بھی اس بات کی تائید وتاکید ہوتی ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا کلام نہیں۔

اس سے ایک اور بات بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ اس عتاب اور توجیہ و رہنمائی سے آپ کی قدر و مرتبت اور مقام میں کمی نہیں آتی۔ بلکہ اس سے آپ کی بشریت اور خالق کے سامنے آپ کی عبدیت اور کمال بشری کی تاکید ہوتی ہے؛ جو آپ سے غلطی کے کم واقع ہونے کی دلیل ہے؛ عدم خطاء کی دلیل نہیں۔ اس لیے کہ خطا سے بالکل پاک تو اللہ تعالیٰ کی ہستی ہی ہے [کوئی اور نہیں]۔

چھٹی وجہ:.....قرآنی موضوعات

قرآن جن موضوعات پر گفتگو کرتا ہے اس کی دو بڑی اور بنیادی اقسام ہیں۔ اور پھر باقی جتنے بھی موضوعات ہیں؛ وہ ان دو کے تابع ہو کر آتے ہیں۔

پہلی قسم:.....عقائد (علمی پہلو)

یعنی وہ علمی پہلو کہ ہر انسان پر اس کی تعلیم حاصل کرنا اور اس کی تصدیق کرنا واجب ہوتا ہے۔ یہ قسم دوسری قسم کے لیے ایک بنیاد اور اساس ہے۔ جس قدر اس قسم میں وضاحت ہوگی؛ اور جس قدر استقامت ہوگی اسی قدر انسانی زندگی میں استقامت ہوگی۔

پس دین اسلام علم اور عمل کا دین ہے؛ اور عمل میں استقامت اور درستگی علم کی استقامت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور درستگی سے وابستہ ہوتی ہے۔

اول:.....اللہ سبحانہ وتعالیٰ خالق و مالک کا تعارف

بلا شک وشبہ انسان کو علوم ومعارف میں سے سب سے پہلے جس علم ومعرفت کی ضرورت ہوتی ہے؛ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے۔ اصل میں یہ معرفت ہر دل میں فطری طور پر موجود ہوتی ہے۔ لیکن یہ معرفت اجمالی ہوتی ہے تفصیلی نہیں ہوتی۔ کیونکہ تفصیلی معرفت صرف انبیائے کرام علیہم السلام کے واسطہ سے ہی معلوم ہوسکتی ہے۔

قرآن کریم نے اس معرفت کے بیان کا مکمل بیڑا اٹھایا ہے؛ اور ایسے بیان کیا ہے کہ عقل پر مکمل طور پر کھل کر واضح ہوگیا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ بتادیا ہے کہ وہی اس کائنات کا خالق و مالک ہے۔ اسے پیدا کرنے میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ کائنات کی تمام تر مخلوقات کو انسان لے کر عالم وجود کے ایک ادنیٰ جراثیم تک کو صرف وہی اکیلا روزی دینے والا ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی وہ ہستی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو سنبھال رکھا ہے۔ اوران کی حفاظت فرمارہا ہے؛ نہ ہی یہ گرتے ہیں نہ ہی ان میں اضطراب پیدا ہوتا ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی اس کائنات کی ہر ایک چیز کو جانتے ہیں۔ اوران چیزوں کو بھی جانتے ہیں جو مستقبل میں پیش آئیں گی؛ کہ وہ کب اور کیسے پیش آئیں گی؟ اور اس کائنات میں کوئی بھی کام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم اور اجازت کے بغیر نہیں ہوتا۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ وہ تمام امور جانتے ہیں جن کا انسان اظہار کرتا ہے یا پھر انہیں اپنے دل میں پوشیدہ رکھتا ہے۔ وہ ہر ایک چیز کو دیکھتا ہے اور ہر ایک آواز کو سنتا ہے۔ زمین وآسمان کی کوئی بھی چیز اس پر مخفی نہیں ہے۔ وہ طاقت ور اور غلبہ والا ہے؛ کوئی چیز اس پر غالب نہیں آسکتی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی مخلوق پر بڑے مہربان ہیں۔ ان کے گناہوں پر انہیں عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ بلکہ انہیں مہلت دیتا ہے کہ وہ توبہ کرکے اس کی طرف رجوع کرلیں۔ [اگر وہ توبہ کرلیں] تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی توبہ قبول فرما کر ان کے گناہ معاف کردیتے ہیں؛ بھلے وہ گناہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔ اس کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور مخلوق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے درمیان کسی واسطہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بہت زیادہ توبہ کرنے والے اور بہت مہربان ہیں۔

پھر جب ہم نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے افعال اور صفات کے متعلق کچھ جان لیا تو اب یہاں پر ایک عظیم الشان قاعدہ ہے۔ جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور مخلوق کے مابین کوئی مشابہت ومماثلت نہیں ہے؛ باوجود اس کے کہ بعض ناموں اور صفات میں [نام کے حد تک] مماثلت پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے متعلق فرماتے ہیں:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴾ [الشوری 11]

''اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔''

ایسے ہی مخلوقات کے متعلق بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایسی صفات کا ذکر کیا ہے کہ وہ بھی سمیع اور بصیر ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴾ [الانسان 2]

''سو ہم نے اسے سننے والا، دیکھنے والا بنا دیا۔''

اس طرح کے دوسرے اسماء بھی پائے جاتے ہیں۔ لیکن ان میں فرق کا قاعدہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی سمع و بصارت اور چیز ہے؛ وہ مخلوق کی سماعت و بصارت کی طرح نہیں ہے اور مخلوق کی سمع و بصارت علیحدہ چیز ہے۔ اور یہی قاعدہ باقی اسماء وصفات کے متعلق بھی ہے [اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی سماعت و بصارت ایسے ہی ہے جیسے اس کی شان وجلال کے لائق ہے]۔

دوم:.....غیبی مخلوقات کا تعارف

قرآن کریم نے بیان کیا ہے کہ کائنات میں کچھ غیبی مخلوقات بھی ہیں جنہیں ہم نہیں دیکھ سکتے؛ مگر وہ موجود ہیں۔ ان مخلوقات میں سے:

ملائکہ : یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہیں؛ انسان ان کی گنتی بیان کرنے سے قاصر ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ بھی بتایا ہے کہ اس نے انہیں نور سے پیدا کیا ہے؛ اور یہ اس کی چنیدہ و پسندیدہ مخلوق ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کی اپنی ذمہ داری ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جسے وہ نبھا رہے ہیں۔ ان میں سے کچھ انسانوں کی حفاظت پر مامور ہیں؛ اور کچھ کا کام انسانوں کے اعمال لکھنا ہے۔ اوران میں سے کچھ مرنے والوں کی روحیں قبض کرنے پر مامور ہیں۔ اوران میں سے بعض کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی مدد فرماتے ہیں۔ کچھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اوراس کے انبیاء ومرسلین علیہم السلام کے مابین واسطے کا کام کرتے ہیں۔

شیاطین: ایک شریر مخلوق ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بھڑکتی ہوئی آگ سے پیدا کیا ہے۔ اورانہیں انسانی نفوس میں خیالات وافکار ڈالنے کی قدرت حاصل ہے۔ یہ اس بڑے شیطان کی اولاد ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا اوراللہ سبحانہ تعالیٰ نے اسے اپنی رحمت سے راندہء درگاہ کردیا۔ تو اس نے قیامت تک باقی رہنے کی مہلت مانگی؛ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسے یہ مہلت دیدی۔ پھر اس کے بعد اس نے یہ عہد کیا کہ وہ آدم علیہ السلام کی اولاد کو گمراہ کرے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف انداز میں کئی مقامات پر اس مخلوق سے خبردار کیا ہے۔

جنات: ایک غیبی مخلوق ہیں جنہیں آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ بھی احکام الٰہی کے ایسے ہی مکلّف ہیں جیسے بنی آدم۔ ان میں اچھے لوگ بھی ہیں اور برے لوگ بھی ہیں۔ قرآن کریم کی کئی ایک آیات میں ان کا ذکر آیا ہے۔ بلکہ ان کے بارے میں ایک پوری سورت نازل ہوئی ہے جسے سورت جن کہا جاتا ہے۔

یہ غیبی مخلوقات ہیں جن کا ذکر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن کریم میں کیا ہے؛ اور ہمیں ان پر ایمان لانے کا کہا گیا ہے۔

سوم:.....مقاصدِ تخلیق انسانی کا بیان

قرآن کریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کرنے کا مقصد بیان کیا ہے؛ اور وہ ہے عبادت؛ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ [الذاریات 56]

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ انہیں جس چیز کا حکم دیتے ہیں یا منع کرتے ہیں؛ اس میں ان کی اطاعت کریں اللہ تعالیٰ کی محبت اور خوف؛ اور اس سے ثواب کی امید کے ساتھ اس کی بارگاہ میں تذلل۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے شرک سے خبردار کیا ہے کہ اس کے علاوہ کسی کی اطاعت نہ کی جائے؛ اور نہ ہی کسی کے سامنے تذلل اور خضوع کو اپنایا جائے۔ بلا شک انسان وہ مخلوق ہے جسے اللہ تعالیٰ عزت سے نوازا ہے۔ اور زمین کی آبادکاری کا نظام ان کے ذمہ لگایا ہے۔ اور اس کے لیے تمام چیزوں کو مسخر کر دیا ہے۔ وہ اس زمین میں سردار اور خلیفہ ہے۔ اور روئے زمین کی تمام مخلوقات کو انسان کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ اور زمین پر موجود تمام مخلوق میں سے انسان افضل و اشرف مخلوق ہے۔ پس اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے سامنے تذلل اختیار نہ کرے۔

چہارم:.....ثواب وعقاب کا بیان

پھر اس کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے اطاعت گزار بندوں کے لیے مرنے کے بعد جو کچھ جنت میں نعمتیں تیار کی ہیں؛ ان کا بیان کیا ہے؛ اور جو کچھ اپنے نافرمانوں کے لیے عذاب اور جہنم تیار کر رکھی ہے؛ اس کی خبر دی ہے۔ اس سے انسان کے اندر مراقبہ اور نگہبانی کا عنصر پیدا ہوتا ہے؛ اور وہ اپنے اعمال واقوال کو نظم وضبط میں لاتا ہے۔

پنجم:.....قصص الانبیاء علیہم السلام

پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کتاب میں سابقہ انبیاء ومرسلین علیہم السلام کے قصص بیان کیے ہیں۔ اور جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس سے پہلے کتابیں نازل کی ہیں؛ اور جو کچھ ان انبیاء اور ان کے ماننے والوں کے مابین پیش آیا۔ اور مسلمانوں کو ان انبیائے کرام علیہم السلام کی تعظیم بجالانے کا حکم دیا ہے؛ اور دعوت کے میدان میں ان کی ثابت قدمی اور دیگر مواقف سے فائدہ اٹھانے کا حکم دیا ہے۔

ششم:.....تقدیر

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ بیان کیا ہے کہ کائنات میں جو کچھ حوادث پیش آتے ہیں وہ اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سبحانہ وتعالیٰ کی تقدیر سے ہوتا ہے۔اس کے علم اور مشیت کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا۔لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ انسان اسباب کو بالکل ہی ترک کردے۔ بلکہ حقیقت میں انسان کو تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اسباب کو اختیار کرے؛ اور عقیدہ یہ رکھے کہ یہ اسباب بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہیں۔

تمام مسلمانوں پر واجب ہوتا ہے کہ ان امور کی تعلیم حاصل کریں اور ان کا اقرار کریں۔

دوسری قسم: شریعت (عملی پہلو)

قرآن کریم میں زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے؛ اور ان کے متعلق احکام نازل کیے ہیں؛ اور یہ بھی بتایا ہے کہ مسلمان پر کون سے امور کو اپنانا واجب ہے اور کون سے امور کو ترک کرنا واجب ہے۔ان تمام امور کو مختلف اور متعدد اسالیب اور طرق سے بیان فرمایا ہے۔

اور ان میں سے صرف ثابت شدہ دائمی احکام کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ جہاں تک تغیر پذیر احکام کا تعلق ہے ؛تو ان کے لیے عمومی قواعد مقرر کیے ہیں۔ان کی وضاحت آنے والی سطور میں بذیل امور سے ہوگی۔:

اولاً:.....اخلاقی پہلو:

قرآن کریم نے اخلاقیات کے بیان کا بہت زیادہ اہتمام کیا ہے۔اور اعلی اخلاقی صفات کو ان کی تعریف اور ان اخلاقیات کے حاملین کی تعریف وتوصیف کے ساتھ بیان کیا ہے۔اور اس کے ساتھ ہی اہل ایمان کو ان اعلیٰ اخلاقیات کو اپنانے کی ترغیب دی ہے۔اور پھر برے اخلاق ذکر کرکے ان سے ڈرایا ہے[اور دور رہنے کی ترغیب دی ہے]۔

ذیل میں اس کی کچھ مثالیں بیان کی جارہی ہیں:

اَ۔وہ اخلاقیات قرآن نے جن کی ترغیب دی ہے:

۱. **صداقت**. اس کی ترغیب دی ہے اور سچے لوگوں کی تعریف کی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی تاکید کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ سچائی سچے کو جنت کی طرف لے جاتی ہے۔

۲. **عفو و درگزر**: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معاف کردیں؛ اور یہ بتایا ہے کہ لوگوں کو معاف کرنے والے اہل جنت میں سے ہیں۔

۳. **احسان** : احسان کا درجہ معاف کرنے سے بھی اعلیٰ وارفع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمام لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم۔ اور جو کوئی برا سلوک کرے؛ اس کے ساتھ بھی احسان کرے۔ احسان کا مرتبہ معافی سے بڑھ کر ہوتا ہے۔

٤. **عدل**: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قول وفعل اور عمل میں عدل کرنے کا حکم دیا ہے۔

٥. **ایثار**: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایثار اور اہل ایثار لوگوں کی مدح وتوصیف کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو خود جس چیز کی ضرورت ہے؛ اور وہ اس چیز سے محبت بھی کرتا ہے؛ مگر وہ اسے اپنے دوسرے محتاج بھائی کے لیے چھوڑ دے؛ یہ ایثار کہلاتا ہے۔

٦. **حسن گفتگو**: یعنی انسان کا مخاطب بھلے مسلمان ہو یا کافر اس کے ساتھ اچھے اور خوبصورت الفاظ میں گفتگو کرنی چاہیے۔

۷. **صبر**: انسان اپنے ساتھ پیش آمدہ ان مصائب کو برداشت کرلے جن کو ٹالنے کی طاقت وہ نہیں رکھتا۔ لیکن ان کے سامنے ہاتھ کھڑے کرکے اسباب ترک نہیں کرنے چاہییں۔ بلکہ اسے چاہیے کہ مصیبت سے چھٹکارا پانے کے لیے اسباب بھی اختیار کرے اور اس کے ساتھ ہی اسے یہ یقین بھی ہو کہ تمام امور کا اختیار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

۸. **تعاون**: مسلمان اس بات کا مامور ہے کہ وہ نیکی اور بھلائی کے کاموں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرے؛ لیکن گناہ یا نقصان کے کام ؛ یا جو چیز اس کے لیے یا کسی دوسرے کے لیے نقصان دہ ہو؛ اس میں کسی کے ساتھ تعاون نہ کرے۔

۹. **امانت**: اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ اقوال وافعال اور اعمال میں امانت کے ساتھ وفاداری برتی جائے۔

۱۰. **ایفائے عہد**: جو بھی مسلمان کسی دوسرے کے ساتھ کوئی معاہدہ یا وعدہ کرے تو اس پر واجب ہوتا ہے کہ وہ اپنے وعدہ کو پورا کرے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ب۔ وہ اخلاقیات قرآن نے جن سے منع کیا ہے:

۱. **جھوٹ**: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن کریم میں جھوٹ بولنے سے منع کیا ہے اور اس کے انجام سے ڈرایا ہے۔ اور جھوٹے لوگوں کی مذمت کی ہے؛ اور انہیں آخرت میں سخت عذاب کی وعید سنائی ہے۔

۲. **خیانت**: قرآن کریم نے خیانت کرنے سے منع کیا ہے؛ اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتے۔

۳. **ظلم**: قرآن کریم نے ظلم کرنے سے منع کیا ہے؛ اور ظالموں کو دھمکی دی ہے۔ اور کفر اور ظلم کو یکجا بیان کیا ہے۔

٤. **ٹھٹھہ ومذاق**: قرآن کریم نے لوگوں کو حقیر جاننے اور ان کا ٹھٹھہ و مذاق اڑانے سے منع کیا ہے؛ اور ایسا کرنے والوں کو عذاب کی وعید سنائی ہے۔

۵. **تجسس**: یعنی لوگوں کی باتیں سنی جائیں اور ان کے خفیہ اعمال واحوال جاننے کی کوشش کی جائے۔ یہ بھی انتہائی برا اخلاق ہے۔ قرآن کریم نے اس سے منع کیا ہے۔

٦: **غیبت**: اس سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کی پیٹھ پیچھے ان کی متعلق ایسی باتیں کرنا جنہیں وہ نا پسند کرتے ہوں۔ قرآن کریم نے اس سے منع کیا ہے۔

۷. **حسد**: حسد یہ ہے کہ دوسرے سے نعمت کے زوال کی تمنا کی جائے۔ قرآن کریم نے اس کی مذمت کی ہے۔ اور حسد اور حاسدین کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے حسد کرنے سے منع کیا ہے۔

۸. **تکبر**: اللہ تعالیٰ نے تکبر کرنے والوں کی مذمت کی ہے اور انہیں جہنم کی وعید سنائی ہے۔

۹. **زنا**: قرآن کریم نے بتایا ہے زنا انتہائی درجہ کی اخلاقی گراوٹ ہے؛ اور یہ کہ مسلمان زنا نہیں کرتا۔ اور جس انسان کے زنا کرنے پر چار آدمی گواہی دیدیں کہ انہوں نے اسے زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے؛ تو اس کے لیے سزا مقرر کی ہے۔

۱۰. **شراب نوشی**: شراب نوشی تمام برائیوں اور گندگیوں کی اصل جڑ ہے۔ اس میں کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شک نہیں کہ کوئی بھی عقل مند انسان شراب نہیں پی سکتا کہ وہ اپنی سب سے افضل چیز عقل کو کھو دے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے شراب سے منع کیا ہے اور اسے حرام ٹھہرایا ہے۔

۱۱. **جوا** : یہ مشارکین میں سے کسی ایک کے مال کے عوض کھیلا جانے والا کھیل ہے۔ وہ اس طرح غالب مغلوب کا مال لے لیتا ہے۔ یہ حقیقت میں دوسرے کا مال ناحق اور باطل طریقے سے کھانا ہے۔ اور لوگوں کو باطل چیزوں کی عادت ڈالنا ہے۔ اور آپس میں بغض وعداوت کا سبب بنتا ہے۔ اسی لیے قرآن نے اس سے منع کیا ہے۔

یہ چند اہم برے اخلاقیات تھے جن سے قرآن کریم نے منع کیا ہے۔

ثانیاً: معاشرتی پہلو:

اسلام نے عموماً حقوق کی بڑی تلقین کی ہے؛ ان میں سے چند خاص قسم کے حقوق یہ ہیں:

۱. **والدین کے حقوق** : اولاد کو حکم دیا ہے کہ وہ والدین کا احترام اور ان کے ساتھ حسن سلوک کریں۔ ان کے حقوق کی نگہداشت کریں اور ان پر اپنا مال خرچ کریں۔ اور ان کے بڑھاپے کی عمر میں ان کی تمام ضروریات پوری کریں۔ اور ان کے ساتھ برائی کے ساتھ پیش نہ آئیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے والدین کے حق کو اپنے حق کے ساتھ ملا کر جگہ دی ہے [اور اسے بیان کیا ہے]۔ جو کوئی والدین کے ساتھ؛ یا ان میں سے کسی ایک کے ساتھ برا سلوک کرے تو رسول اللہ ﷺ نے اسے جہنم کی وعید سنائی ہے۔ اور ماں کے حق کو والد کے حق سے بڑا قرار دیا ہے جیسا کہ سنت میں اس کی وضاحت آئی ہے۔

۲. **اولاد کے حقوق**. : ایسے ہی اسلام نے والدین کو نصیحت کی ہے کہ وہ اپنی اولاد کے مابین معاملہ کرتے وقت عدل وانصاف سے کام لیں۔

۳. **حقوق اقرباء** : وہ تمام لوگ ہیں جن کا آدمی کے ساتھ کوئی تعلق ورشتہ ہو۔ جیسے بھائی؛ بہن؛ چچا؛ پھوپھی؛ خالہ؛ ماموں؛ اور ان کی اولاد۔ ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا حکم دیا ہے اور قطع تعلقی کرنے والوں کی مذمت کی ہے۔

٤. **حقوق زوجین**: شادی طرفین کے درمیان ایک معاہدہ کی روشنی میں طے پاتی ہے؛ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس معاہدہ کی پابندی کرنا فریقین پر لازم ہوتا ہے۔ اس معاہدہ میں طرفین میں سے ہر ایک کو دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی وصیت کی جاتی ہے۔ اور دونوں پر ایک دوسرے کا احترام لازم ہوتا ہے۔ پھر مرد پر کچھ اضافی ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں۔ جیسے مرد کی طرف سے عورت کو شادی کا مہر دینا؛ اور اس کے لیے مناسب رہائش کا بندوبست کرنا؛ مناسب نان ونفقہ دینا؛ اور اس کی دیگر ضروریات پوری کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے عورت کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے شوہر کی اطاعت گزاری کرے۔ اور سنت نبویہ میں شوہر کی گھر کی حفاظت اور بچوں کی نگہداشت و پرورش کی بہت زیادہ تاکید آئی ہے۔ اور عورت کو مرد کے ساتھ خرچ کرنے یا کسی بھی دوسرے مالی معاملے کا شریک نہیں بنایا۔ ہاں اگر وہ اپنے دل کی خوشی سے کچھ خرچ کرنا چاہے تو یہ علیحدہ بات ہے۔

۵. **پڑوس کے حقوق**: پڑوسی اس کو کہتے ہیں جو آپ کے گھر کے ساتھ ہی قریب میں رہتا ہو یا پھر کام کاج میں آپ کا ساتھی ہو۔ یا پھر وہ آپ کا ہم سفر ہو۔ پڑوس میں کثرت کے ساتھ آپس میں میل جول کی وجہ سے بہت ساری مصلحتیں اور رغبتیں پڑوسی کے ساتھ مشترک ہوتی ہیں۔ اسی لیے پڑوسی کے حقوق بطور خاص بیان کیے گئے ہیں ان کے احوال کی رعایت رکھی گئی ہے۔

٦. **مسلمانوں کے حقوق**.: تمام مسلمانوں کے آپس میں ایک دوسرے پر حقوق ہیں؛ ان میں سے: آپس میں محبت؛ دینی اخوت کا احساس اور شعور؛ اور جب کسی ایک پر ظلم ہو تو ایک دوسرے کی مدد؛ سنت مطہرہ نے ان حقوق کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

۷. **غیر مسلم کے حقوق**. :ان کے ساتھ کیے گئے عہد کو پورا کرنا؛ ان پر ظلم کرنے سے باز رہنا؛ ان کے حقوق کی حفاظت کرنا؛ اور ان کے ساتھ احسان کرنا۔

ثالثاً: اقتصادی پہلو:

اس باب میں کئی ایک بنیادی قواعد ہیں جن کی بنیاد پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں لوگوں کے درمیان معاملات طے ہوتے ہیں؛ ان میں سے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اُ۔معاملات میں اصل اباحت ہے۔

ب: معاہدہ پورا کرنا واجب ہے۔بھلے یہ سیاسی معاہدہ ہو یا معاشرتی یا اقتصادی ۔یا پھر کسی دیگر نوعیت کا معاہدہ۔

ج: معاملات میں سچائی۔

د: دھوکہ بازی [ملاوٹ] سے اجتناب۔

ھ: دوسرے کو لاعلمی میں رکھنے اور نوسر بازی کرنے کی حرمت۔

پھر اس کے بعد کئی معاملات اور اعمال اسلام نے حرام ٹھہرائے ہیں؛ ان میں سے:

۱. **سود**.:اس کی دو اقسام ہیں:

اول: قیمت کی چیز جیسے سونے اور چاندی کو نقد یا ادھار پر بڑھا کر بیچنا۔اس لیے کہ قیمت کی چیزیں تو تجارتی ہوتی ہیں جو عالمی مارکیٹ کے مطابق ہوتی ہیں۔جو کچھ آج کل ہم عالمی منڈی میں تجارت دیکھتے ہیں کہ مال کے بدلے مال کو نقد یا ادھار پر بڑھا کر بیچا جارہا ہے؛ یا پھر قرض کی ادائیگی میں وقت زیادہ ہونے کی وجہ سے رقم بڑھا دی جاتی ہے؛ قرآن کریم نے ان تمام چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے۔

* شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ درہم اور دینار جو کہ تجارتی میزان ہیں؛ ان کو بیچنے کی ممانعت کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''بیشک قیمت سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ مال کے لیے معیار ہوں۔ان کے ذریعہ سے اموال کی مقدار کی معرفت تک رسائی ہوتی ہے۔ان سے بعینہ فائدہ حاصل کرنا مقصود نہیں ہوتا۔جب انہیں آپس میں ایک دوسرے کے بدلے میں ایک مقررہ وقت تک کے لیے بیچا جائے اور اس سے مقصود تجارت ہو تو اس سے قیمتوں کے اصل مقصد میں تناقض پیدا ہوتا ہے۔اس میں مالک کا بدلنا اور مال کا قبضہ میں لینا اس لیے شرط ہے تاکہ اپنے مطالب کے حصول تک پہنچنے کے مقاصد کی تکمیل ہو۔اور ایسا اسی وقت ہوتا ہے جب مال کو اپنے قبضہ میں کرلیا جائے؛ نہ کہ مال کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کسی کے ذمہ ثابت کرنے سے۔ حالانکہ یہ مال بھی دونوں اطراف سے قیمت ہی ہوتا ہے۔ پس صاحب شریعت علیہ السلام نے منع فرمایا ہے کہ: قیمت کے بدلے قیمت ایک مقررہ مدت تک کے لیے فروخت کردی جائے۔ جب نقدی اس کی قیمت بن گئی تو یہی معانی نقدی میں منتقل ہو گئے۔ تو [نقدی کو نقدی] قیمت کو قیمت کے بدلے ادھار پر نہیں بیچا جائے گا۔'' [الفتاوی 29/468]

* ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے سود حرام ہونے کی حکمت میں تفصیل کے ساتھ کلام کیا ہے۔ حالانکہ انہوں نے وہ حوادثات اور مسائل نہیں دیکھے تھے جہاں تک آج کے سودی معاشرے پہنچے ہوئے ہیں۔ آپ کی گفتگو سے سود کو حرام کرنے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کا ایک پہلو منکشف ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ درہم اور دینار سودے کی قیمت ہیں۔ اور قیمت ہی وہ معیار ہے جس کی بنیاد پر کسی چیز کی حیثیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ پس اس کی ان حدود اور ضوابط کا تعین ہونا ضروری ہے جس میں اتار چڑھاؤ نہ آئے۔ کیونکہ اگر روپیہ پیسہ اتار چڑھاؤ کا شکار ہو جائے تو پھر کوئی ایسی چیز باقی نہیں رہے گی جس کی بنیاد پر ہم سودے اور مال کی قدر و قیمت کا اندازہ [تعین] کر سکیں۔ بلکہ تمام کی تمام چیزیں فروخت کا مال بن جائیں گی۔ اموال کی قیمتوں کے تعین کے لیے لوگوں کی حاجت ایک انتہائی اہم اور ضروری چیز ہے۔ اور ایسا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک نرخ نہ ہوں جن سے قیمت کا پتہ چلے۔ اس کے لیے [ثمن] قیمت کا ہونا ضروری ہے جس سے چیزوں کی قدر و وقعت معلوم ہو سکے۔ اور وہ ایک ہی معیار پر باقی رہے۔ کسی دوسری چیز سے اس کی قیمت نہ لگائی جا سکے [بلکہ اس کی اپنی ہی قیمت ہو]۔ اور اس میں اتار چڑھاؤ نہ ہو۔ ورنہ لوگوں کے معاملات میں فساد اور بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔ پسماندگی بڑھ جائے گی؛ اور نقصان واقع ہوگا۔ جیسا کہ آپ اس وقت فساد اور بگاڑ دیکھتے ہیں جب روپیے پیسے کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سامان بنا کر منافع کے لیے فروخت کیا جاتا ہے۔اس وقت ضرر عام ہو جاتا ہے اور ظلم ہوتا ہے۔

اگر قیمت ایک ہی چیز مقرر کردی جائے جس میں نہ ہی کمی ہو اور نہ ہی زیادتی۔ بلکہ اس سے چیزوں کا معیار بنایا جائے نہ کہ اسے چیزوں کے لیے معیار بنایا جائے۔ اس سے لوگوں کے معاملات کی اصلاح ہوگی۔اگر زیادتی کا سود درہم اور دینار میں مباح قرار دیا جائے؛ مثال کے طور پر صحیح سکے دیکر کھوٹے سکے لیے جائیں؛ یا ہلکے سکے دیکر بھاری سکے لیے جائیں تو پھر یہی چیزیں اموال تجارت بن جائیں؛ تو اس میں لازمی طور پر سود پیدا ہو جائے گا۔اس لیے کہ قیمت [روپیہ پیسہ]اصل میں مقصود نہیں ہوتا۔ بلکہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ ان کے ذریعہ سے اپنی ضرورت کی چیزوں تک رسائی حاصل کی جائے۔ اور جب خرید وفروخت میں انہیں ہی اصلی مقصود بنا لیا جائے؛ تو لوگوں کے معاملات میں فساد پیدا ہو جائے گا۔اور یہ معنی معقول نقدی کے ساتھ خاص ہے دوسری موزون چیزوں کے ساتھ خاص نہیں۔'' [اعلام الموقعین 1/426]

دوم: بنیادی کھانے پینے کی چیزوں؛ غلے وغیرہ کو ان ہی کی ہم جنس دوسری چیزوں کے بدلے میں نقد یا ادھار پر بیچا جائے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی زندگیوں میں اہم ترین چیز کو کھلواڑ بنانے سے بچانا ہے۔ کیونکہ زندگی اسی کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔ جیسے غلہ؛ کھجور اور ان جیسی دوسری چیزیں۔

۲. **جواء**: سٹہ بازی؛ اس میں فریقین کسی خاص شرط پر اپنا اپنا مال لگاتے ہیں؛ کہ جب دوسرا آدمی شرط پوری کردے گا تو یہ سارا مال لے لے گا۔ بھلے اس میں کسی کھیل پر کوئی شرط لگائی جائے یا کسی اور چیز پر۔اس میں ایک فریق تو فائدہ حاصل کرتا ہے؛ مگر دوسرا بغیر محنت یا تجارت کے نقصان اٹھالیتا ہے۔

اس کے علاوہ بھی جوئے کی کئی اقسام ہیں؛ احادیث میں ان کی وضاحت موجود ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۳. **چوري** .:

٤. **ناپ تول میں کمي**.: کسی کو کچھ دیتے وقت کمی کرنا؛ اس کا پورا حق نہ دینا۔

٥. **ناحق مال کھانا**.:

٦. **رشوت** .:

رابعاً: سیاسی پہلو:

اس سے مراد حاکم اور محکوم کے درمیان تعلقات ہیں۔ قرآن کریم نے اس سلسلہ میں قواعد بیان کیے ہیں:

١. **مسلمان حاکم** :یہ کہ حکمران مسلمان ہو؛ یہ جائز نہیں ہے کہ اسلامی معاشرہ کا حکمران کوئی غیر مسلم ہو۔ اور مسلمان حکمران کی سب سے پہلی ذمہ داری دین کی حفاظت اور احکام دین کا نفاذ ہے۔ جب کہ غیر مسلم حکمران یہ کام نہیں کرسکتا۔

٢. **عادل حاکم** .:حکمران ایسا عادل ہو جو ہر حق دار کو اس کا حق ادا کردے۔ اور کسی پر ظلم نہ کرے؛ اور نہ ہی کسی کا حق مارے۔ یا انہیں ایسی چیزوں کا مکلّف نہ ٹھہرائے جو ان کے بس میں نہیں ہیں۔

٣. **شورائي نظام**.: یہ کہ حاکم ان معاشرتی امور میں؛ جن میں کوئی نص کتاب وسنت میں موجود نہیں ہے؛ اہل حل وعقد سے مشورہ کرنے کے بعد حل تلاش کریں۔

٤. **اطاعتِ حاکم کا وجوب**.: معاشرہ کے افراد پر واجب ہے کہ وہ حاکم کی اطاعت کریں۔ یعنی ایسے امور میں جن میں نصوص کتاب وسنت کی نصوص کی مخالفت نہ ہو۔

٥. **حکومت حاکم اور عوام کے مابین عقد**.: یہ ایک معاہدہ اور عقد ہے؛ اسے پورا کرنا؛ اور اس کی روشنی میں طرفین کی جانب سے ایک دوسرے فریق کے حقوق ادا کرنا واجب ہو جاتے ہیں۔

رہ گیا یہ مسئلہ کہ کسی کو حاکم یا امام کیسے بنایا جائے گا؟ تو اس مسئلہ پر نہ ہی قرآن نے روشنی ڈالی ہے اور نہ ہی حدیث نبوی میں اس کی وضاحت ہے یہ معاملہ لوگوں پر چھوڑ دیا گیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔علمائے کرام رحمہم اللہ کے ہاں اس کی کچھ تفاصیل ہیں جنہیں احادیث نبویہ؛ اور سنت خلفائے راشدین سے استنباط کیا گیا ہے۔یہاں پر اس بحث کا یہ موقعہ نہیں۔

یہ بعض وہ تشریعات ہیں جو قرآن کریم میں وارد ہوئی ہیں۔اور یہ احکام وتشریعات ایک ایسی ہستی لیکر آئی ہے جو نہ ہی لکھنا پڑھنا جانتے ہیں اور نہ ہی ایسے معاشرہ میں آئے ہیں جہاں پر لکھنا پڑھنا عام ہو۔اس سے یہ بات یقینی ہو جاتی ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

ساتویں وجہ:.....نفسی اور کائناتی حقائق سے متعلق قرآنی گفتگو

وہ مقصد جس کی خاطر قرآن نازل ہوا ہے؛ وہ صرف کائنات کے مظاہر اور مخلوقات کی تخلیقی کیفیت سے متعلق گفتگو نہیں ہے۔اس کے نزول کی ایک بہت بڑی غرض ''تخلیق انسانیت کا مقصد'' بیان کرنا ہے۔اور ان اعمال کا بیان جن کے ذریعہ سے یہ مقصد پورا ہوسکتا ہے۔ اور اس مقصد کے خلاف اعمال کا بیان۔اور پھر اس پر مرتب ہونے والے ثواب یا عقاب کا بیان۔رہ گئی باقی چیزیں تو قرآنی گفتگو میں وہ اصل میں مقصود نہیں ہیں۔لیکن قرآن نے جب اس سابقہ مقصد کی بابت گفتگو کی ہے؛ تو بعض کونی اور نفسیاتی حقائق پر بھی اس لیے کلام کیا ہے کہ اس طرح اصل مقصد تک پہنچا جاسکتا ہے۔بیشک قرآن اس اسلوب میں آیا ہے کہ اس میں قیامت تک کی تمام بشریت کو مخاطب کیا گیا ہے۔پھر اس کے لیے ایسے دلائل کا ہونا ضروری تھا جن سے یہ بات پختہ ہوتی ہو کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''قرآن کے اسلوب میں اس کی بلاغت میں اور غیب کے بارے میں خبریں دینے میں اس کا معجزہ قیامت تک کے لیے مستمر ہے۔زمانے میں کوئی ایک عرصہ بھی ایسا نہیں گزرتا جب اس کی بتائی ہوئی خبروں میں سے کسی خبر کا ظہور نہ ہو۔ اس معجزہ کا ظہور اس کے دعوی کے درست ہونے پر دلالت کرتا ہے۔''

[فتح الباری 3/10]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یقیناً قرآن کریم نے کائناتی مظاہر اور تخلیقی دقائق کے کئی پہلوؤں کی جانب اس وقت اشارہ کیا ہے جب نزول قرآن کے دنوں میں یہ چیزیں لوگوں میں معروف نہیں تھیں۔ جب حضرت انسان کے ہاں سائنسی علوم ترقی کر گئے؛ تو ایسے آلات بھی ایجاد کر لیے گئے جن کے ذریعہ سے بعض ان حقائق کو منکشف کیا جا سکے جن کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے۔

علامہ ابن عاشور رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''علم سائنس ہمیشہ سے قرآن کے خفیہ علوم کو آشکار کرتا رہا ہے؛ اور دلیل پیش کرتا رہا ہے کہ قرآن سچی اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ کتاب ہے۔''

[التحریر والتنویر 1/162]

ذیل میں بعض مثالوں کے نمونے پیش کیے جا رہے ہیں جو قرآن نے ذکر کیے ہیں۔

پہلی مثال: حدیث قرآن اور تخلیق انسانی کے مراحل:

---

❶ یہاں پر ایک فرانسیسی ڈاکٹر کی تحقیق کے نتائج کا خلاصہ دینا بھی انتہائی سودمند ہوگا۔ موریس بوکائی نے قرآن؛ تورات اور انجیل کا تقابلی جائزہ لینے کے بعد؛ اپنی کتاب ''تورات انجیل قرآن اور سائنس'' میں جدید ترقی یافتہ سائنس کی رسائی کا بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: ''جدید علوم کی روشنی میں سائنس اس بات تک پہنچی ہے کہ قرآن کسی بھی ایسی خود ساختہ بات پر مشتمل نہیں ہے جس پر تنقید کی جا سکتی ہو'' جبکہ تورات وغیرہ - سفر تکوین - میں کئی ایسی باتیں ہیں جنہیں جدید سائنس کے اکثر علوم کیساتھ کسی بھی طرح سے تطبیق نہیں دی جا سکتی۔'' اور انجیل کے بارے میں کہتا ہے: ''جہاں تک انجیل کا تعلق ہے؛ تو جب بھی ہم اس کا کوئی ایک صفحہ کھولتے ہیں؛ تو ہمیں کسی خطرناک مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہم اس سے مراد انساب مسیح کا شجرہ لیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انجیل متیٰ واضح طور پر صاف صاف لفظوں میں انجیل لوقا سے تناقض رکھتی ہے۔ اور انجیل لوقا کسی بھی طرح جدید سائنس سے مطابقت نہیں رکھتی۔

[التوراۃ والانجیل و القرآن والعلم ص ۱۳]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم نے ماں کے پیٹ میں جنین کے مختلف مراحل کے بارے میں ایک ایک مرحلہ پر گفتگو کی ہے۔ جنین کو بڑھتے ہوئے خالی آنکھ سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ اس صورت میں یہ محال ہوتا ہے کہ صرف تخمینہ یا اٹکل پچو سے اس کے بارے میں کچھ گفتگو کی جائے۔

یہ تصویر اپنی تخلیق میں پورے کامل جنین کو ظاہر کرتی ہے؛ جیسے پہلے لوگوں کا تصور تھا کہ جنین پورے کا پورا پایا جاتا ہے؛ پھر اس میں دھیرے دھیرے ترقی ہوتی رہتی ہے۔ حتی کہ جب وہ نو ماہ کا ہو جاتا ہے تو پھر اس کی ولادت عمل میں آتی ہے۔ اور کسی نے یہ انکشاف نہیں کیا تھا کہ جنین مختلف مراحل سے گزرتا ہے؛ جیسا کہ قرآن کریم میں وارد ہوا ہے۔ [سائنس میں] یہ انکشاف تو نزول قرآن کے صدیوں بعد ہوا ہے۔

جب انسان نے تصویری آلات تیار کر لیے اور ایکس ریز اور دوسری سائنسی ترقیاں ہو گئیں؛ جن کے ذریعہ سے رکاوٹ کے بعد تک رسائی ہو تو اب یہ ممکن ہو گیا کہ ماں کے پیٹ میں بچے کی نشو نما کے مختلف مراحل کو دیکھا جا سکے اور اس کی تصاویر تیار کی جا سکیں۔ مگر غیر مسلموں کے لیے سائنسی ترقی کے یہ راز انتہائی حیران کن اور حیرت انگیز تھے۔ کیونکہ ان کی سائنسی معلومات ہرگز اس سے ایک قدم بھی آگے تجاوز نہیں کر سکیں جو کچھ قرآن نے بیان کیا ہے۔ ذیل میں قرآن کی پیش کردہ کچھ معلومات بتائی جا رہی ہیں جن میں ان حقائق سے متعلق گفتگو کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (٦) الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ (٧) ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ﴾ [السجدة ٦-٨]

”وہی غائب اور حاضر کو جاننے والا، غالب، مہربان ہے۔ جس نے اچھا بنایا ہر چیز کو جو اس نے پیدا کی اور انسان کی پیدائش تھوڑی سی مٹی سے شروع کی۔ پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصے سے بنائی۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ اَنشَاْنٰهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ﴾ [المؤمنون ۱۴]

''پھر ہم نے قطرے کو جما ہوا خون بنایا، پھر جمے ہوئے خون کو بوٹی بنایا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا، پھران ہڈیوں کو گوشت پہنایا، پھر ہم نے اسے ایک اور صورت میں پیدا کر دیا، سو بہت برکت والا ہے اللہ جو پیدا کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے۔''

قرآن کریم نے جنین کے چھ مراحل کا ذکر کیا ہے؛ جو کہ بذیل ہیں:

پہلا مرحلہ: سلالہ: [پانی کا خلاصہ یا نچوڑ]

قرآن کریم نے بیان کیا ہے کہ جنین کی تخلیق اس سارے پانی سے نہیں ہوتی جو مرد سے خارج ہوتا ہے؛ بلکہ یہ تخلیق اس پانی کے ایک جزء [یا حصہ] سے عمل میں آتی ہے۔ اس حقیقت تک رسائی اس دور میں ہوئی ہے جب لیبارٹریاں اور دوسرے تحقیقی ذرائع وجود میں آئے ہیں۔

ماضی میں انسان یہ گمان کرتا تھا کہ انسان کی تخلیق مرد سے نکلنے والے سارے پانی سے ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے گمان کے برعکس ایک دوسری چیز بیان کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ اس کی تخلیق پانی کے جوہر سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ﴾ [السجدۃ 8]

''.....ایک حقیر پانی کے خلاصے سے۔''

یعنی زوجین سے خارج ہونے والے سارے پانی سے نہیں؛ بلکہ اس کے ایک انتہائی کم حصہ؛ خلاصہ اور جوہر سے یہ تخلیق عمل میں آتی ہے۔ سلالہ بہت کم چیز کو کہا جاتا جسے کشید کر کے نکالا گیا ہو۔ عرب ضرب المثل بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

" استله كما استل الشعرة من العجين"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''اسے یوں کھینچ کر نکالا جیسے آٹے سے بال نکالا جاتا ہے۔''

ابن منظور کہتے ہیں:

"السلُّ : الانتزاع الشئي وإخراجه بالرفق ؛ السلُّ سلُّ الشعر من العجين "

'' سل: کا معنی ہے نکالنا؛ کسی چیز کو انتہائی نرمی سے نکالنا۔ کہا جاتا ہے: سل الشعر من العجین: آٹے سے بال کو نکالا گیا۔'' [لسان العرب باب السین 11/338]

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ﴾ يعنى ذريته ﴿مِنْ سُلٰلَةٍ﴾

''پھر اس کی نسل - یعنی اولاد - ایک خلاصے سے بنائی۔'' یہاں پر اولاد کو سلالہ کہا گیا ہے؛ کیونکہ وہ ایک اصل سے نکالی جاتی اور جدا کی جاتی ہے۔''

[فتح القدیر 4/355]

علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ﴾ ''پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصے سے بنائی'' اس کی پہلی تفسیر زیادہ واضح ہے۔ اس لیے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش مٹی سے ہوئی تھی؛ اور آپ کی نسل نطفہ کے پانی سے پیدا ہوئی ہے۔'' [تفسیر الرازی 25/152]

علامہ ابن عاشور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''نسل بیٹوں اور اولاد کو کہا جاتا ہے۔ اسے نسل اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ آگے بڑھتی ہے۔ یعنی اپنی اصل سے نکلتی ہے۔ یہ اصل میں نسل الصوف والوبر ''اون اور مینگنی گر گئی'' سے لیا گیا ہے۔ یہ تب بولا جاتا ہے جب حیوان کی جلد سے یہ چیزیں جدا ہو جائیں۔ اور ﴿مِنْ سُلٰلَةٍ﴾ میں ﴿مِنْ﴾ ابتداء کے لیے ہے۔''

[التحریر والتنویر 1/3298]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نطفہ جس سے جنین کی تخلیق عمل میں آتی ہے؛ اسے سلالہ کہا گیا ہے؛ جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے۔اس لیے کہ یہ مرد سے منفصل ہونے والا مادہ ہے۔اور فرمان الٰہی:

﴿مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِيۡنٍ﴾ [السجدۃ 8]

''.....ایک حقیر پانی سے بنائی۔'' یہ جملہ سلالہ کا بیان ہے۔ یہاں پر حرف ''من'' بیان کے لیے آیا ہے۔ پس سلالہ ہی وہ حقیر پانی ہے جو لوگوں میں معروف اور متعارف ہے''

لیکن اس آیت کریمہ میں ایک سائنسی اشارہ ہے جس کا ادراک لوگوں کو آج اس زمانہ میں ہوا ہے۔ وہ یہ کہ: جنین کی تکوین وتخلیق کا عمل نطفہ پر موقوف ہوتا ہے۔اور یہ ایسے ذرات سے تشکیل پاتا ہے جو عورت کے سلالہ سے مل جاتا ہے ۔جو اس سے زائد ہو؛ وہ فاضل مادے کی نذر ہو جاتا ہے۔ پس سلالہ اس پانی کو کہتے ہیں جو حقیر پانی سے کشید ہو کر جوہر کی صورت میں نکلتا ہے نہ کہ سارا حقیر پانی۔ یہاں پر ﴿مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِيۡنٍ﴾ میں ﴿مِّنۡ﴾ یا تو ابتداء کے لیے ہے یا پھر تبعیض کے لیے۔'' [التحریر والتنویر 1/3298]

آج کے ماہرین سائنس اس نکتہ تک پہنچے ہیں کہ انسان کی تخلیق مادہ منویہ کے ایک حیوان سے عمل میں آتی ہے۔اور یہ ایک حیوان انسان سے خارج ہونے والے کئی ملین حیوانات کے مادہ کا ایک جزء ہوتا ہے۔

یہاں پر لفظ ﴿سُلٰلَةٍ﴾ میں انتہائی باریکی اور لطافت پائی جاتی ہے۔اور اس عمل کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ وہ حیوان ان ملیون حیوانات میں سے ایک ہوتا ہے جو کشید ہو کر عورت کے رحم میں جا کر اس کے بیضہ سے مل جاتا ہے۔''

اس سے بغیر کسی شک وشبہ کے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں؛ بلکہ یہ بشریت کے خالق کا کلام ہے؛ کیونکہ اس حقیقت تک بشریت کی رسائی تو صرف اس زمانہء حاضر میں ہوئی ہے جب سائنسی علوم نے خوب ترقی کر لی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوسرا مرحلہ: لوتھڑا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً﴾ [المؤمنون 14]

''پھر ہم نے قطرے کو جما ہوا خون بنایا۔''

علقہ [جونک] عربی زبان میں اس کیڑے کو کہتے ہیں جو پانی اور مٹی کے درمیان میں ہوتا ہے۔ حیوانات جب پانی پینے کے لیے گھاٹ پر آتے ہیں؛ تو یہ کیڑا ان کے منہ کے ساتھ چمٹ جاتا ہے۔ اس مرحلہ میں جنین کی تصویر اس حیوان سے انتہائی بارک مشابہت رکھتی ہے۔ اگر جنین کے اس علقہ اور مٹی کے جونک کی تصاویر بنائی جائیں تو شکل وصورت کے اعتبار سے انسان کے لیے ان کے مابین فرق کرنا مشکل ہو جائے گا۔

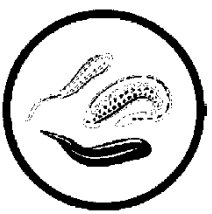

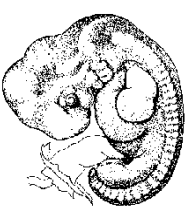

یہ دو تصاویر ہیں۔ ایک تصویر جنین کی ہے جو علقہ کے مرحلہ میں ہے۔ اور دوسری تصویر اس جونک کی ہے جس کی وجہ سے اس کا نام بھی جونک یا علقہ رکھا گیا ہے۔ ان دونوں کے مابین بہت بڑی مشابہت پائی جاتی ہے؛ بلکہ ان کے مابین ایسی انتہائی باریک مطابقت ہے کہ صرف آنکھ سے دیکھنے والا ان کے مابین بہت ہی کم فرق کر سکتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان صرف ذاتی طور پر ان چیزوں کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا؛ اور نہ ہی کسی مشینی ذریعہ کے بغیر ایسا کرنا ممکن ہے۔ اس سے یہ بات پختہ ہو جاتی ہے کہ یہ قرآن بشریت کی طرف سے نہیں ہے؛ بلکہ یہ بشریت کے خالق کا کلام ہے جو کہ خفیہ اور ظاہری باتوں کے جاننے والے رب العالمین ہیں۔

ابن منظور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(عَلَقَةٌ): پانی کا ایک کیڑا ہوتا ہے جو خون چوستا ہے۔اس کی جمع (عَلَقٌ) آتی ہے۔ یہ علق وہ سرخ کیڑا ہے جو پانی میں ہوتا ہے اور جسم کے ساتھ چپک جاتا ہے؛ اور خون چوستا ہے۔'' [لسان العرب 10/261]

جبکہ علامہ فیروز آبادی کہتے ہیں:

''(عَلَقَةٌ) پانی کا ایک کیڑا ہے جو خون چوستا ہے۔'' [القاموس المحیط 1/1175]

تمام قدیم مفسرین کے اقوال اہل لغت کے اقوال سے باہر نہیں جاتے۔ جب کہ دور جدید کے بعض مفسرین نے اس جانب بھی اشارہ کیا ہے جہاں تک جدید سائنسی علوم نے ترقی کی ہے۔ایک معاصر مفسر علامہ ابن عاشور رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قرآن کا سائنسی معجزہ یہ ہے کہ:اس تخلیق ہونے والی چیز کا نام علقہ رکھا گیا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نام کی یہ انتہائی بدیع وضع ہے۔ کیونکہ سائنس کا علم تشریح الابدان یہ بتاتا ہے کہ یہ جزء جس میں نطفہ یہ شکل اختیار کر لیتا ہے؛ اس میں ماں کا خون چوسنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے؛ کیونکہ یہ رحم کے ساتھ چپکا ہوتا ہے؛ اور خون اس کی طرف گردش کرتا ہوا آتا ہے۔ علقہ جمے ہوئے خون کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے۔'' [التحریر والتنویر 1/2821]

تیسرا مرحلہ: بوٹی [مضغہ]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً ﴾ [المؤمنون ۱۴]

''پھر جمے ہوئے خون کو بوٹی بنایا۔''

﴿ مُضْغَةً ﴾: [بوٹی] اصل میں اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان اپنے منہ میں چباتا ہے۔ اگر انسان گوندھے آٹے کا ایک ٹکڑا [یا چیونگم/ببل] وغیرہ لیکر اسے چبائے؛ اور پھر اپنے سامنے تختی [یا ٹیبل] پر رکھ کر تصویر بنائی جائے؛ اور جنین کے اس مرحلہ کی تصویر بھی بنائی جائے۔ پھر ان دونوں تصویروں کو ایک جگہ پر رکھ کر معاینہ کیا جائے تو ان دونوں میں فرق کرنا استطاعت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے باہر ہوگا۔حتی کہ جیسے دانتوں جیسے نشانات اس چبائی ہوئی چیز میں ہوتے ہیں ویسے ہی نشانات جنین کے اس مضغہ میں بھی ہوتے ہیں۔

ذیل میں دو تصویریں ہیں:

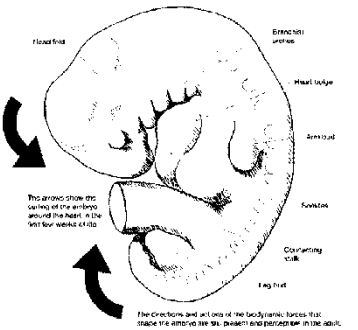

ایک تصویر اس مرحلہ [مرحلہ ءمضغہ] میں جنین کی ہے؛ اور دوسری تصویر چبائی ہوئی ببل کی ہے۔ یہ دونوں تصاویر آپس میں بہت زیادہ قربت رکھتی ہیں۔یہی قربت ہی وہ وجہ ہے کہ اس مرحلہ میں جنین کو مضغہ [چبائی ہوئی بوٹی] کا نام دیا گیا ہے۔اور جنین کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ اس مرحلہ میں مضغہ ہوتا ہے۔جو شکل وصورت میں چبائی ہوئی بوٹی[یا گوندھے ہوئے آٹے] سے ایسی باریک مشابہت رکھتا ہے کہ بغیر کسی آلے کہ انسان اس کا مشاہدہ نہیں کرسکتا۔یا پھر اللہ تعالیٰ عالم غیب کی طرف سے کسی کو یہ علم عطا ہوجائے۔اس سے یہ بات یقینی ہوجاتی ہے کہ یہ قرآن کسی بشر کا کلام نہیں ہے بلکہ بشریت کے خالق کا کلام ہے۔

ابن منظور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”﴿ مُضْغَةً ﴾: بوٹی کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو چبایا گیا ہو اور پھر اسے چبائے ہوئے لقمہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ چبائے ہوئے سے تشبیہ جنایات کے مقابلہ میں قلت کی وجہ سے دی گئی ہے.....“[لسان العرب 8/450]

علامہ ازہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”﴿ مُضْغَةً ﴾: بوٹی کو ایک چبائے ہوئے لقمہ سے تشبیہ دی گئی ہے؛ اور یہ بھی کہا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

گیا ہے کہ اسے چبائے ہوئے سے تشبیہ جنایات کے مقابلہ میں قلت کی وجہ سے دی گئی ہے.....'' [لسان العرب 8/452]

مفسرین کے تفسیری اقوال اس لغوی معنی سے باہر نہیں جاتے۔''

چوتھا مرحلہ: ہڈیوں کا ظہور

﴿فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا﴾ [المؤمنون 14]

''پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا۔''

جدید سائنسی تحقیق یہ بات ثابت کرتی ہے کہ ھڈیوں کا ظہور گوشت سے پہلے ہوتا ہے۔ اور پھر گوشت اس کے بعد ہڈیوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس حقیقت تک ماہرین کی رسائی ہمارے اس دور میں ہوئی ہے جب تصویر سازی کے مختلف آلات وجود میں آ گئے۔

اس سے یہ بات یقینی ہوجاتی ہے کہ یہ قرآن کسی بشر کا کلام نہیں ہے؛ بلکہ یہ بشریت کے خالق کا کلام ہے۔

دوسری مثال میں اس بارے میں بعض ماہرین کا کلام پیش کیا جائے گا۔

پانچواں مرحلہ: ہڈیوں پر گوشت کا چڑھانا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ﴾ [المؤمنون ۱۴]

''پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت پہنایا۔''

اللہ تعالیٰ نے یہاں پر ہڈیوں پر گوشت چڑھانے کے مرحلہ کا ذکر کیا ہے۔ اور ہڈیوں کی تخلیق کو گوشت سے پہلے بیان کیا ہے۔ کیونکہ گوشت کو ایسی ہڈیوں کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے اٹھا سکیں۔ پس یہ ضروری تھا کہ ہڈیوں کا وجود گوشت کے وجود سے پہلے پایا جائے۔ اس کی وضاحت انسان کے تعمیراتی کام سے بھی ہوتی ہے۔ جب وہ مال اور سریے کے ساتھ اپنا گھر بنا رہا ہو؛ تو اس کے لیے پہلے سریا/لوہا کھڑا کیا جاتا ہے اور پھر اس کے بعد اس پر ملا ہوا مال ڈالا جاتا ہے۔ تو یہ مال سریّے کے اوپر چڑھ کر اسے مضبوط کر لیتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چھٹا مرحلہ: جنین کی تمیز و تقسیم (دوسرے جنین سے علیحدگی):

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ثُمَّ اَنشَاْنٰهُ خَلْقًا آخَرَ﴾ [المؤمنون 14]

''پھر ہم نے اسے ایک اور صورت میں پیدا کر دیا۔''

یہاں پر ایک بہت ہی دقیق اور توجہ طلب نکتہ ہے۔ عصر حاضر میں بھی اس کا ادراک ٹیلی ویژن/ یا باریک تصویری آلات کے بغیر ناممکن ہے۔ سائنس دانوں نے جدید آلات کو استعمال میں لاتے ہوئے یہ انکشاف کیا ہے کہ حیوانات کے جنین - ان میں انسان بھی شامل ہے - اس مرحلہ میں ایک ٹیڑھی شکل میں باقی رہتا ہے؛ حتی کہ اس کی ولادت ہو جائے۔ اور پھر پوری زندگی اس صورت پر باقی رہتا ہے؛ سوائے انسان کے۔ کیونکہ اس کی ہڈیوں پر گوشت اور پٹھے چڑھنے کے بعد اس کی پیٹھ سیدھی ہو جاتی ہے؛ اس سے پہلے وہ ہلال کی شکل میں ہوتا ہے۔

ڈاکٹر احمد حامد احمد کہتا ہے: ''چھٹے ہفتہ کے خاتمہ کے ساتھ ہی مضغہ کی لمبائی 16.8 ملی میٹر تک پہنچ جاتی ہے۔''

''اس وقت کی امتیازی بات یہ ہوتی ہے کہ: ہڈیوں کا ہیکل ٹیڑھا؛ اور ہلال کی شکل میں ہوتا ہے۔ اس وقت تک اس میں اعتدال اور سیدھار [سیدھا پن] نہیں آیا ہوتا۔ اس عرصہ میں جنین میں ایک منفرد اور امتیازی وصف کا اضافہ ہو جاتا ہے کہ وہ آٹھویں ہفتہ میں اس کی قامت میں سدھار [سیدھا پن] آنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی اہمیت اور تفسیر واضح ہوتی ہے؛ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ثُمَّ اَنشَاْنٰهُ خَلْقًا آخَرَ﴾ [المؤمنون 14]

''پھر ہم نے اسے ایک اور صورت میں پیدا کر دیا۔''

اس سے یہ یقینی طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

جب کہ قدیم دور کے مفسرین کے ہاں اس آیت کی تفسیر میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان میں سب سے مختصر اور وجیز کلام علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے؛ وہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿ثُمَّ اَنشَئْنٰهُ خَلْقًا آخَرَ﴾ [المؤمنون14]

''پھر ہم نے اسے ایک اور صورت میں پیدا کر دیا۔''

دوسری تخلیق کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے؛ ابن عباس رضی اللہ عنہ؛ شعبی؛ ابوعالیہ؛ ضحاک اور ابن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اس سے مراد روح کا پھونکا جانا ہے؛ اس سے پہلے؛ یہ ایک جماد ہوتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس سے مراد دنیا کی طرف نکل آنا ہے۔

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اس کے بالوں کا اگ آنا مراد ہے۔

امام ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دانتوں کو نکلنا اور بال اگنا مراد ہے۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کمالِ شباب تک پہنچنا مراد ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی روایت منقول ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ آیت ان تمام اقوال کو شامل ہے؛ کسی کو نطق آیت شامل ہے تو کسی کو ادراک اور تفسیر؛ اور یوں یہ آیت موت تک حاصل ہونے والے تمام معقولات کے حصول کو شامل ہے۔'' [تفسیر القرطبی 12/108]

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے یہ تمام سابقہ اقوال نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے:

''اور ان میں سے صحت کے زیادہ قریب ان کا قول ہے جنہوں نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد روح کا پھونکا جانا ہے۔ کیونکہ جب اس جنین میں روح پھونکی جاتی ہے تو ایک دوسری تخلیق سے انسان کی شکل میں سامنے آتی ہے۔ اس سے پہلے اس کے وہی احوال تھے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں؛ کہ وہ نطفہ سے علقہ بنا؛ علقہ سے مضغہ بنا؛ پھر ہڈیاں؛ اور پھر جب اس میں روح پھونکی جاتی ہے تو ان تمام سابقہ صورتوں سے نکل کر ایک انسان کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ جیسے ہمارے بابا حضرت آدم علیہ السلام روح پھونکے جانے کے بعد مٹی سے انسان بن گئے تھے۔ یہ ان کی وہ دوسری تخلیق تھی جو اس مٹی سے ہٹ کر تھی جس سے آپ کا مادہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تیار کیا گیا تھا۔" [الطبری 7/18]

قدیم اور جدید دور کی تفاسیر میں اختلاف کا سبب یہ ہے کہ:

"قدیم دور کے مفسرین صرف اس لغوی معنی پر ہی اعتماد کرتے تھے جس میں ایک غیبی امر کی طرف اشارہ ہوتا تھا۔ یہ ان کی مقدور بھر فہم کی انتہاء تھی۔ جب کہ عصر حاضر میں لغوی معنی کے ساتھ ساتھ اس چیز کے مشاہدہ پر بھی اعتماد کیا گیا ہے جس کی بابت آیت میں گفتگو کی گئی ہے۔ اور اب اس سے یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ قرآن کسی بشر کا نہیں بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کلام ہے۔" [رحلۃ فی جسم الانسان 109]

دوسری مثال: جنین کے گرد تین اندھیروں کی طرف قرآنی اشارہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ (6)﴾ [الزمر 6]

"اس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا، پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا اور تمھارے لیے چوپاؤں کی آٹھ قسمیں بنائیں۔ وہ تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں تین اندھیروں میں، ایک پیدائش کے بعد دوسری پیدائش میں پیدا کرتا ہے؛ یہی اللہ تمھارا رب ہے اسی کی بادشاہی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر تم کہاں بہکے جاتے ہو۔"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ انسان ماں کے پیٹ میں ایک مرحلہ سے دوسرے مرحلہ میں منتقل ہوتا ہے؛ اور اسے تین اندھیروں نے گھیر رکھا ہوتا ہے؛ جو نور کو جنین تک پہنچنے میں رکاوٹ ہوتے ہیں۔

یہ انتہائی دقیق کلام ہے؛ اور جنین کی حالت کے بالکل مطابق ہے۔ اس عرصہ میں جنین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تین غلافوں کے اندر ہوتا ہے۔

پہلا خارجی غلاف: ماں کے پیٹ کی دیوار کی صورت میں۔

دوسرا داخلی غلاف: رحم کا پردہ۔

تیسرا براہ راست غلاف [بچہ دانی] جس میں جنین موجود ہوتا ہے۔

یہ ایک باریک پردہ ہوتا ہے؛ جو کہ اس تصویر میں اور اس کے بعد والی تصویر میں دیکھا جا سکتا ہے۔

پس جنین کے گرد موجود نہ ہی دوہرا ہے؛ نہ ہی چگانہ؛ بلکہ وہ تہرا پردہ ہے۔ جنین کی اس حالت کا انتہائی باریک بینی سے بیان؛ اس انتہائی بعد کے زمانہ میں بھی ممکن نہیں جب تک کہ عورت کے پیٹ کے اندر کی چیز کی معرفت کے لیے آلات کا استعمال نہ کر لیا جائے۔

علامہ طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ فِيْ ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ ﴾ [الزمر 6] ''تین اندھیروں میں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''یعنی پیٹ کا اندھیرا؛ رحم کی دیوار کا اندھیرا؛ اور اس کے اندر بچہ دانی کے غلاف کا اندھیرا۔'' [تفسیر الطبری 33/124]

جب میڈیکل نے ترقی کر لی؛ اور ایسے آلات ایجاد کر لیے گئے جن کے ذریعہ سے عورت کے پیٹ کے اندر کی تصویر لی جا سکے۔ تو جدید آلات کی بدولت انسان کی اس حقیقت کی معرفت تک رسائی ممکن ہوئی۔

جنین کے ماہر اور علم تشریح الابدان کے ایک سپیشلسٹ سے اس بارے میں سوال کیا گیا؛ اور اسے وہ چیز بھی بتائی گئی جو جنین کے مختلف مراحل اور تین اندھیروں کی بابت قرآن کریم میں وارد ہوئی ہے؛ تو وہ ان معلومات پر ہکا بکا رہ گیا؛ کیونکہ ان امور تک تو رسائی اس سائنسی دور میں جدید ترین آلات کی بدولت ممکن ہوئی ہے۔'' ❶

اس سائنس دان نے کہا ہے: ''میرے سامنے یہ بات صاف طور پر واضح ہوتی ہے کہ جو حتمی دلائل محمد ﷺ نے پیش کیے ہیں؛ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ کیونکہ ان تمام معلومات کا انکشاف ہمارے اس جدید دور میں کئی صدیوں کے بعد ہوا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔''

[الحق المبین 11۔12]

اس سے یہ بات یقیناً واضح ہو جاتی ہے کہ یہ معلومات کسی بشر کی طرف سے نہیں ہیں؛ بلکہ بشریت کے خالق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

تیسری مثال: انسانی پرنٹ [نشانات] کی طرف قرآنی اشارہ

جب نبی کریم ﷺ نے یہ بیان فرمایا کہ: ''بیشک اللہ تعالیٰ انسان کو دوبارہ اٹھائیں

❶ [جس سائنس دان کے سامنے یہ آیت پیش کی گئی؛ تو انہوں نے ان معلومات کی صحت کے اقرار کے ساتھ اسلام قبول کر لیا۔ اس سائنس دان کا نام پروفیسر ڈاکٹر کیتھ المور ہے؛ وہ علم تشریح اور جنین کے علوم کے ماہر اور کنیڈا کی ایک یونیورسٹی میں پروفیسر تھے۔ آپ کئی یونیورسٹیوں کے فارغ التحصیل اور کئی ایک این جی اوز کے سربراہ تھے۔ ان کی تالیفات میں سے آٹھ کتابیں میڈیکل کے طلباء کے لیے مرجع تسلیم کی جاتی ہیں۔ ان میں سے بعض کا ترجمہ دنیا کی چھ بڑی زبانوں میں ہو چکا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گے؛ اور اس سے حساب لیں گے'' تو یہ بات کفارِ قریش پر بہت گراں گزری۔ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ انسان کو دوبارہ اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے؛ کیونکہ وہ تو بوسیدہ ہڈیاں بن چکا ہوگا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے بیسویں بلکہ سینکڑوں آیات نازل فرمائیں جن میں یہ بات بڑی تاکید کے ساتھ بیان کی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ انسان کو دوبارہ زندہ کریں گے۔ اور ایسا کرنا کسی نئی مخلوق کو پیدا کرنے سے زیادہ گراں اور سخت نہیں ہے۔ پس جس ہستی نے انسان کو عدم سے وجود بخشا ہے؛ اسے کوئی بھی چیز اس مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز نہیں کر سکتی۔

ان نازل ہونے والی آیات میں سے ایک سورت سورۃ القیامہ بھی تھی۔ جس میں کفارِ قریش پر رد اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بیان ہے۔ یہ کہ بیشک اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس بات پر قادر ہیں کہ وہ انسان کو دوبارہ ایسے اٹھا دیں جیسے وہ پہلے تھا۔ حتی کہ انسان کے باریک ترین ظاہری اعضاء یعنی انگلیوں کے پورے تک زندہ کر دیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَيَحْسَبُ الْاِنسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ (3) بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰى اَنْ نُسَوِّيَ بَنَانَهٗ﴾ [القیامۃ 3-4]

''کیا انسان سوچتا ہے کہ بیشک ہم کبھی اس کی ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے۔ کیوں نہیں؟ ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کے پورے درست کر (کے بنا) دیں۔''

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

﴿بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰى اَنْ نُسَوِّيَ بَنَانَهٗ﴾ [القیامۃ 4]

''کیوں نہیں؟ ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کے پورے درست کر دیں۔''

اس آیت کی تفسیر میں کئی ایک اقوال ہیں:

اول: یہاں پر پورے کا ذکر کرے باقی اعضاء پر تنبیہ کی گئی ہے۔ یعنی ہم اس بات پر قادر ہیں کہ مٹی ہو چکنے کے بعد اس کے پوروں تک کو ویسے ہی درست کر دیں جیسے وہ تھا۔ اس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی کسی چیز کو پہلی بار پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے؛ وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ وہ دوبارہ ان چیزوں کو اپنی اصل حالت پر بحال کر دے۔ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہاں پر پوروں کا ذکر بطور خاص اس لیے کیا گیا ہے کہ تخلیق کے وقت سب سے آخر میں پورے ہی بنتے ہیں۔ گویا یوں فرمایا جا رہا ہے کہ: ہم اس بات پر قادر ہیں کہ تمام جوڑوں کے چھوٹے ترین اور انتہائی باریک ولطیف ہونے کے باوجود بغیر کسی کمی یا فرق کے؛ ان کو ایسے آپس میں ملا دیں گے جیسے وہ پہلے تھے۔ تو پھر بڑی ہڈیوں کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے۔'' [التفسیر الکبیر 30/218]

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

﴿ عَلٰی اَنۡ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ﴾ [القیامة 4]

''اس کے پورے درست بنا دیں۔''

یعنی ہم ان کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر جمع کر دیں۔ اور ان کے انتہائی لطیف اور چھوٹے ہونے کے باوجود ان کو دوبارہ ایسے ہی کر دیں جیسے وہ پہلے تھے۔ تو پھر بڑے اعضاء کا معاملہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ یہاں پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے باقی تمام اعضاء بدن کو چھوڑ کر بالخصوص پوروں پر تنبیہ کی ہے۔ اس سے مراد انگلیوں کے پورے ہیں۔ یہ کہ انگلیوں اور پوروں کی دوبارہ برابر کرنے پر قدرت حاصل ہونا ویسے ہی ہے جیسے پہلی بار انہیں بنانے؛ اور لطیف و باریک خلقت اور ناخن اور جوڑوں؛ باریک رگوں اور دقیق ہڈیوں پر مشتمل ہونے کے باوجود انہیں برابر کرنے پر حاصل قدرت سے کم نہیں؛ یہی وجہ ہے کہ پوروں کا تذکرہ خصوصی طور پر کیا گیا ہے۔ یہ قول زجاج اور ابن قتیبہ کا ہے۔ [فتح القدیر 5/471]

علامہ ابن عاشور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''یہاں پر تسویہ سے مراد پوروں کو دوبارہ اپنی اصلی اور پختہ حالت میں بنانا ہے۔ یعنی تسویہ دوبارہ پیدا کرنے [بنانے] سے کنایہ ہے۔ اس لیے کہ بلا شک وشبہ جس چیز کو اصل حالت میں برابر کر دیا جائے تو یقیناً اس کی دوبارہ تخلیق عمل میں آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿الَّذِیۡ خَلَقَ فَسَوّٰی﴾ [الأعلی 2]

''وہ جس نے پیدا کیا اور برابر کر دیا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بنان: سے مراد ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کے پورے اور کنارے ہیں۔ بنان ''بنانۃ'' سے اسم جمع ہے۔

اور یہ جسم کے آخری حصوں میں واقعہ انتہائی چھوٹے اعضاء ہیں۔ ان کو برابر کرنا تمام جسم کو برابر کرنے سے کنایہ ہے۔ یہ بات صاف ظاہر ہے کہ جسم کے اطراف کو دوبارہ درست کر کے بنانا اسی وقت ممکن ہے جب تمام جسم کو درست کر لیا جائے۔'' [التحریر والتنویر 1/ 4637]

قدیم دور کے مفسرین؛ بلکہ دور حاضر کے بہت سارے مفسرین پوروں کو برابر کرنے کے معانی کا صرف ظاہری ادراک رکھتے تھے؛ جیسا کہ آیت کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی انگلیوں کے آخری کونوں کو ان کے لطیف و دقیق ہونے کے باوجود دوبارہ اچھے سے درست کر لینا۔ لیکن اس نصِ قرآنی میں اس سے زیادہ گہرائی پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس آیت کی تفاسیر کی گئی ہیں؛ جو کہ اصل نص کی دلالت سے بہت زیادہ دور ہیں۔ اور یقیناً اس کا سبب مراد وہ باریک بینی ہے جس کا تصور بھی اس وقت بشری عقل میں ممکن نہیں تھا۔ ایسا صرف وحی الٰہی کی صورت میں ہی ممکن تھا؛ اور پھر اس کے بارے میں نبی ہی خبر دے سکتا تھا۔

جب سائنس نے ترقی کر لی تو یہ معلوم ہوا کہ انگلیوں کے پورے انتہائی دقیق ولطیف ہونے کے باوجود بھی؛ دو انسانوں کے پورے آپس میں نہیں ملتے۔ اس چیز کا سب سے پہلے انکشاف ایک انگریز ڈاکٹر ''ولیم ہرٹل'' نے 1858ء میں کیا۔ یعنی یہ نزول قرآن سے تقریباً بارہ سو سال بعد کا واقعہ ہے۔

اور انگلیوں کے ان نشانات میں تبدیلی نہیں آتی؛ بھلے جلد جل جائے؛ یا اسے کاٹ دیا جائے۔ یا اس جلد کو دوسری جلد سے بدل دیا جائے؛ تو پھر بھی یہ بڑھ کر ویسے ہی ہو جاتی ہے جیسے پہلے تھی۔'' [رحلۃ الایمان فی جسم الانسان 166]

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جس کتاب نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے؛ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

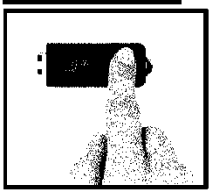
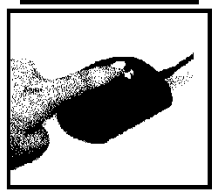
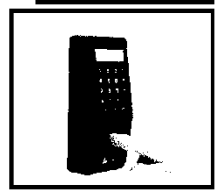

چوتھی مثال: انسانی شعور واحساس کی طرف قرآنی اشارہ

انسانی جسم میں مختلف اعضاء واعصاب پر باریک بال اور مسام ہوتے ہیں۔ جو جلد پر اثر انداز ہونے والی ہر ایک چیز سردی [گرمی] اور تکلیف وغیرہ کے احساس کو قبول کرتے ہیں۔ یہ مسام صرف پچاس ڈگری سنٹی گریڈ تک درجہ حرارت کو محسوس کر سکتے ہیں۔ یقیناً یہ بھی انسانوں کے ساتھ رحمت ہے۔ اس لیے کہ اگر انسان کے دکھ وتکلیف کو محسوس کرنے یہ سلسلہ جاری رہے تو اس کا دکھ اور تکلیف بہت ہی زیادہ بڑھ جائیں۔ لیکن یہ سب کچھ دنیا میں ہے۔

جہاں تک آخرت کا تعلق ہے تو جس کافر کو اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ میں داخل کریں گے؛ تو جہنم کی آگ اس کی اس ظاہری چمڑی کو جلا دے گی جس میں یہ مسام ہوتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اس جلی ہوئی چمڑی کو دوبارہ ویسے ہی کر دیں گے جیسے وہ پہلے تھی تاکہ وہ عذاب کو محسوس کر سکے۔

اگر انسان کے دل میں یہ بات ہو کہ جب درجہ حرارت پچاس ڈگری سنٹی گریڈ سے بڑھ جائے گا تو اس کو تکلیف کا احساس ختم ہو جائے گا- جیسے اس دنیا میں ہوتا ہے-؛ تو اس کا جواب یہ دیا جا رہا ہے کہ اس کی جلد کو بھی بدل دیا جائے گا۔ تو اس کے لیے ضروری ہے کہ چمڑی [جلد] کو دوبارہ ویسے ہی کر دیا جائے۔ تاکہ اسے تکلیف کا احساس باقاعدگی کے ساتھ ہوتا رہے۔

ان امور تک بشری علوم کی رسائی نہیں تھی۔ اب جب سائنس ٹیکنالوجی نے ترقی کی ہے؛ تو ان امور کی معرفت تک رسائی ممکن ہوئی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیکن اللہ تعالیٰ یہ چیزیں بہت پہلے قرآن کریم میں بیان کردی تھیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ﴾ [النساء 56]

''بلاشبہ جو ہماری آیات کے منکر ہوئے ؛ ہم انہیں آگ میں ڈالیں گے؛ جب ان کی جلد پک جائیں گی ہم انہیں دوسری جلد سے بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب چکھیں۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ بیان فرمارہے ہیں کہ وہ کافروں کو جہنم کے آگ سے عذاب دیں گے۔ اور وہ آگ ان کی کھالوں کو کھا جائے گی؛ اور اللہ تعالیٰ اسے پھر دوبارہ ویسے ہی کردیں گے جیسے وہ پہلے تھی تاکہ وہ عذاب کا احساس کرسکیں۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مطلب یہ ہے کہ جب بھی ان کی جلد جل جائیگی؛ تو اللہ تعالیٰ اسے دوسری جلد سے بدل دیں گے ؛ یعنی ہر جلی ہوئی جلد کی جگہ انہیں دوسری سالم جلد عطا کریں گے۔اس میں کسی شخص کے عذاب میں زیادہ مبالغہ ہے۔کیونکہ آگ کی تکلیف کا احساس ایسی جلد میں جو جلی ہوئی نہ ہو جلی ہوئی جلد کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔''

[فتح القدیر 1/724]

علامہ ابن عاشور رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مطلب یہ ہے کہ جب بھی ان کی جلد جل جائیگی؛ اس میں زندگی اور احساس باقی نہیں رہے گا تو ہم اس جلد کو دوسری جلد میں بدل دیں گے۔اس تبدیلی کا تقاضا ہے کہ دوسری جلد پہلی سے ہٹ کر کوئی اور ہو۔جیسا کہ پہلی سورت بقرہ میں اس آیت کی تفسیر میں گزر چکا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ﴾ [البقرة 61]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''کیا تم وہ چیز جو کمتر ہے، کو اس سے چیز بدل رہے ہو جو بہتر ہے۔''

''مذکورہ بالا آیت میں فرمان الٰہی: [غَيْرَهَا] ۔''اس کی غیر'' یہ تاکیدی کلمہ ہے؛ جو تبدیلی کا فعل واقع ہونے پر دلالت کرتا ہے۔اور یہاں پر''ناراً'' دوسرا مفعول واقع ہو رہا ہے۔اس کا تعلق باب''اعطی'' سے ہے۔

اور فرمان الٰہی: ﴿ لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ ﴾:''تا کہ وہ عذاب چکھیں'' یہ اس فعل کی علت ہے: ﴿ بَدَّلْنٰهُمْ ﴾ ''ہم ان کو بدل دیں گے'' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیقی قدرت کے مطابق جلد کے ذریعہ دکھ اور تکلیف کا احساس باقی جان تک پہنچتا ہے۔اور اگر اس جلد کو جلنے کے بعد تبدیل نہ کیا جائے؛ تو پھر نفس کو آگ سے جلنے کا احساس نہ ہو'' [التحریر والتنویر 1/969]

پس جلد اور آگ سے جلنے کے عذاب کے احساس میں ایک ربط اور تعلق ہے؛ جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انسان کی ظاہری جلد میں ایسے مراکز [یا نقاط] ہیں جو اس دنیا میں عذاب یا تکلیف کو محسوس کرتے ہیں۔ایسے ہی آخرت میں بھی ہوگا۔

اس علم تک بشریت کی رسائی اب اس دور میں ممکن ہوئی ہے جب سائنس نے ترقی کر لی۔'' [رحلۃ الاعجاز فی جسم الانسان 162]

یہ اس بات کی ایک دلیل ہے کہ قرآن کریم صرف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

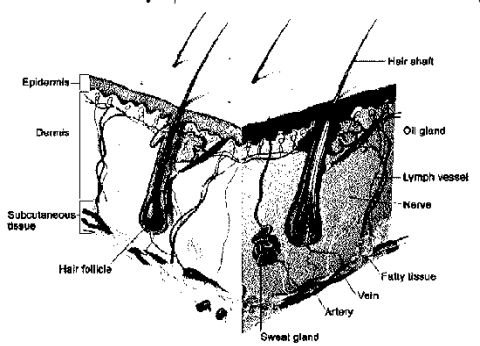

ان تصاویر میں جلد کو کئی ہزار مرتبہ بڑا کر کے دیکھایا گیا ہے۔اس میں یہ واضح نظر آتا ہے کہ جلد میں چھوٹے چھوٹے سوراخ اور بال ہیں جو کہ احساس کو جلد تک منتقل کرتے ہیں۔انہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کئی سو مرتبہ بڑا کر کے دیکھایا گیا ہے۔

پانچویں مثال: تخلیق کائنات کی ابتداء کی طرف قرآنی اشارہ

بشری نفوس میں اس کائنات کے بارے میں کئی ایک سوال گردش کرتے ہیں۔ جو کہ اپنے جواب کی تلاش میں رہتے ہیں۔ان میں سے کچھ سوال یہ ہیں:

۱۔ کائنات کی ابتداء کب ہوئی؟

۲۔ کائنات کو کس چیز سے پیدا کیا گیا؟

۳۔ ان کی تخلیق کیسے مکمل ہوئی؟

۴۔ کائنات کو کیوں وجود بخشا گیا؟

۵۔ کائنات کو وجود کس نے بخشا؟

۶۔ اس کا انجام کار کیا ہوگا؟

۷۔ اس انجام کے بعد کیا ہوگا؟

یہ تمام سوالات انسان کے ذہن میں گردش کرتے ہیں۔ انسان صرف ذاتی معلومات و معرفت کی بنیاد پر ان کا جواب نہیں دے سکتا۔لیکن وہ جوابات کی تلاش کو ترک بھی نہیں کرتا۔

جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے تو قرآن نے اس بارے میں کچھ بھی نہیں کیا۔ جہاں تک باقی چھ سوالات کا تعلق ہے؛ تو ان میں سے بعض کا جواب قرآن نے اشارے کی زبان میں دیا ہے؛ اور بعض کے متعلق نصوص قرآنی موجود ہیں۔

آخری چار سوال:

جہاں تک آخری چار سوالوں کا تعلق ہے کہ:

❀.....کائنات کو کیوں وجود بخشا گیا؟

❀.....کائنات کو وجود کس نے بخشا؟

❀.....اس کا انجام کار کیا ہوگا؟

❀.....اس انجام کے بعد کیا ہوگا؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ چیزیں قرآن کا موضوع ہیں۔

جہاں تک دوسرے اور تیسرے سوال کا تعلق ہے؛ یعنی:

❀.....کائنات کو کس چیز سے پیدا کیا گیا۔

❀.....ان کی تخلیق کیسے مکمل ہوئی۔

یہاں پر اس بحث سے مقصود یہی دو سوال ہیں۔''

قرآن کریم نے ان سوالات کی طرف کئی آیات میں اشارہ کیا ہے۔فرمان الٰہی ہے:

﴿ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ﴾ [فصلت 11]

''پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں تھا تو اس نے اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں آؤ خواہ خوشی سے یا نا خوشی سے۔بولے: ہم خوشی سے آتے ہیں۔''

اس آیت مبارکہ میں اس مادہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس سے آسمان اور جو کچھ اس میں ہے جیسے نجوم؛ کواکب وغیرہ کو پیدا کیا گیا۔کہ یہ مادہ ایک دھواں تھا۔

اس تخلیقی مادہ کے متعلق یہ قرآنی حقیقت ہے۔

اس بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال وتفاسیر ہیں۔ان میں سے بعض کا خیال ہے کہ اس سے مراد پانی سے اٹھنے والے بخارات ہیں۔کیونکہ زمین وآسمان کی تخلیق سے پہلے بھی پانی موجود تھا۔جیسا کہ اللہ عزوجل نے قرآن میں اس کا ذکر کیا ہے۔اور کچھ نے اس سے مراد اندھیرا لیا ہے۔اور بعض نے اس سے حقیقی دھواں مراد لیا ہے۔آیت میں وارد لفظ کا لغت میں بھی یہی معنی ہے؛ بھلے انسانی علوم اس کی موافقت کریں یا مخالفت۔ظاہری دلائل والفاظ سے ہٹ کر ایسے مخفی معنی کی طرف جانا جائز نہیں جس کے خلاف ثابت ہو چکا ہو۔اس نص کی تفسیر اس کے ظاہری الفاظ کے مطابق مفسرین کی ایک جماعت سے وارد ہوئی ہے۔

ان میں سے ایک امام طبری رحمہ اللہ بھی ہیں۔آپ فرماتے ہیں:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''نبی کریم ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت سے اس آیت کی تفسیر نقل کی گئی ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴾ [البقرۃ ۲۹]

''وہی ہے جس نے زمین کا سب کچھ تمھارے لیے پیدا کیا، پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا، پس انھیں درست کر کے سات آسمان بنا دیا اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔''

فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے پانی سے پہلے کوئی دوسری چیز پیدا ہی نہیں کی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کا مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ ہوا تو پانی سے دھواں اٹھا اور اوپر بلند ہوا اور پانی کو اس نے گھیر لیا' اسی سے آسمان کو سماء کہا جاتا ہے۔''

اور پھر فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ:

﴿ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَى السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ﴾ [فصلت ۱۱]

''پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں تھا۔''

یہ دھواں پانی کے سانس لینے کی وجہ سے تھا [یعنی اس سے اٹھنے والے بخارات]۔

پھر اس کو ایک آسمان بنا دیا۔'' [تفسیر الطبری 1/222]

ان مفسرین میں سے ایک امام شوکانی رحمہ اللہ بھی ہیں؛ آپ فرماتے ہیں:

''حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے حکم کا صعود آسمان کی طرف ہوا؛ وہ اس وقت دھواں تھا۔ دھواں جو کہ آگ کے شعلوں سے بلند ہوتا ہے۔ اور عاریۃً یہ لفظ زمین سے اٹھنے والے بخارات پر بھی بولا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے مفسرین کہتے ہیں: یہ دھواں پانی سے اٹھنے والے بخارات تھے۔'' [فتح القدیر 4/722]

جب کہ علامہ ابن عاشور رحمہ اللہ نے مفسرین کے جملہ اقوال ذکر کر کے تورات میں وارد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قول کی طرف بھی اشارہ کیا ہے؛ اور پھر اس اختلاف میں راجح قول بھی بیان کیا ہے۔ فرمایا:

''دھواں جو ایندھن سے شعلے بھڑکنے کے وقت اٹھتا ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَهِيَ دُخَانٌ ﴾ [فصلت 11] ''اور وہ دھواں تھا۔''

اس میں ایک انتہائی بلیغ تشبیہ ہے۔ یعنی وہ دھویں کی طرح تھا۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ایک اندھیرا تھا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ: یہاں پر دھویں سے مراد ایک اندھیری چیز ہے۔ یہ قول ''سفر تکوین'' میں وارد قول کے مطابق ہے؛ اس میں ہے: ''ایک اندھیر چادر کے اوپر۔'' یہ قول نبی کریم ﷺ کے اس قول سے بہت دور ہے جس میں آپ فرماتے ہیں: ''مخلوقات میں ایک عماء کے علاوہ کسی چیز کا کوئی وجود نہیں تھا۔ عماء: سے مراد یہاں پر انتہائی باریک بادل ہیں یہی انتہائی باریک و ملائم رطوبت۔ یہ اس اصلی عنصر کے قریب ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے موجودات کو پیدا کیا ہے۔ اور یہی اس بات سے بھی مناسبت رکھتا ہے کہ زمین سے پہلے آسمان کو پیدا کر دیا گیا تھا۔ پس اس کا معنی یہ ہوا کہ:

﴿ وَهِيَ دُخَانٌ ﴾ [فصلت 11] ''اور وہ دھواں تھا۔''

آسمان کی اصل وہ چیز ہے جو دھویں سے مشابہ تھی۔ یعنی آسمان کی تکوین و تخلیق اس دھویں دار چیز سے عمل میں آئی ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ: میں کھجور کی طرف متوجہ ہوا جو کہ پہلے ایک کھٹلی تھی۔ پھر میں نے اس کے زرخیز زمین کا انتخاب کیا۔''

پس اس بنا پر آسمان کا تخلیقی مادہ زمین کی تخلیق سے پہلے موجود تھا۔''

[التحریر والتنویر 24/246]

علامہ ابن عاشور رحمہ اللہ کا یہ قول موجودہ دور کے سائنس دانوں کے اقوال کے قریب ترین اقوال میں سے ہے۔

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ تخلیق کیسے عمل میں آئی؟

تو قرآن کریم نے ذکر کیا ہے کہ زمین و آسمان پہلے آپس میں جڑے ہوئے تھے؛ پھر اللہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ نے ان کو ایک دوسرے سے جدا کیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ﴾

[الانبیاء 30]

''اور کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ بیشک سارے آسمان اور زمین جڑے ہوئے تھے ہم نے انھیں جدا کیا اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز بنائی، تو کیا یہ ایمان نہیں لاتے۔''

اس آیت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ آسمان اور جو کچھ اس میں ہے سب زمین کے ساتھ چپکے ہوئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو علیحدہ کر دیا۔ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''زمین و آسمان کے جڑے ہوئے ہونے سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں مفسرین کے اقوال میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ یہ جوڑ کیسا تھا؟ اور ان کو جدا کرنے کا کیا معنی ہے؟ تو بعض مفسرین نے کہا ہے کہ زمین و آسمان آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ملے [جڑے] ہوئے تھے؛ پھر اللہ تعالیٰ نے ہوا کے ذریعہ ان کو علیحدہ علیحدہ کر دیا۔

پھر آپ نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر نقل کی ہے۔

﴿اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا﴾

''اور کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ بیشک سارے آسمان اور زمین جڑے ہوئے تھے''

یعنی آپس میں ملے ہوئے ایک دوسرے میں ضم شدہ تھے۔'' [تفسیر الطبری 9/19]

علامہ ابن عاشور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اس بات کا احتمال ہے کہ جڑے ہونے سے مراد ان تمام موجودات کا آپس میں اتحاد اور یگانگت ہو؛ جب یہ ساری چیزیں ایک ہی مادہ تھیں؛ یا ایک خمیر تھیں یا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ایک اندھیرا تھیں ؛ حدیث شریف میں آتا ہے کہ: ''مخلوقات ایک عماء[اندھیر] تھیں۔'' جب یہ تمام ایک عالی جنس اتحاد تھیں تو اس پر اسم ''مخلوق'' کا اطلاق مناسب ہے۔''

آگے چل کر فرماتے ہیں:

''اس تمیز اور فرق کے لیے رتق اور فتق نام کی اصطلاحات ایجاد کی گئی ہیں۔''

[التحریر والتنویر 11/2702]

یہ مفسرین کرام رحمہم اللہ کے بعض اقوال ہیں؛ جو کہ آیت کے ظاہری معنی کے قریب تر ہیں۔

جب بشری علوم [سائنس] نے ترقی کی؛ تو انہوں نے دیکھا تو آسمان میں ایک باریک اور سخت گرم دھواں ہے۔ اور ان کے ہاں یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ ستاروں اور کواکب کی تخلیق اسی مادہ سے ہوئی ہے۔ میرا اعتقاد یہ ہے کہ یہی وہ پہلا مادہ ہے جس سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق عمل میں آئی۔

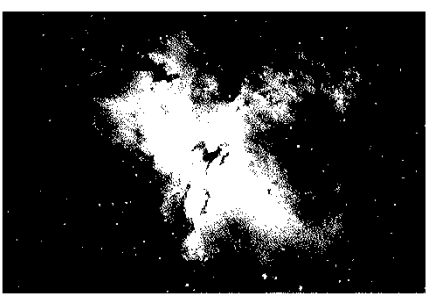

ایک جرمن فلاسفر عمانویل کانٹ نے بھی ۱۷۵۵ء میں اسی نظریہ کا اعلان کیا تھا۔ اور یہ مضمون نشر بھی کیا گیا تھا۔ پھر فرانسیسی ریاضی دان ہیر لاپلاس نے (۱۷۹۶) میں اسی نظریہ پر اپنے اعتماد کا اظہار کیا۔

اور ہمارے آج کے دن تک اسی نظریہ پر اعتماد کیا جا رہا ہے۔ لیکن قرآن مجید کا اس مادہ کو دھویں سے تعبیر کرنا؛ انتہائی باریک بینی پر مبنی ہے۔ دراصل یہ مادہ بہت سخت گرمی والی گرم ترین گیسیں ہیں۔ فرانس کے مشہور ڈاکٹر ''موریس بوکائے'' جس نے ان قرآنی اشارات اور جدید

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سائنس کی علمی تطبیقات کے مابین تقابل کرنے کے بعد اسلام قبول کرلیا تھا؛ وہ آخر کار اس نتیجہ پر پہنچا تھا:

''یہ تقابل ہمیں ایک قطعی اور یقینی حقیقت کی طرف لے کر جاتا ہے کہ: یہ ہرگز ممکن نہیں کہ قرآن کے عطا کردہ علوم و اشارات اور تقریرات کسی بشر کا کلام ہوں۔ بلکہ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کلام ہیں۔'' [الکتب المقدسۃ علی ضوء المعارف الحدیثۃ 174]

بلا شک وشبہ قرآنی آیات کی دلائل اور جدید سائنس کی ان کے ساتھ موافقت اس بات کی بڑی دلیل ہیں کہ قرآن مجید کسی بشر کا کلام نہیں ہے۔

قرآنی حقائق ایک میزان کی طرح باقی رہیں گے؛ بھلے سائنسی علوم اس کے موافق ہوں یا مخالف۔ بلکہ جس چیز تک اس وقت تک سائنس کی رسائی ہوئی ہے؛ وہ وہی باتیں ہیں جن کی خبریں قرآن میں دی گئی ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی ایسی متناقض چیز ضرور سامنے آتی جس تک انسانی علوم کی رسائی نہ ہوسکی ہوتی؛ جو اس سے پہلے معروف نہیں تھی۔

کیونکہ یہ بات محال ہے کہ کوئی انسان کسی ایسی بات میں گفتگو کرے جس تک سائنس کی رسائی صدیوں بعد ممکن ہوئی ہو۔ اور پھر یہ باتیں سائنسی علوم کے بالکل مطابق ہوں؛ ان کے مابین کوئی اختلاف نہ ہو۔

تصویر میں اس گیس اور غبارات کے گولے کی ایک تقریبی شکل پیش کی گئی ہے جس سے اجرام فلکی کی تخلیق ہوئی ہے۔ بشری تصور کی تصویر ان معلومات سے بہت زیادہ قربت رکھتی ہے جو قرآن کریم نے بیان کی ہیں۔

ہم مسلمانوں کو یقینی علم حاصل ہے کہ وہ مادہ جس سے اجرام فلکی کی تخلیق ہوئی ہے؛ وہ ایک ''دھواں'' تھا۔ خواہ ان معلومات تک بشری علوم کی رسائی ہوسکتی ہو یا ناممکن ہو۔ بشریت کے علوم کی رسائی اس کے علاوہ کسی اور حقیقت تک ممکن ہی نہیں۔

چھٹی مثال: دائمی وسعتِ آسمانی کی طرف قرآنی اشارہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ﴾ [الذاریات 47]

''اور آسمان کو ہم نے اپنی تائید سے بنایا اور بیشک ہم وسعت دینے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ: انہوں نے ہی آسمان کی تخلیق کی ہے؛ اور بہت ہی پختہ تخلیق کی ہے؛ اور پھر اس کی وسعت میں اضافہ کیا جارہا ہے۔

یہ اس آیت کا ظاہری معنی ہے۔ جبکہ قدیم مفسرین سے اس آیت کی تفسیر میں مختلف اور مضطرب اقوال منقول ہیں؛ ان اقوال میں سے:

۱۔ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اثبات ہے۔

۲۔ اس سے مراد خرچ کرنے میں وسعت ہے۔

۳۔ زمین و آسمان کے درمیانی فاصلے میں وسعت دینا ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جو جدید سائنسی علوم سے مطابقت رکھتا ہے۔

علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ﴾ [الذاریات ۴۷]

''اور بیشک ہم وسعت دینے والے ہیں۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ: ہم اس میں وسعت دینے پر قادر ہیں؛ یہ طاقت رکھتے ہیں۔ یا پھر خرچ میں وسعت دینے والے ہیں یا پھر زمین و آسمان کے مابین وسعت دینے والے ہیں۔'' [تفسیر نسفی 4/181]

علامہ ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ﴾ [الذاریات 47]

''اور بیشک ہم وسعت دینے والے ہیں۔''

یعنی اس کی تخلیق میں؛ یہ جملہ حالیہ ہے۔ یعنی ہم نے اسے بنایا ہے؛ اور اس میں وسعت کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے: زید آیا اور وہ بہت جلدی میں تھا۔ یعنی اسے جلدی تھی۔ پس یہ آسمان کے اس اعتبار سے ہے کہ زمین اور اس کو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

گھیرے ہوئے پانی اور ہوا کے مابین؛ دائرہ کے بیچ میں ایک نقطہ کی طرح ہیں۔''

[البحر المحیط 8/140]

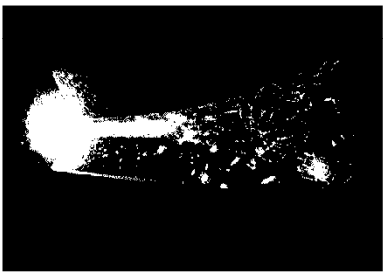

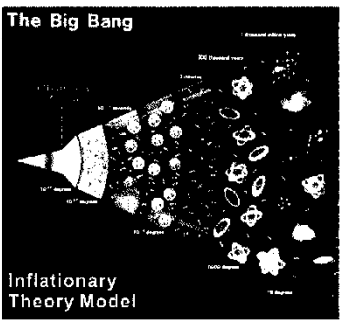

یہ دو تصاویر آج کے انسانی تصور کے مطابق کائنات کی ابتداء کے لیے ہونے والے اس دھماکے کو ظاہر کرتی ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ خیالی تصاویر ہیں؛ مگر اس چیز کی تائید کرتی ہیں جو قرآن کریم نے بیان کی ہے۔علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ﴾ [الذاریات 47]

''اور بیشک ہم وسعت دینے والے ہیں۔''اس کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں:

پہلا قول:.....مراد پھیلاؤ ہے۔یعنی ہم نے اس کو اتنی وسعت دی کہ زمین اور اس کو گھیرے ہوئی چیزیں پانی اور ہوا وغیرہ آسمانی کی نسبت سے یوں ہوگئی جیسے کسی صحراء میں ایک کڑا۔فضاء میں اس وسعت والی تعمیر وتخلیق ایک بڑی ہی عجیب چیز ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ معمار اتنی بڑی وسیع تعمیر پر قادر نہیں ہو سکتے۔کیونکہ انہیں ایسے آلات کی ضرورت پڑتی ہے جن کی مدد سے عمارت کو درست کر سکیں۔ اس کی گولائی بھی درست ہو اور اس کے اجزاء آپس میں یوں ملے ہوئے ہوں کہ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو پکڑ رکھا ہو۔''[التفسیر الکبیر 28/209]

علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴾ [الذاریات 47]

''اور بیشک ہم وسعت دینے والے ہیں۔''

یعنی ہم اس میں وسعت دینے پر قدرت رکھتے ہیں۔ وسعت طاقت کے معنی میں ہے۔ موسع: خرچ کرنے پر قدرت رکھنے والے کو کہا جاتا ہے۔ یا یہ مراد ہے کہ: ''ہم زمین و آسمان کے مابین فاصلے میں وسعت دینے والے ہیں؛ یا رزق میں وسعت دینے والے ہیں۔'' [تفسیر البیضاوی 1 / 241]

علامہ ابن عاشور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''الموسع'' یہ ''اوسع'' سے اسم فاعل ہے۔ جب وہ وسعتوں والا ہو۔ یعنی قدرت رکھتا ہو۔ اس کی تصریفات ''سعۃ'' سے آتی ہیں۔ اس سے مراد جگہ کے فاصلہ میں وسعت ہے۔ جو کہ تنگی کا الٹ ہے۔ یہاں پر اس کا معنی بالعموم چیزوں اور افراد میں وسعت کے لیے مستعار لیا گیا ہے۔'' [التحریر والتنویر 1/ 1454]

لغت کی روشنی میں علمائے تفسیر کے یہ تفسیری اقوال ہیں۔ جب کہ عصر حاضر کے علمائے فلکیات نے اس بات کی تائید کی ہے کہ فضاء میں مسلسل وسعت آ رہی ہے۔ اور اس کے فاصلوں میں دوری ہو رہی ہے۔

امریکہ کے ماہر فلکیات ''ھابل'' نے کہا ہے: ''سیاروں میں دوریاں بڑھ رہی ہیں۔'' [التقدم العلمی 19]

پروفیسر ڈاکٹر ''ایڈنگٹون'' نے فضاء کو اس غبارے سے تشبیہ دی ہے جس میں جب بھی ہوا بھری جائے تو وہ پھول جاتا ہے۔'' [المعجزۃ القرآنیۃ 302]

ان تمام حقائق تک انسانی رسائی اب اس دور میں ممکن ہوئی ہے جب رصدگاہیں بن گئیں۔ یہ اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

ساتویں مثال: آکسیجن کی کمی اور دباؤ کی طرف قرآنی اشارہ:

قرآن مجید میں ایک آیت وارد ہوئی ہے جس میں غیر مسلم کی حالت کو اس انسان سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تشبیہ دی گئی ہے جو بلندی کی جانب چڑھتا ہو۔ اسے تنگی اور سانس میں دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے گویا کہ وہ دھیرے دھیرے موت کے منہ میں جا رہا ہو۔

آج کے سائنسی انسان نے یہ انکشاف کیا ہے کہ جیسے ہی انسان بلندی کی طرف جاتا ہے تو آکسیجن میں کمی آتی جاتی ہے۔ پھر فضاؤ کے دباؤ کی وجہ سے اس میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں کو سینے یا دل میں تکلیف ہو انہیں سمندر کی سطح کے برابر [یا سطح زیریں زمین پر] رہنے کی نصیحت کی جاتی ہے۔

اس سے ہمارے لیے اس آیت کا معنی واضح ہوتا ہے۔ اور دلائل یہ ثابت کرتے ہیں کہ قرآن کسی بشر کا کلام نہیں ہے۔ کیونکہ اس حقیقت تک رسائی تو اب اس دور میں ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَ مَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ﴾ [الانعام ۱۲۵]

''تو جسے اللہ ہدایت دینا چاہیں اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتے ہیں اور جسے گمراہ کرنا چاہیں اس کا سینہ تنگ، نہایت گھٹا ہوا کر دیتے ہیں؛ گویا وہ آسمان میں چڑھ رہا ہو۔''

آیت کریمہ اس جانب اشارہ کرتی ہے کہ جب انسان آسمانوں کی طرف [بلندی پر] چڑھتا ہے تو اسے تنگی محسوس ہوتی ہے۔ اور جیسے جیسے انسان بلندی پر جاتا رہتا ہے اس تنگی اور گھٹن میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اور اس کے لیے لفظ (يَصَّعَّدُ) استعمال کیا ہے۔ تاکہ واضح کیا جا سکے کہ بلندی پر جانے سے اس کی مشقت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

سائنس نے ثابت کیا ہے کہ جیسے ہی انسان بلندی پر جاتا ہے؛ آکسیجن میں کمی آتی جاتی ہے۔ آکسیجن کی کمی کا اثر اور تنگی کا احساس پھیپھڑوں میں ہوتا ہے جو کہ سینے میں ہیں۔ اس چڑھائی کے دوران انسان کو جو تنگی اور حرج لاحق ہوتے ہیں قرآن میں وارد کلمات (ضَيِّق) اور (حَرَج) سے ان کی توضیح و تفسیر کی گئی ہے۔ اس سے یہ بات پختہ ہو کر سامنے آتی ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

جب کہ قدیم دور کے مفسرین نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ نے اس کافر کی مثال بیان کی ہے جس کی ہدایت کا ارادہ نہیں ہوتا؛ تو اس کا سینہ ایمان قبول کرنے سے تنگ پڑ جاتا ہے۔ گویا وہ اپنی کمزوری کے باوجود اوپر چڑھنے کی کوشش کر رہا ہو۔''

علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ﴾ [الانعام 125]

''گویا کہ وہ آسمان میں چڑھ رہا ہو۔''

''اللہ تعالیٰ نے اس کافر کے دل کی ایک مثال بیان کی ہے جو اللہ تعالیٰ تک رسائی میں انتہائی گھٹن اور تنگی محسوس کرتا ہے۔ جیسا کہ وہ آسمانوں میں چڑھ نہیں پاتا اس سے عاجز آ جاتا ہے۔ کیونکہ ایسا کرنا اس کے بس میں نہیں۔''

[تفسیر الطبری 5/335]

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ﴾ [الانعام 125]

''گویا کہ وہ آسمان میں چڑھ رہا ہو۔''

''بہت سارے مفسرین کرام رحمہم اللہ نے اس لفظ (يَصَّعَّدُ) تخفیف اور سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔ جو کہ (صَعُودُ) سے نکلا ہے؛ جس کا معنی ہے چڑھنا۔

''اللہ تعالیٰ نے کافر کی ایمان سے نفرت اور اس پر ایمان کی گرانی کی تشبیہ اس سے دی ہے جو ایسی چیز کا تکلف اٹھاتا ہے جس کے کرنے کی طاقت اس میں نہیں ہے۔ جیسا کہ آسمانوں میں چڑھنے کی طاقت کوئی نہیں رکھتا۔'' [تفسیر القرطبی 7/72]

علامہ ابن عاشور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یہاں پر مشرک کے حال کی مثال بیان کی گئی ہے جب اسے اسلام کی دعوت دی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے یا پھر وہ تنہائی میں ہوتا ہے؛ تو وہ دعوت اسلام میں چڑھائی پر چڑھنے والے کی طرح غور کرتا ہے۔ اوپر کو چڑھنے والے کو اوپر جاتے ہوئے سانس میں تنگی محسوس ہوتی ہے یہ اس کی معقول ہئیت کی تمثیل خیالی ہئیت سے بیان کی گئی ہے۔'' [التحریر والتنویر ۱۴۱۶/۱]

ابن عاشور رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام آیت کی تفسیر کو ان نتائج کے قریب کر دیتا ہے جہاں عصر حاضر کے سائنس دانوں کی رسائی ہوئی ہے۔ واللہ اعلم

یہ ایک خلاباز کی تصویر ہے؛ جس میں اس نے خلائی لباس اور دیگر ضروری سامان زیب تن کر رکھا ہے جو اسے فضائی دباؤ سے محفوظ رکھتا ہے اور اس بلند ترین مقام پر آکسیجن فراہم کرتا ہے جہاں یہ چیز بالکل ختم ہو جاتی ہے۔

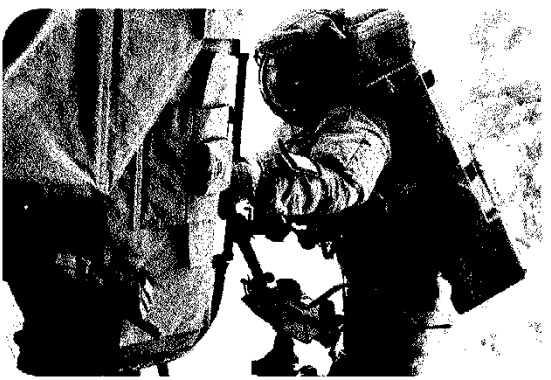

آٹھویں مثال: زمین اور قرآن کا بیان

کتاب اللہ میں ایک آیت وارد ہوئی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ زمین گیند کی طرح گول ہے۔ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن پر چڑھاتے ہیں؛ اور دن کو رات پر چڑھاتے ہیں۔ دن اور رات زمین کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ پس آدھی زمین میں رات ہوتی ہے تو آدھی میں دن ہوتا ہے۔ اور انہوں نے زمین کو اس کی تمام اطراف سے گھیر رکھا ہے۔ کیونکہ یہ ایک دوسرے کے اوپر چڑھے ہوئے ہیں۔ [قرآن مجید میں یہاں پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

استعمال ہونے والا] لفظ ''تکویر'' کوّر سے ماخوذ ہے؛ کسی چیز کو لپیٹ لینا؛ یعنی گولائی کی شکل میں اپنے اندر لے لپیٹ لینا اور یہ لفظ اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ اس کے اندر کوئی گیند نما چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ﴾ [الزمر 5]

''اس نے زمین و آسمان کو حق کے ساتھ پیدا کیا۔ وہ رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے''[1]

آج سے تقریباً نو سو ساٹھ سال پہلے [۴۵۶ھ میں]؛ دسویں میلادی صدی کے شروع میں؛ گزرے ہوئے علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''یہ ایک واضح بیان ہے کہ زمین آپس میں گولائی میں لپٹی ہوئی ہے۔ یہ لفظ ''کوّر العمامة'' پگڑی باندھی سے ماخوذ ہے؛ اور اسے گولائی میں باندھا جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ زمین گول ہے۔'' [الفصل 2/97]

ابن عاشور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

[1] یہ پہلی عقلی دلیل ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے بلا شرکت غیرے استحقاق عبادت پر دلالت کرتی ہے۔ البتہ اس میں غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ زمین و آسمان کو اس نے عبث اور بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ بلکہ اس ساری کائنات کو اس نے ایک عظیم مقصد کے لیے پیدا فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ لوگ کائنات کے ذرے ذرے سے صانع عالم کی قدرت اور اس کی وحدانیت پر استدلال کریں۔

گردش لیل و نہار میں دلائل توحید:..... یعنی شام کے وقت اگر مغرب کی طرف نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ادھر سے اندھیرا اوپر کو اٹھ رہا ہے۔ جو بتدریج بڑھتا جاتا ہے۔ تا آنکہ سیاہ رات چھا جاتی ہے۔ اسی طرح صبح کے وقت اجالا مشرق سے نمودار ہوتا ہے۔ جو بتدریج بڑھ کر پورے آسمان پر چھا جاتا ہے۔ اور جب صبح کو سورج نکل آتا ہے تو کائنات جگمگا اٹھتی ہے۔ ایسا نظر آتا ہے رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹا جا رہا ہے۔ دن کو روشن کرنے اور رکھنے والی چیز سورج ہے۔ اور چاند رات کو روشنی دیتا ہے۔ یہ سورج اور یہ چاند جب سے پیدا کیے گئے ہیں؛ انسان کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں اور انسانوں کو ان سیاروں سے بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن یہ نظام شمس و قمر بھی ابدی نہیں ہے۔ ایک وقت آئے گا جب ان کی بساط لپیٹ دی جائے گی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''تکویر'' حقیقت میں موڑنے اور لپیٹنے کو کہتے ہیں۔اور کہا جاتا ہے:''کوّر العامة علی رأسه ''اس نے پگڑی کو اپنے سر باندھا؛ جب وہ اسے موڑ کر سر پر لپیٹ لیتا ہے۔اور یہاں پر یہ مثال ایک حصہء مین پر رات کے دن پر لپٹ جانے کی ہئیت بیان کرتے ہوئے دی گئی ہے۔اور اس کے برعکس لفظ تعاقب آتا ہے؛ وہ بھی پگڑی کی ہئیت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔یعنی اس کے دوسرے بل نے پہلے بل کو ڈھانک لیا۔ یہ ایک انتہائی بدیع مثال ہے؛ اور تجزیہ کے قابل ہے کہ زمین کو سر سے تشبیہ دی جائے۔اور یہاں پر دن اور رات کی گردش کو پگڑے کے بلوں سے تشبیہ دی جائے۔اور اس کی بداہت و بلاغت اس وقت زیادہ ہو جاتی ہے جب دیکھا جائے کہ یہاں پر اس کے بیان کے لیے''تکویر'' کے لفظ کو ترجیح دی گئی ہے۔جو کہ قرآن کے معجزات میں سے ایک سائنسی اور علمی معجزہ ہے۔جس کی طرف اشارہ چوتھے مقدمہ میں گزر چکا؛ اور اس کی وضاحت دسویں مقدمہ میں کی گئی ہے۔

''تکویر'' کا مادہ اسم ''کرہ'' سے آیا ہے۔کرہ ایسے جسم کو کہتے ہیں جو تمام اطراف سے برابر گول ہو اور حقیقت میں زمین گیند کی طرح ہے۔اس وقت میں عرب اور جمہور بشریت اس چیز سے لاعلم تھی۔جب قرآن کریم نے ان دو اوصاف کی طرف اشارہ کیا جو روئے زمین پر مسلسل آگے پیچھے پیش آتے ہیں۔اور وہ ہیں نور اور اندھیر۔یا رات اور دن۔کہ ان کے یوں بدل کر آنے کو گولائی سے تعبیر کیا گیا ہے۔کیونکہ کرّہ ارضی کو گھیری ہوئی چیزیں اس کی اتباع میں طبعی طور پر گول ہی ہوں گی۔جب اس آیت کا سیاق معبود برحق پر استدلال کے لیے تھا کہ وہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رب ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا؛ تو یہاں پر اسی استدلال کے لیے زمین پر پیش آنے والی دو عظیم الشان مخلوقات کا ذکر کیا؛ لیکن اس کے لیے تکویر کا لفظ استعمال نہیں ہوا جیسے زمین کے لیے ہوا ہے۔ جیسے رات اور دن کا جب ذکر کیا گیا تو اس کے لیے ڈھانکنے ''غشیٰ'' کا لفظ استعمال کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ﴾ [الاعراف 54]

''وہی رات کو دن پر ڈھانک دیتا ہے۔''

کیونکہ یہ آیت مخلوقات پر اللہ تعالیٰ کے وسعت تصرف پر دلالت کرتی ہے؛ اس کے شروع میں یوں فرمایا گیا ہے:

﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ [الاعراف 54]

''یقیناً تمہارا رب وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر اپنے عرش پر قرار پکڑا۔''

تو اس کی تصویر بطور خاص رات کے دن کو ڈھانکنے سے بیان کی گئی۔ پس یہ اس کی مخلوقات میں اعراض کی تبدیلی پر قدرت اور قوت کی دلیل ہے۔ اسی لیے سب سے بڑی پیش آنے والی چیز میں تبدیلی کے بیان پر اکتفا کیا گیا؛ اور وہ چیز ہے نور؛ جس پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔ تاکہ یہ ان لوگوں کے لیے نشانی ہو جائے جو مسلمان بعد میں آئیں گے اور علم ہئیت کا مطالعہ کریں گے تاکہ ان کے سامنے بھی یہ معجزہ ثابت ہو جائے۔'' [التحریر والتنویر 1/3660]

اس سے اس بات کی بھی تائید ہوتی ہے کہ یہ کلام اللہ سبحانہ وتعالیٰ خالق ارض وسماء کی طرف سے نازل کردہ ہے [کسی کا ذاتی کلام نہیں]۔

نویں مثال: پہاڑ اور قرآن کا بیان

قرآن کریم نے بیان کیا ہے کہ پہاڑ زمین میں ''اوتاد'' ہیں۔ [اوتاد؛ وتد کی جمع ہے]۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عربی زبان میں اس چھوٹی سی میخ کو کہتے ہیں جو خواہ لوہے کی ہو یا لکڑ کی؛ اسے زمین میں گاڑا جاتا ہے تا کہ اس کے ساتھ خیمہ کو ٹھہرایا جا سکے؛ یا پھر جانور کو باندھا جا سکے۔

پس میخ [کھونٹا] کو ٹھونک کر زمین میں داخل کیا جاتا ہے؛ اور اس کا کچھ حصہ زمین کے اوپر باقی رہ جاتا ہے تا کہ اس کے ساتھ وہ چیز باندھی جائے جس کے لیے اسے زمین میں گاڑا گیا ہے۔ پس اس کا کچھ حصہ زمین کے اندر ہوتا ہے اور کچھ حصہ زمین کے باہر ہوتا ہے۔ پہاڑوں کا وصف یہی بیان کیا گیا ہے کہ یہ میخیں [کھونٹے] ہیں۔ اور ایک دوسرے مقام پر بھی بیان فرمایا ہے کہ پھاڑ کیلیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ مِهٰدًا ۝ وَّالۡجِبَالَ اَوۡتَادًا﴾ [النبا 6.7]

''کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا؛ اور پہاڑوں کو میخیں۔''

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ جَعَلۡنَا فِی الۡاَرۡضِ رَوَاسِیَ اَنۡ تَمِیۡدَ بِهِمۡ وَ جَعَلۡنَا فِیۡهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمۡ یَهۡتَدُوۡنَ﴾ [الأنبیاء 31]

''اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے کہ وہ انھیں ہلا نہ دے اور ہم نے ان میں کشادہ راستے بنا دیے، تا کہ وہ راہ پائیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قدیم دور کے مفسرین نے اس بات کی تاکید و تائید کی ہے کہ پہاڑ زمین کو ٹھہرانے اور ثابت قدم رکھنے کے لیے ہیں۔لیکن اس مفہوم میں نہیں جیسے دور جدید کے علماء نے انکشاف کیا ہے کہ زمین کے کئی طبقات ہیں؛ ان کی انتہاء ایک گوندھے ہوئے مادہ پر ہوتی ہے۔اس کے اوپر زمین کی تہیں ہیں۔جنہیں پہاڑوں نے پھاڑ رکھا ہے۔جس کی وجہ سے زمین پھلنے سے محفوظ ہے۔''ان کی مراد یہ تھی کہ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ زمین اپنی جگہ پر ثابت ہے؛ اوراس میں اضطراب [ہیجانی کیفیت] کے نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

آج کل کے طبیعات کے سائنس دان بھی اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ پہاڑوں کی وجہ سے زمین حرکت او راضطراب سے محفوظ ہے۔لیکن جو اضطراب مفسرین مراد لیتے ہیں؛ طبیعات کے ماہرین سائنس دان وہ اضطراب مراد نہیں لیتے۔اس لیے کہ آیت کے الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ پہاڑ زمین کی حفاظت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔

ذیل قدیم دور کے مفسرین کے کلام سے کچھ مثالیں پیش کی جارہی ہیں:

علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿ وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا ﴾ [النبا ۷] ''اور پہاڑوں کو میخیں۔''

فرمایاہے:''پہاڑ میخیں ہیں کہ زمین تمہیں لیکر حرکت نہ کرے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:''کیا یہ کفار دیکھتے نہیں ہیں کہ ان پر اور باقی تمام مخلوق پر ہماری حجتوں میں سے ایک حجت یہ بھی ہے کہ ہم نے پہاڑوں کو ثابت رکھنے والا بنایا ہے۔یعنی ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے ہیں جو زمین کو استقرار اور ثبات دیتے ہیں۔رواسی راسیہ کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہوتا ہے ثابت۔جیسا کہ حضرت بشر سے روایت ہے؛ وہ یزید سے وہ سعید سے اور وہ قتادہ سے روایت کرتے ہیں: وہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :﴿وَ جَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ ﴾''اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ فرمان کہ: ﴿ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ ﴾ ''کہ وہ انھیں ہلا نہ دے۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:''ہم نے زمین میں پہاڑ اس کے لیے کھونٹے بنائے ہیں؛

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور ہم نے زمین کو قرار بخشا ہے تا کہ وہ لوگوں کو لیے حرکت میں نہ آجائے اور وہ اس کی پشت پر ثابت قدم رہیں۔

جب کہ طبیعات کے سائنس دان اپنی نئی تحقیقات کی روشنی میں ایک نئے نتیجہ تک پہنچے ہیں۔ انہوں نے یہ انکشاف کیا ہے کہ ان پہاڑوں کا ایک بہت بڑا حصہ زمین کے اندر ہے۔ اور کبھی یہ حصہ پہاڑ کا دو تہائی ہوتا ہے۔ اور ان کا کام روئے زمین کو جو کہ اس کا بالائی طبقہ ہے؛ حرکت کرنے سے روک کر رکھے۔''

زمین کی کئی ایک تہیں [طبقات] ہیں۔

ان میں سب سے بالائی تہہ وہ سخت حصہ ہے جس نے زمین کو گھیر رکھا ہے۔ اس کے نیچے ایک اور گارے والی تہہ ہے۔ اس کے نیچے ایک مائع تہہ ہے۔ پھر اس کے نیچے بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

روئے زمین کا یہ ظاہری حصہ کئی براعظموں میں تقسیم ہے۔ جو کہ اس گارے والے لیس دار حصہ کے اوپر واقع ہے۔ اور پہاڑوں نے اس گارے والے مادے کے اوپر زمین کو قرار بخشا ہوا ہے۔ اور پہاڑ اس سطح ارضی کے مادہ میں داخل ہیں؛ اور ان کا ایک حصہ زمین کے اندر اس گوندھے ہوئے مادہ کی گہرائی تک جاتا ہے۔ ان علوم کا انکشاف عصر حاضر کے ماہرین ارضیات نے کیا ہے۔ پس اس سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن میں دی جانے والی معلومات کسی بشر کا کلام نہیں بلکہ بشریت کے خالق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کلام ہے۔''

اس کی مزید تائید آج کل کے ان سائنس دانوں کے کلام سے بھی ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ: یہ کرہ ارضی جس پر ہم رہتے ہیں؛ جو کہ مختلف براعظموں میں تقسیم شدہ ہے؛ اسے مختلف چیزوں نے گھیر کر رکھا ہوا ہے۔ کہیں تو بلند و بالا پہاڑ ہیں اور پھر کہیں پر گہری وادیاں۔ کہیں پر نرم اور سرسبز سرزمین ہے تو کہیں پر سخت صحراء؛ اور یہ تمام آپس میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔

اور کرہ ارضی کا بالائی حصہ اس سیال حصہ کی نسبت سخت ہے جو اس کے نیچے موجود ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیکن اس سیال طبقہ کے دباؤ کے نیچے ایک گوندھا ہوا قوام مادہ ہے۔ اس گوندھی ہوئی شکل کے مادہ پر براعظم آسانی سے پھسل جاتے ہیں۔ جیسا کہ اب انکشاف ہوا ہے کہ براعظم امریکا مسلسل مشرق کی طرف اتنی سرعت سے پھسل رہا ہے کہ اسے سائنسی پیمانوں پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ یہی حال باقی تمام براعظموں کا ہے۔ یہ سارے آپس میں ملے ہوئے تھے؛ پھر ان میں جدائی ہونے کے بعد ایک دوسرے سے دور ہو گئے۔

براعظموں کے مابین اس مجہول الاسباب دوری کے لیے ایک رکاوٹ پہاڑ ہیں۔ یہ پہاڑ جن کی چوٹیاں تو فضاؤں میں بلند ہیں مگر ان کی جڑیں زمین کے اندر انتہائی گہری ہیں۔

خیال یہ ہے کہ پہاڑ جتنے زمین کے اوپر ظاہر ہیں؛ اس سے چار گنا زیادہ لمبائی میں زمین کے اندر گہرائی میں ہیں۔ پہاڑوں کی یہ گہری جڑیں براعظموں کو تیزی سے پھسلنے سے روکتی ہیں۔ براعظم امریکہ اس وقت سالانہ تقریباً ایک میٹر کی رفتار سے مشرق کی طرف پھسل رہا ہے۔ اگر اس میں رکاوٹ ڈالنے والی لمبے لمبے پہاڑوں کیقوت میخوں کی شکل میں موجود نہ ہوتی تو یہ رفتار بڑھ کر سالانہ کئی کلومیٹر تک پہنچ جاتی۔'' [المعجزة القرآنية ٢٢٩]

بعض معاصر مفسرین نے اسی معنی کے گرد اگرد سرگردانی کی ہے؛ اگر وتشبیہ مجاز کی طرف مائل نہ ہوتے تو صحیح معنی تک رسائی حاصل کر لیتے۔

علامہ ابن عاشور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اوتاد وَتِـــدٌ کی جمع ہے۔ (واؤ پر زبر اور تاء کے نیچے زیر)۔ اس سخت کھونٹے [یا لکڑی] کو کہتے ہیں جس کا نچلا حصہ بالائی حصہ کی نسبت زیادہ گہرا ہو۔ اسے خیمہ کی طنابیں کسنے کے لیے زمین میں گاڑا جاتا ہے۔ خیمے کی وسعت کے حساب سے اس میں کئی طنابیں ہوتی ہیں۔ پہاڑوں کے متعلق یہ بتایا جانا کہ یہ کھونٹے ہیں؛ یہ انتہائی بلیغ تشبیہ ہے۔ یعنی پہاڑ ان کھونٹوں کی طرح ہیں۔''

اور یہاں پر پہاڑوں کا ذکر کرنے کی وجہ اصل میں زمین کا تذکرہ تھا جسے بچھونے سے تشبیہ دی گئی ہے؛ جو گھر کے اندر ہوتا ہے۔ پس جب بچھونے کا تذکرہ آنے سے ذہن میں گھر کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خیال آ سکتا تھا؛ کیونکہ زمین کو رہنے کے اعتبار سے گھر سے تشبیہ دی گئی ہے؛ تو زمین میں موجود پہاڑوں کو گھر کے کھونٹوں سے تشبیہ دی۔ تاکہ زمین کا پہاڑوں کے ساتھ مل کر گھر [خیمہ] اور اس کے کھونٹوں کا تصور مکمل ہو جائے۔

مزید برآں اس میں کوئی شک نہیں کہ دور دراز میں پہاڑوں کی کثرت سے کبھی زمین میں یہ خیال آ سکتا ہے کہ یہ پہاڑ زمین کو بچھونا تعبیر کرنے کے ساتھ مناسب نہیں ہو سکتے۔ پس یہاں پر تشبیہ ایک حسن اعتذار کی تلمیح ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ پہاڑوں کی تشبیہ کھونٹوں کے ساتھ محض ایک تخیلاتی تصویر ہو۔

اور یہ بھی جائز ہے کہ پہاڑوں کو خیمے کے کھونٹوں سے تشبیہ دی گئی ہو؛ کیونکہ کھونٹے خیمہ کو مضبوطی سے پکڑ رکھتے ہیں؛ ہوا میں اسے گرنے نہیں دیتے؛ اور نہ ہی اسے اپنی جگہ سے ہلنے دیتے ہیں۔ تو اس صورت میں زمین میں پہاڑوں کے پیدا کرنے میں حکمت یہ ہوگی کہ زمین کو اس کرہ ہوائی میں تیرنے [حرکت کرنے] سے روکا جائے۔ اس لیے کہ کرہ ارضی پر اونچے اونچے پہاڑوں کا وجود کرّہ ہوائی کے اس زور کو توڑتا ہے جس نے زمین کو گھیر رکھا ہے۔ اور اس طرح سے کرہ ارضی کی حرکت کی تیزی میں کمی آتی ہے۔'' [التحریر والتنویر 1/ 4687]

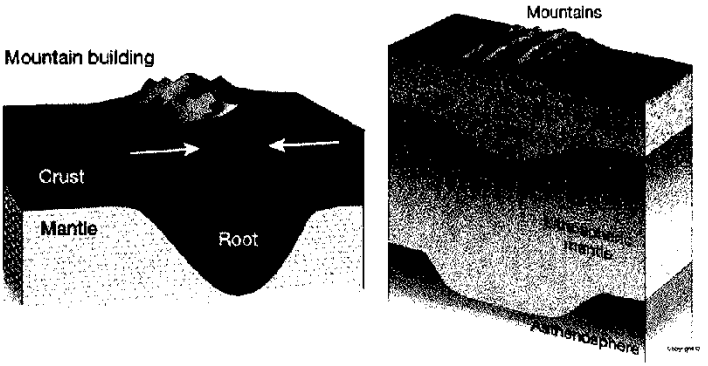

اس تصویر میں پہاڑوں کو دیکھایا گیا ہے؛ ان کا نچلا حصہ جو کہ زمین کے اندر ہے وہ زمین کے اوپر ظاہری حصہ سے کہیں بہت زیادہ لمبا ہے۔ یوں ان کی تشبیہ کھونٹوں سے ہو جاتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے جن کا اکثر حصہ زمین کے اندر ہوتا ہے؛ اور ایک تھوڑا سا بالائی حصہ سطح زمین کے اوپر باقی رہتا ہے۔''

دسویں مثال: سمندر اور قرآن کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَوْ كَظُلُمَاتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ﴾ [النور 40]

''یا ان اندھیروں کی طرح جو گہرے سمندر میں ہوں، جسے موج ڈھانپ رہی ہو، اس کے اوپر اور موج ہو، اس کے اوپر بادل ہو، کئی اندھیرے بعض بعض کے اوپر ہوں، جب اپنا ہاتھ نکالے تو اسے دیکھ نہ سکے اور وہ شخص جس کے لیے اللہ کوئی نور نہ بنائے تو اس کے لیے کوئی بھی نور نہیں۔''

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یہ دوسری ضرب المثل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کفار کے اعمال کے لیے بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''ان کفار کے اعمال کی مثال جو خطاء؛ فساد؛ حیرت اور گمراہی اور اندھیرے پن میں راہ ہدایت سے دور رہ کر بجالائے گئے ہیں؛ اس گہرے سمندر کی طرح ہے۔'' یہاں پر سمندر کا وصف گہرا ہونا بیان کیا گیا ہے؛ جس میں بہت زیادہ پانی ہو؛ اور اسے سمندر کی موجیں ڈھانپ رہی ہوں؛ اس موج کے اوپر ایک دوسری موج اسے بھی ڈھانپ رہی ہو۔ اور اس کے دوسری موج کے اوپر بادل ہوں جنہوں نے اسے ڈھانک رکھا ہو۔ پس ان اندھیروں کو کفار کے اعمال کے لیے ایک مثل کے طور استعمال کیا گیا ہے۔ گہرا سمندر کافر کے دل کے لیے بطور مثل کے بیان ہوا ہے۔

فرمایا جارہا ہے: ''اس نے ایسے دل سے عمل کی نیت کی جو جہالت میں گھرا ہوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے؛ اس پر مستزاد گمراہی اور سرگردانگی کا اندھیرا؛ جیسے اس گہرے سمندر کو موجوں نے گھیر رکھا ہو۔اوراس کے اوپر بادل ہوں۔ یہی حال اس کافر کے دل کا ہے جس کے اعمال کی مثال ان اندھیروں سے بیان کی گئی ہے؛اسے اللہ تعالیٰ سے جہالت نے ڈھانک رکھا ہے۔اوراس کے دل پر مہر لگا دی ہے؛ اسے اللہ تعالیٰ کے بارے میں کوئی عقل اور سمجھ نہیں ہے۔اس کے کانوں پر پردے ہیں وہ اللہ تعالیٰکے مواعظ سنتا ہی نہیں۔اوراس کی آنکھوں پر پردہ ہے؛ وہ اللہ تعالیٰکی نشانیوں کو دیکھ کر عبرت حاصل نہیں کرتا۔ یہ اندھیرے ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔''

[التفسیر الطبری 9/ 335]

آیت کریمہ میں اس بات کی تائید اور بیان ہے کہ گہرے سمندروں میں موجوں کے دو طبقات ہوتے ہیں۔لوگ تو صرف ان موجوں کا مشاہدہ کرتے تھے جو سطح سمندر کے اوپر ہوتی ہیں۔ جب کہ سمندر کی گہرائی میں پائی جانے والی موجوں کا انکشاف سترھویں صدی عیسوی میں ہوا۔ جب اسکاٹ لینڈ کے بعض غوطہ غوروں نے اس چیز کا بغور مشاہدہ کیا۔'' [البحر المحیط بنا]

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔ بلکہ یہ انسانوں کے خالق کا کلام ہے؛ جس نے ہر چیز کو پیدا کیا؛ اور اسے ہر چیز کے بارے میں معلومات ہیں۔

گیارھویں مثال: درختوں کے پتے غذائی کارخانہ:

قرآن کریم نے اس جانب اشارہ کیا ہے کہ درختوں کے پتے پھلوں اور فصلوں کے لیے غذا کے کارخانے ہوتے ہیں۔اوراگر ہم درختوں کی نشو ونما کے عمل پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ اس کے کئی ایک مراحل ہوتے ہیں:

۱۔ مٹی سے کونپل کا نکلنا

۲۔ اس کونپل سے ٹہنیوں اور شاخوں کا نکلنا

۳۔ ٹہنیوں سے سرسبز پتوں کا نکلنا

۴۔ پھر آخر میں دانوں یا پھلوں کا نکلنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۵۔ یہ پھل یا دانے پک کر تیار ہو جاتے ہیں؛ تو اکثر درختوں/ پودوں کو دیکھا جاتا ہے کہ ان کے سرسبز پتے رنگ بدل کر پیلا ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد خشک ہو کر گر جاتے ہیں۔ پس پھل اس وقت تک نہیں لگتے جب تک سبز پتے نہ نکل آئیں۔

آج کی سائنس ثابت کرتی ہے کہ یہ سبز پتے پھلوں اور دانوں کے غذا کے لیے کار خانوں کا کام کرتے ہیں۔ جن کی وجہ سے پھل اور فصلیں پک کر تیار ہو جاتے ہیں۔

اس حقیقت تک رسائی آج کے اس دور میں لمبی تحقیق اور تجربات کے بعد ہوئی ہے۔ اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے؛ بشر کا کلام نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ یَنْعِهٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴾ [الانعام 99]

''اور وہی جس نے آسمانوں سے پانی اتارا تو ہم نے اس کیساتھ ہر چیز کی انگوری نکالی، پھر ہم نے اس سے سبز کھیتی نکالی، جس سے تہ بہ تہ دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں کے گابھے میں سے جھکے ہوئے خوشے ہیں اور انگوروں اور زیتون اور انار کے باغات ملتے جلتے اور نہ ملنے جلنے والے۔ اس کے پھل کی طرف دیکھو جب وہ پھل لائے اور اس کے پکنے کی طرف۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔''

آیت کریمہ کا معنی: اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اسی نے آسمانوں سے بارش نازل کی؛ اور اس سے نباتات کو سیراب کیا؛ جس سے اس کی ٹہنی اوپر کی جانب ظاہر ہوئی۔ پھر اس تنے سے سرسبز پتے نکلے۔ اس سبز پتے سے دانوں کے خوشے تیار ہوئے۔ اس باریک بینی کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ساتھ نشو ونما کے مراحل کی ترتیب کا بیان؛ اوران میں سے ہر ایک مرحلہ کا اپنے سے ماقبل کے ساتھ ربط ؛ اور پھر سبزہ اور پھلوں اور فصلوں کے مابین ربط وتعلق کی طرف اشارہ ؛ اوراب آج کے ماہرین کا اس بات کا اعتراف ؛ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کلام کسی بشر کا کلام نہیں؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

قدیم دور کے مفسرین نے بھی اس آیت مبارکہ کی تفسیر اس کے ظاہری الفاظ کے مطابق کی ہے جو کہ آج کے سائنسی انکشافات سے متصادم نہیں؛[بلکہ ان میں موافقت ہے]۔

علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی کہ:

﴿ نُّخۡرِجُ مِنۡهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ﴾ [الانعام 99]

''جس سے ہم تہ بہ تہ چڑھے دانے نکالتے ہیں۔''

یعنی اس سبزہ سے خوشہ/ بالی نکالتے ہیں؛ جس میں دانے ایک دوسرے پر تہہ بہ تہہ چڑھے ہوتے ہیں۔اس کی اصل سرسبز ٹہنی ہے؛ خوشہ اس کے اوپر آتا ہے۔ اور پھر اس میں دانے ایک دوسرے پر تہ کی شکل میں موجود ہوتے ہیں''

[تفسیر 13/89]

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی کہ:

﴿ فَأَخۡرَجۡنَا مِنۡهُ خَضِرًا ﴾ [الانعام 99]

''پھر ہم نے اس سے سبزہ نکالا۔''

امام اخفش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مراد ہریالی ہے۔''ہریالی تازہ سبزی کے لیے بھی بولا جاتا ہے جو ان ٹہنیوں پر پیدا ہوتی ہے جو دانے سے نکلتی ہیں۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد: گندم؛ جو؛مکئی چاول اور دوسری ساری فصلیں ہیں۔

﴿ نُّخۡرِجُ مِنۡهُ حَبًّا ﴾''جس سے ہم دانے نکالتے ہیں''یہ جملہ''خضراً'' کی صفت واقع ہورہا ہے۔یعنی ہم سبز ٹہنیوں سے نکالتے ہیں﴿ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ﴾''تہ بہ تہ چڑھے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دانے۔'' یعنی ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے جیسے بالی میں ہوتے ہیں۔''

[فتح القدیر 2/208]

بارھویں مثال: جوڑے مخلوقات کی اساس

انسان؛ حیوان؛ پرندے؛ دوسری زندہ چیزیں؛ درخت؛ نباتات؛ جمادات؛ اور پانی..... اور شعاعیں؛ ان تمام کے بارے میں سائنس نے یہ ثابت کیا ہے کہ ان کی اصل جوڑے سے ہے یعنی دو متقابل چیزوں کے ملاپ سے انہیں وجود اور تکمیل ملتی ہے۔ اس حقیقت کا بیان قرآن کریم نے بہت پہلے سے کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ [الذاریات 49]

''اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑے بنائے تا کہ تم نصیحت پکڑو۔''

علامہ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ﴾ [الذاریات 49]

''اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑے بنائے۔'' یعنی ساری کی ساری مخلوقات جوڑوں کی شکل میں ہے؛ آسمان اور زمین؛ رات اور دن؛ شمس و قمر؛ بحر و بر؛ روشنی اور اندھیرا؛ ایمان اور کفر؛ زندگی اور موت؛ نیک بختی اور بدبختی؛ جنت اور جہنم۔ حتی کہ حیوانات اور نباتات؛ جن و انس؛ نر اور مادہ؛ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ [الذاریات 49] ''تا کہ تم نصیحت پکڑو۔''

یعنی تم جان لو کہ ان کا خالق ہی وحدہ لاشریک ہے۔'' [تفسیر ابن کثیر 4/303]

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''تمام مخلوقات جوڑے ہیں۔ لیکن یہاں پر مثال میں وہی چیزیں بیان ہوئی ہیں جو اس وقت میں معروف تھیں۔''

لیکن آیت کے الفاظ کی دلالت اس کے مفہوم و معانی کے اعتبار سے اس سے بہت زیادہ وسیع ہے جو امام رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آیت بتارہی ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ خبر دے رہیں کہ انہوں نے کائنات کی ہر ایک چیز کو جوڑوں کی شکل میں پیدا کیا ہے۔اس میں تمام زندہ؛ ذی حیات؛ جمادات اور برقی چیزوں تک شامل ہیں جن کی معرفت بشریت کو حاصل ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

آج کے دور میں بشری علوم کی رسائی یہاں تک ہوئی کہ ایک امریکی سائنس دان کارل انڈرسون نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ: ''.....حتی کہ شعاعیں بھی مختلف اجزاء سے بنتی ہیں۔''

ایک انگریز ریاضی دان سائنس دان ''بول ڈیراک'' نے 1928ء میں یہ انکشاف کیا ہے کہ: '' کائنات کے ذرات بھی دو مختلف چیزوں سے مل کر وجود پاتے ہیں۔''

پھر ان کے بعد دو انگریز سائنس دان آئے؛ جنہوں نے ان سابقہ تحقیقات اور انکشافات کو جمع کیا؛ اور ان کی تحقیق کی رسائی بھی سابقہ تحقیق کی تائید وحمایت تک ہی پہنچی کہ مادہ اور شعاعیں وغیرہ سب ہی جوڑوں کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں۔'' [کتاب: المعجزة القرآنیه 244]

قرآن نے پہلے سے ہی یہ بات بیان کردی ہے کہ تمام موجودات کی بنیاد جوڑوں کی اساس پر قائم ہوتی ہے۔ یہ وہی باتیں ہیں جن تک سائنس کی رسائی آج ہوئی ہے۔

حتی کہ اگر برقی لہروں کو دیکھا جائے تو اس میں بھی دو قسم کی لائنیں ہوتی ہیں۔ایک منفی اور دوسری مثبت ۔ جب یہ دونوں آپس میں ملتی ہیں تو ان کے نتیجہ میں روشنی یا قوت پیدا ہوتی ہے۔بس یہی عالم ہے کہ جیسے انسانی علوم ترقی کرتے جاتے ہیں تو یہ ثابت ہوتا جاتا ہے کہ قرآن کریم کسی بشر کا کلام نہیں بلکہ بشریت کے خالق کا کلام ہے۔

تیرھویں مثال: شمسی اور قمری کلینڈر کا فرق؛ قرآنی اشارہ

جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اصحاب کہف کا ذکر کیا ہے-اصحاب کہف وہ نوجوان تھے جو ایک کافر معاشرہ سے اپنے دین وایمان کی حفاظت کی خاطر بھاگ گئے تھے۔اور پھر یہ ایک غار میں داخل ہوکر سو گئے۔ایک لمبا زمانہ سوئے رہے۔ان کا کتا بھی ان کے ساتھ تھا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور ارادہ سے ہی ہوا۔ پھر یہ لوگ جس نسل کے عہد میں تھے؛ وہ ہلاک ہو گئے۔ان کے بعد دوسری نسلیں آگئیں۔انہیں زندگی کے بارے میں کچھ بھی علم نہیں تھا-۔ پھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو زندہ کر دیا۔..... یہ ایک لمبا واقعہ ہے۔

اس قصہ میں اس عرصہ کا تعین ہے جتنا زمانہ یہ لوگ نیند کی حالت میں پڑے رہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ وہ تین سو سال تک اسی حالت میں رہے؛ اس پر نو سال زیادہ کر لیں۔ اگر اس کی باریک بینی سے جانچ پرکھ کی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں دو قسم کے زمانے بیان کیے ہیں:

اول:..... شمسی سالوں کے حساب سے

دوم:..... قمری سالوں کے حساب سے

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر شمسی سو سال پر قمری سالوں کے اعتبار سے تین سال مزید بڑھ جاتے ہیں۔ تو تین سو سالوں پر نو سال بڑھ گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَ ازْدَادُوْا تِسْعًا﴾ [الكهف 25]

''اور وہ اپنے غار میں تین سو سال رکے رہے اور نو سال زیادہ رہے۔''

اہل عرب صرف قمری حساب سے سالوں کی گنتی جانتے تھے؛ اس لیے کہ اس وقت کے عرب ان پڑھ لوگ تھے۔ نہ ہی لکھتے تھے؛ نہ ہی پڑھتے تھے۔ ان کے معاشرہ میں شمسی سال کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ تو پھر ان تاریخوں کے مابین فرق کو نہ جاننا زیادہ اولی ہے۔''

[المنهج الايماني للدراسات الكونية فى القرآن الكريم 163 .]

یہ ان دونوں اقسام کی تواریخ (کلینڈر) کی طرف انتہائی دقیق اشارہ ہے؛ جو اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''نقاش نے کہا ہے: اس کا یہ معنی نہیں کہ وہ دِنوں کے حساب سے تین سو شمسی سال ٹھہرے رہے۔ کیونکہ جب یہاں عربی نبی ﷺ کو خبر دی جا رہی ہے؛ تو نو (9) کا ذکر کیا گیا ہے۔ تو آپ کے نزدیک سنین سے بھی قمری سال ہی سمجھے گئے اور یہ زیادتی وہ ہے جو دو حسابوں شمسی اور قمری سالوں کے درمیان واقع ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح غزنوی نے ذکر کیا ہے، یعنی شمسی سال اور قمری سال کے اختلاف کے سبب کیونکہ ہر تینتیس سال میں ایک سال کا فرق بنتا ہے پس تین سو سال میں نو سال کا فرق ہو جائے گا۔'' [تفسیر القرطبی 10/ 335]

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مدت کی خبر دیتے ہیں، جو اصحاب کہف نے اپنے سونے کے زمانے میں گزاری؛ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں سلایا؛ اس وقت سے لیکر اللہ تعالیٰ کے ان کو بیدار کرنے تک۔ جب اس زمانے کے لوگوں نے ان نوجوانوں کو پالیا؛ وہ مدت سورج کے حساب سے تین سو سال کی تھی اور چاند کے حساب سے تین سو نو سال کی تھے۔ فی الواقع شمسی اور قمری سال میں سو سال پر تین سال کا فرق پڑتا ہے، اسی لیے تین سو الگ بیان کر کے پھر نو الگ بیان کیے۔'' [تفسیر ابن کثیر ۳/ ۱۰۹]

علامہ ابن عاشور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ان کے اس [غار میں] ٹھہرنے کے عرصہ کا اندازہ لگائیں تو اسے تین سو سالوں سے تعبیر کر کے اس پر نو سال زیادہ کیے گئے ہیں۔ تاکہ اس سے پتہ چل جائے کہ قمری حساب سے تاریخ اہل عرب اور اسلام کے لیے مناسب ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ اشارہ بھی کر دیا ہے کہ شمسی کلینڈر کے حساب سے یہ کتنا عرصہ بنے گا۔ جو کہ ان لوگوں کے ہاں تاریخ کا حساب ہے جو اہل کتاب ہیں؛ انہی میں سے اہل کہف بھی تھے؛ یہ لوگ بلاد روم سے تعلق رکھتے تھے۔''

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے روض الانف میں فرمایا ہے: ''نصاریٰ اہل کہف کے واقعہ کو جانتے تھے؛ اور اس حساب سے تاریخ لکھا کرتے تھے۔''

- دوبارہ علامہ ابن عاشور رحمۃ اللہ علیہ کا کلام - ''اور وہ یہود جنہوں نے قریش کو سوالات سدھائے تھے؛ وہ مہینوں کی تاریخ قمری سال کے حساب لکھتے تھے؛ جب کہ سالوں کا حساب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شمسی اعتبار سے کرتے تھے۔ شمسی اور قمری سالوں میں ہر تینتیس سال کے بعد ایک سال کا فرق آجاتا ہے۔ یعنی ایک قمری سال بڑھ جاتا ہے۔ ابن عطیہ نے مفسر نقاش سے ایسے ہی نقل کیا ہے۔'' [التحریر والتنویر 1/ 3535]

یہ خبر نبی کریم ﷺ کی نبوت کے بڑے معجزات میں سے ایک ہے۔ اور آپ کی صحت نبوت پر دلالت کرنے والے صحیح دلائل کی پہلی قسم سے تعلق رکھتی ہے۔

دوسری قسم:..... دلائل نبوت؛ سابقہ کتب کی مبشرات

قرآن کریم نے یہ تاکیدی اظہار کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ذکر تورات اور انجیل میں وارد ہوا ہے۔ اور اہل کتاب کے علماء اس بات کو بہت اچھی سے جانتے ہیں۔ اور یہود مدینہ نبی کریم ﷺ کے قدوم کے ذریعہ سے مدینہ پر فتح حاصل ہونے کی دعا کیا کرتے تھے۔

یہود و نصاری کی معتمد کتابوں کا مطالعہ اور نظر ثانی کی جائے تو ان میں تحریف و تبدیلی کے باوجود ایسی نصوص مل جاتی ہیں جو نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی نبوت کی خبر دیتی ہیں۔

تورات اور انجیل اور ان کے ساتھ دیگر معتمد کتب؛ جو کہ اہل کتاب کے ہاں پائی جاتی ہیں؛ اور انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والے انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے؛ ان میں کئی ایک بشارات پائی جاتی ہیں۔

ایسے ہی دوسرے ادیان کی کتابوں میں اس سے زیادہ صریح اور واضح نصوص پائی جاتی ہیں جو کہ ہمارے نبی محمد ﷺ کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

ذیل میں ہم چند ایسی ہی نصوص ذکر کرتے ہیں جو کہ قرآن میں بھی وارد ہوئی ہیں اور سابقہ کتابوں میں بھی ان نصوص میں نبی کریم ﷺ کی بشارت موجود ہے۔

اول:..... قرآن میں سابقہ کتابوں میں مبشرات کا ذکر

أ:..... نبی کریم ﷺ کے نام کے ساتھ بشارت:

قرآن میں وارد کئی آیات سے اس بات کی تاکید و تائید ہوتی ہے کہ سابقہ کتابوں میں اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نبی کا نام ''احمد'' اور ''محمد'' ﷺ وارد ہوا ہے اور اہل کتاب یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں۔

اور یہ کہ بہت سارے سابقہ ادیان کے ماننے والے اس نبی کی آمد کے منتظر تھے۔ جیسا کہ قرآن کریم نے خود اس بارے میں خبر دی ہے۔ اور یہ خبر مدینہ میں اہل یہود کے علماء نے بھی سنی جن میں یہ قرآن نازل ہوا۔ لیکن ان میں سے کوئی ایک اس کا انکار نہیں کر سکا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

[الأعراف 157]

''جو رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا پاتے ہیں وہ ان کو نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے اور گندی چیزیں ان پر حرام کرتے ہیں اور ان پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں۔ سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور ان کی حمایت اور مدد کی اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے، یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ آپ کا نام ان کے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ہے۔ لیکن یہود و نصاریٰ میں سے کوئی ایک بھی اس کا انکار نہیں کر سکا۔ بلکہ ان کے بہت سارے علماء نے اسلام قبول کیا ہے۔ اگر انہیں اس خبر کے درست ہونے کا یقین نہ ہوتا تو وہ کبھی اسلام قبول نہ کرتے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَ اِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴾

[الصف ٦]

''اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل! بلاشبہ میں تمھاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اپنے سے پہلے تورات کی تصدیق کرنے؛ اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں، جو میرے بعد آئے گا، اس کا نام احمد ہے۔ پھر جب وہ ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آیا تو انھوں نے کہا یہ کھلا جادو ہے۔''

یہاں پر اللہ تعالیٰ خبر دے رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایسے رسول کی بشارت دی تھی جو ان کے بعد آئے گا؛ اور اس کا نام احمد ہوگا۔

آگے چل کر عنقریب ان نصوص کا ذکر کیا جائے گا جو سابقہ ادیان کی کتابوں میں موجود ہیں؛ اور ان میں ابھی تک یہ بشارتیں موجود ہیں۔

ب:.....صفاتِ امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا (28) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا (29) ﴾ [الفتح 28۔29]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔محمد اللہ کے رسول ہیں اور آپ کے ساتھی کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں، آپ انھیں رکوع اور سجدہ کی حالت دیکھیں گے؛ وہ اپنے رب کا فضل اور رضا مندی ڈھونڈتے ہیں، ان کی شناخت ان کے چہروں میں سجدوں کے نشانات ہیں۔ان کا یہ وصف تورات میں ہے؛ اور انجیل میں ان کی مثال اس کھیتی کی ہے جس نے کونپل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا، پھر موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوکر کاشتکار کو خوش کرتی ہے، تاکہ وہ ان کے ذریعہ کافروں کو غصہ دلائے، جو ایمان لائے؛ اور نیک اعمال کیے؛ اللہ نے ان سے بخشش اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔''

ان آیات میں اس نئے رسول ﷺ کی امت کی صفات کا بیان ہورہی ہیں جو ان سابقہ کتابوں میں موجود ہیں۔

ج:.....علمائے اہل کتاب اور صدق نبوت محمد ﷺ کے متعلق ان کا علم:

علمائے اہل کتاب جانتے تھے کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۭ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ [البقرۃ 146]

''جنھیں ہم نے کتاب دی، اسے پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور بے شک ان میں سے کچھ لوگ یقیناً حق کو چھپاتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اس نئے نبی کی حقیقی معرفت کے متعلق خبر دی ہے کہ یہود و نصاریٰ انہیں اپنے بیٹوں کی طرح جانتے ہیں۔مگر ان میں سے کوئی ایک بھی اس بات کا انکار نہیں کرسکا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

د:..... یہودِ عرب کا اوس وخزرج کو اس جگہ پر نئے نبی کی آمد کی خبر دینا:

اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر بھی دی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل یہودی اہل مدینہ کے ساتھ اس قسم کی باتیں کیا کرتے تھے اور یہی بات اہل مدینہ کے جلدی سے اسلام قبول کر لینے کا ایک بڑا سبب بنی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ لَمَّا جَآءَ هُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَ هُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ [البقرة 89]

''اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب آئی جو ان کے پاس کو سچ بتاتی ہے؛ وہ قبل ازیں کافروں پر فتح طلب کیا کرتے تھے، پھر جب ان کے پاس وہ چیز آ گئی جسے انھوں نے پہچان لیا تو انھوں نے اس کا کفر کیا، سو کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔''

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''بیشک یہود رسول اللہ ﷺ کے مبعوث ہونے سے قبل آپ کے ذریعہ سے اوس وخزرج پر فتح کی دعا مانگا کرتے تھے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اہل عرب میں مبعوث کیا تو وہ کفر کرنے لگ گئے۔ اور اس بارے میں جو کچھ کہا کرتے تھے اس کا انکار کرنے لگ گئے۔ تو بنو سلمہ کے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت بشر بن البراء بن معرور رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا:

''اے گروہ یہود! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اسلام قبول کر لو۔ یقیناً تم ہی تو وہ لوگ تھے جو محمد ﷺ کے ذریعہ سے فتح کی دعائیں کیا کرتے تھے؛ اس وقت ہم مشرک تھے۔ اور تم ہمیں بتایا کرتے تھے کہ ایسا نبی یقیناً مبعوث ہونے والا ہے۔ اور تم لوگ ان کے اوصاف ہمارے سامنے بیان کیا کرتے تھے۔

تو بنو نضیر کے سلام بن مشکم نے کہا: '' آپ کوئی ایسی چیز نہیں لے کر جسے ہم جانتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوں۔ اور نہ ہی آپ وہ نبی ہیں جس کا ہم آپ لوگوں سے ذکر کیا کرتے تھے۔ تو پھر اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿وَ لَمَّا جَآءَ هُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَ هُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ [البقرۃ 89]

''اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب آئی جو ان کے پاس کو سچ بتاتی ہے؛ وہ قبل ازیں کافروں پر فتح طلب کیا کرتے تھے، پھر جب ان کے پاس وہ چیز آ گئی جسے انھوں نے پہچان لیا تو انھوں نے اس کا کفر کیا، سو کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔''

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اس آیت کی شان نزول میں کئی اقوال ہیں۔ ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے اور قرآن کے نازل ہونے سے پہلے آپ کے ذریعہ سے فتح ونصرت کی دعا کیا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے:

''اے اللہ ہمیں نبی امی کے ذریعہ سے ان پر فتح ونصرت عطا فرما۔''

دوسرا قول یہ ہے کہ: یہود جنگ کے وقت اپنے مخالفین سے کہا کرتے تھے: ایک نبی آنے والا ہے؛ اور اس کا زمانہ سایہ فگن ہو چکا ہے؛ اس کے ساتھ مل کر ہمیں تم پر فتح حاصل ہوگی۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

تیسرا قول: عرب ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش کے بارے میں پوچھا کرتے تھے؛ تو وہ آپ کی صفات بیان کرتے کہ وہ ایسا ایسا نبی ہوگا۔ اور آپ کے ذریعہ سے مشرکین عرب پر فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ [یہ ابو مسلم کی روایت ہے]

چوتھا قول: یہ آیت بنو قریظہ اور بنو نضیر کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ رسول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل آپ کے وسیلہ سے اوس اور خزرج پر فتح کی دعا مانگا کرتے تھے۔ [یہ حضرت ابن عباس؛ قتادہ اور سدی رحمہم اللہ کا قول ہے]

پانچواں قول: یہ آیت علمائے یہود کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب وہ تورات میں نبی کریم ﷺ کی مواصفات پڑھتے؛ اور آپ کی نشانیاں یاد کرتے؛ کہ آپ عنقریب مبعوث ہونے والے ہیں اور یہ کہ آپ عرب میں سے ہوں گے تو وہ مشرکین عرب سے اس بارے میں سوال کیا کرتے تھے کہ کیا ان میں ان صفات کا حال بچہ پیدا ہوا ہے؛ تاکہ انہیں پتہ چل جائے کہ ان صفات والا بچہ پیدا ہو گیا جو آخری نبی کی صفات ہیں۔'' [تفسیر الرازی 3/175]

یہ بعض وہ آیات تھیں جن میں اس بات کی تاکید و تائید ہے کہ اہل کتاب یہ بات اچھی طرح سے جانتے تھے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور یہ علم ان نصوص کی تصدیق کی روشنی میں تھا جو سابقہ کتابوں میں وارد ہوئی ہیں۔

ان کا بیان آگے بھی آئے گا؛ ان شاء اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوم: سابقہ کتابیں

اُ۔تورات

تورات کے سفر تکوین اصحاح نمبر 17 فقرہ نمبر (18۔21) میں یہ بشارت وارد ہوئی ہے:

''اور اسماعیل کے بارے میں ہم نے آپ کی گزارش سن لی ہے۔ ہاں میں اس میں برکت دوں گا؛ اور اسے پھلدار بناؤں گا اور سے بہت زیادہ بڑھاؤں گا۔''

یہ ایک واضح ترین خوشخبری ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دی جارہی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں برکت دی جائے گی اور انہیں بہت بڑی امت بنایا جائے گا۔ اور یہ بشارت اس وقت تک درست نہیں ہوسکتی جب تک ان میں ایک ایمان والی امت پیدا نہ ہو جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں ہے کہ آپ نے [تعمیر کعبہ کے وقت] اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں نبی مبعوث کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (۱۲۷) رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (۱۲۸) رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ یُزَكِّیْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (۱۲۹)﴾ [البقرۃ 127۔ 129]

''جب ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور دعا کر رہے تھے: ہمارے رب! ہم سے قبول فرما بیشک آپ سمیع و علیم ہیں۔ ہمارے رب! ہمیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اپنا تابعدار بنالے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت کو اپنی تابعدار رکھ اور ہمیں اپنی عبادتیں سکھا؛ اور ہماری توبہ قبول فرما، آپ توبہ قبول کرنے مہربان ہیں۔ ہمارے رب! ان میں رسول بھیج جو انہی میں سے ہو؛ وہ ان پر آپ کی آیتیں پڑھے انہیں کتاب وحکمت سکھائے اور انہیں پاک کرے یقیناً آپ غالب حکمت والے ہیں۔''

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں آپ کے بعد ہمارے نبی کریم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی دوسرا مبعوث نہیں ہوا۔

پس یہ انتہائی ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسے نبی کو مبعوث فرمائیں جو انہیں امور دین سکھائے؛ اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی جانب سے دی جانے والی بشارت پوری ہو۔ پس اس نسل میں مبعوث ہونے والے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔

کتاب ''الافحام'' کا مصنف ایک یہودی تھا؛ پھر وہ مسلمان ہوگیا؛ اس نے اپنی اس کتاب میں نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو استدلال پیش کیا ہے؛ اس میں وہ کہتا ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تورات میں مخاطب کیا ہے؛ اور ان سے فرمایا ہے:

''اور اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں آپ کی دعا قبول کر لی گئی ہے۔ اور یقیناً میں نے اس میں برکت دی ہے اور اسے پھلدار بنایا اور بہت زیادہ بہت زیادہ بڑھایا ہے۔'' اور ایک روایت کے الفاظ میں صرف ''جداً جداً'' یعنی زیادہ سے زیادہ'' کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ وہ زبان جس میں تورات نازل ہوئی ہے؛ اس میں جداً جداً کا معنی ہے ''ماد ماد'' اور حروف ابجد کے اعتبار سے ان کا وہی عدد بنتا ہے جو لفظ ''محمد'' کا عدد ہے۔ اور یہ عدد ہے 92۔

سامری یہودیوں کے ایک نسخہ میں بعض علمائے یہود سے اس کی تفسیر میں یہ حاشیہ منقول ہے کہ اس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر احمد زکی پاشا نے قاہرہ سے جاری ہونے والے ایک میگزین ''البلاغ'' میں شمارہ نمبر 21 اگست 1933ء؛ میں لکھا ہے کہ اسے 1913ء میں تورات کا ایک نسخہ ملا جو کہ یہودیوں کے سامری فرقہ کے ایک عالم شبلی سامری کے پاس تھا۔ یہ نسخہ تورات کے قدیم ترین نسخوں سے نقل کیا گیا ہے؛ اور یہ فرقہ آج تک اس کی حفاظت کرتا چلا آیا ہے۔

پروفیسر صاحب کہتے ہیں: ''یہ نسخہ ایسی زبان میں لکھا ہوا تھا جسے میں سمجھ نہیں سکتا تھا۔ تو میں نے اپنے دوست نورالدین صدیقی کو وصیت کی کہ یہ نسخہ خرید لیا جائے۔ میں اپنے فلسطین کے سفر کے دوران میں کوہ حرزیم بھی گیا؛ یہ وہ پہاڑ ہے جس کی سامری یہودی تقدیس کرتے ہیں۔ میں اور میرا یہ ساتھی اور سامری یہودیوں کا ایک گروہ وہاں پر جمع ہو گیا۔ ان لوگوں کے ساتھ میرے کئی ایک مباحثے ہوئے؛ خصوصاً ان کے بڑے راہب اسحٰق بن عمران کے ساتھ۔

اور پھر انہوں نے بیان کیا کہ جو عربی زبان میں مترجم تورات میں نے خریدی تھی؛ وہ صرف ایک ہی جلد تھی جس کے چھوٹے کے حجم کے 615 صفحات تھے۔ اس میں تورات کے پہلے پانچ اسفار نہیں پائے جاتے تھے۔.....آگے چل کر وہ کہتے ہیں.....:

> ''اس کتاب کے تمام صفحات عربی زبان میں لکھے ہوئے تھے۔ جس میں کہیں کہیں سامرانی زبان کی کتابت بھی پائی جاتی تھی۔ اور جو عبارات سامرائی زبان میں لکھی ہوئی تھیں وہ ایسی عبارات تھیں جن سے سامرائی فرقہ کی کچھ خاص اسرار و رموز کی باتوں تک پہنچا جا سکتا تھا۔ لیکن تورات کا عربی زبان میں ترجمہ کرنے والے کا ارادہ یہ تھا کہ ان راز کی باتوں کو عربی زبان میں نہ نقل کیا جائے؛ بلکہ انہیں ویسے کا ویسے ہی سامری زبان میں رہنے دیا جائے۔ ان عبارات میں سے ایک جملہ سترھویں باب کے آخر میں پایا جاتا ہے؛ اس کتاب کے صفحہ نمبر 39 پر یہ جملہ ہے۔ یہ بڑے سامری اور کاہن نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے؛ اور اس کی عبارت کو یوں ترتیب دیا ہے:

92

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بماد ماد(محمد)

أی : جداً جداً

لجوی جدول: یعنی بہت بڑی قوم۔

یعنی محمد (92)۔

پھر اس کے نیچے اس نے یہ جملہ لکھا ہے: ''دیکھیں اللہ تعالیٰ کے کلام میں سے ہر ایک کلمہ میں کیسے اس کے اسرار اور عظیم ترین آیات ملا کر رکھی ہوئی ہیں۔''

تحریر کنندہ العبد الفقیر اسحٰق کاہن السامری۔

اور یہی مضمون ربیع الآخر 1406ھ میں کویتی میگزین ''الوعی الاسلامی'' میں بھی استاذ عزت طہطاوی کے مضامین کے ساتھ شائع ہوا تھا۔

۲۔ سفر تثنیہ کے اصحاح اٹھاراں (18) میں یوں لکھا ہوا ہے:

''رب نے مجھ سے کہا: ''یقیناً انہوں نے اپنے انداز گفتگو کو بہتر بنایا۔ میں عنقریب ان کے بھائیوں میں آپ کی طرح ایک نبی کھڑا کروں گا۔ اور میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈال دوں گا؛ اور وہ ہر وہ بات کرے گا جس کی میں اسے وصیت کروں گا۔''

یہ خطاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہے۔ اس میں یہ خبر دی جارہی ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں ایک نبی کو مبعوث فرمائیں گے۔

اس نص میں واضح طور پر دلالت موجود ہے کہ یہ مبعوث ہونے والا نبی بنی اسرائیل کے علاوہ دوسرے لوگوں میں سے ہوگا۔ اور اس نبی کو نئی کتاب ملے گی؛ اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی طرح ایک نئی شریعت لے کر آئے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد غیر بنی اسرائیل میں کوئی دوسرا نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث نہیں ہوا۔ اور آپ ہی ان کے چچازادوں میں سے تھے؛ یعنی بنی اسرائیل کے چچازاد حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد۔ بنو اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے جن سے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بارہ قبیلوں نے جنم لیا۔ یہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ اور اگر یہ آخری نبی بھی انہی میں سے مبعوث ہونا ہوتا تو یوں فرمایا جاتا: ''تم میں سے ہی نبی مبعوث ہوگا۔'' یعنی وہ نبی بھی حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں میں سے ہوگا۔ لیکن جب یہ کہا کہ تمہارے بھائیوں میں سے ہوگا؛ تو ان کے بھائیوں سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہے۔

پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس بشارت سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

3-: تیسری بشارت: تورات باب 33 سفر 5 میں ہے:

اللہ تعالیٰ سیناء سے آئے اور ساعیر میں تجلی فرمائی اور فاران کی چوٹیوں سے چمک اٹھے۔

* سینا سے آنا: حضرت موسیٰ علیہ السلام جو طور سینا تورات دینا ہے۔
* ساعیر میں تجلی فرمانا: حضرت عیسی علیہ السلام کو انجیل دینا ہے۔
* اور فاران سے چمک اٹھنا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن ملنا ہے۔

فاران سے مراد ارض مکہ ہے۔ جیسا کہ خود تورات میں بھی یہ بات موجود ہے۔

سفر تکوین اصحاح نمبر ۲۱ میں ہے:

''بیشک اسماعیل علیہ السلام نے فاران کے صحراء میں سکونت اختیار کی۔ اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں جو کہ فاران کے دشت یعنی مکہ مکرمہ کے رہنے والے تھے۔

قرآن کریم میں بھی ان تین مقامات کی طرف اشارہ وارد ہوا ہے؛ اللہ تعالیٰ ان کی قسم اٹھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ (1) وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ (2) وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ (3) لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾ [التین 1-4]

''قسم ہے انجیر کی! اور زیتون کی! اور طور سنین کی! اور اس امن والے شہر کی! بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو سب سے اچھی بناوٹ میں پیدا کیا ہے۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

* تین اور زیتون کی قسم: اس سے مراد ان کے پیدا ہونے کی جگہ ہے؛ اور وہ وہ ارض مقدس ہے جہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ پھر آپ مبعوث ہوئے اور آپ پر اسی شہر میں انجیل نازل ہوئی۔ پس یہ شہر آپ کے ظہور کی جگہ ہے۔
* شہر قدس کے آس پاس میں زیتون کے درخت پائے جاتے تھے۔ اور یہاں پر ابھی تک کثرت کے ساتھ زیتون پائے جاتے ہیں۔ اور اس شہر کے قریب ایک چھوٹا سا پہاڑ بھی ہے جسے کوہ زیتون [جبل زیتون] کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سارے لوگوں نے زیتون کی ٹہنیوں کو اسلامی شعائر میں سے بنالیا ہے۔
* اور پھر طور سنین کی قسم اٹھائی ہے۔ اس سے مراد وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کی تھی۔ اور یہ کلام ایسے ہی تھا جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات اور شان جلال کے لائق ہے۔ اور آپ کو اس بابرکت علاقہ میں دائیں وادی کے کنارے سے آواز دی گئی اور یہاں پر آپ کو تورات بھی ملی۔ یہ جگہ آپ کی نبوت کے ظاہر ہونے کی ہے۔
* پھر بلد الامین کی قسم اٹھائی ہے۔ اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے جسے تورات میں جبل فاران سے تعبیر کیا گیا ہے۔

تورات میں وارد ہونے والے یہ تینوں اشارے قرآن کریم میں بھی وارد ہوئے ہیں۔ تورات اور قرآن کے ان اشاروں میں مختلف اسالیب سے مطابقت کا پایا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کتابوں کی مصدر ایک ہی ہے؛ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی۔ قطع نظر اس بات کے کہ تورات میں کتنی تحریف واقع ہو چکی ہے۔

ب۔ مزامیر: (مزمور 118 کا فقرہ 22؛ 23)

جس پتھر کو چھوڑ دیا تھا- اور بعض تراجم میں ہے: اسے معماروں کی جانب سے پیچھے کر دیا گیا تھا؛ وہ پتھر کونے کے آخری حصہ میں سب سے اوپر چلا گیا۔

22..... یہ سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہوا؛ جو کہ ہماری نظر میں بڑا ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عجیب تھا۔

یہود کے اس تعجب کا سبب یہ ہے کہ وہ اہل عرب؛ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کو انتہائی درجہ کے حقیر سمجھتے تھے۔ پھر ان میں سے کسی ایک کا سب سے اوپر چلے جانا ان کی نظروں میں بڑا ہی عجیب تھا۔

''مزامیر الیہود'' میں یہ نص موجود ہے؛ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی تائید بھی فرمائی ہے؛ جیسا کہ انجیل متیٰ (21/10۔11) میں؛ اور لوقا (20/17) میں ہے:

''یسوع علیہ السلام نے ان سے کہا: ''کیا تم نے کتابوں میں یہ بات کبھی نہیں پڑھی کہ:

''جس پتھر کو معماروں نے چھوڑ دیا تھا وہ پتھر کونے کے آخری حصہ میں سب سے اوپر چلا گیا۔ یہ سب کچھ رب کی طرف سے ہوا؛ جو ہماری نظر میں بڑا ہی عجیب تھا۔''

اس معنی میں ایک حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی وارد ہوئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری اور مجھ سے قبل کے تمام انبیاء علیہم السلام کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک گھر بنایا اور اس میں ہر طرح کی زینت پیدا کی؛ لیکن ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹ گئی۔ اب تمام لوگ آتے ہیں اور مکان کو چاروں طرف سے گھوم کر دیکھتے ہیں اور تعجب میں پڑ جاتے ہیں لیکن یہ بھی کہتے جاتے ہیں: ''یہاں پر ایک اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔''

[البخاری 3459؛ مسلم 5913]

ایسے ہی مزامیر نمبر 111 میں آیا ہے؛ جس کا پہلا فقرہ یہ ہے:

''اے احمد! اپنے رب کی توحید بیان کرو؛ [لا إله إلا الله کہو]؛ دل کی انتہائی گرائیوں سے؛ راہ راست پر استقامت سے گامزن لوگوں اور ان کی جماعت کی مجلس میں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس نص میں کھلے لفظوں میں نبی اکرم محمد ﷺ سے خطاب ہے؛ جو کہ ان سابقہ مبشرات کی تاکید وتائید کرتا ہے جو قرآن کریم نے ذکر کی ہیں۔''

ہمارے نبی اکرم ﷺ کے کئی مبارک اسمائے ہیں؛ ان میں سے احمد اور محمد نام بھی ہیں۔

ج۔ سفر حبقوق کا فقرہ سوم

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ تیمان؛ قدوس اور جبل فاران سے آئے؛ اور اس نے زمین و آسمان کو ڈھانک لیا۔ اور زمین اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید سے بھر گئی۔ اور اس کے پاؤں کی طرف سے بخار نکلا۔''

ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمہما اللہ نے اپنے دور کے بعض تراجم سے یوں نقل کیا ہے:

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ دائیں طرف سے؛ قدوس اور جبل فاران سے آئے؛ اور زمین احمد کی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء سے بھر گئی۔'' [الجواب الصحیح 3/313؛ ہدایۃ الحیاری 544]

لگتا ہے کہ تحریف کا سلسلہ رکا نہیں؛ جب بھی کوئی ایسی نشانی یا آیت ان کے سامنے آتی ہے جو محمد ﷺ کی نبوت پر دلالت کرتی ہے تو اسے بدل دیتے ہیں۔ وگرنہ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں تحریف کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ یوں نبی کریم محمد ﷺ کی نبوت پر دلالت کرنے والی تمام آیات کو حذف کیا جا رہا ہے۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میں نے زبور کے بعض نسخوں میں دیکھا ہے؛ جن میں نبی حضرت محمد ﷺ کا نام لیکر آپ کی نبوت کی تصریح اور وضاحت ہے۔ اور میں نے ایک دوسرا نسخہ دیکھا؛ اس میں یہ جملہ نہیں تھا۔ پس اس صورت میں ممکن ہے کہ بعض نسخوں میں وہ صفات وارد ہوئی ہوں جو کہ دوسرے نسخوں میں نہیں وارد ہوئیں۔''

[الجواب الصحیح 2/27]

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں اس ترجمہ کا وجود: ''اور زمین احمد کی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء سے بھر گئی۔'' اور حالیہ نسخہ میں: ''اور زمین اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید سے بھر گئی۔'' اس میں لفظ ''تحمید

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''اس کے اصل اسم ظاہر ''احمد'' سے بدلا ہوا ہے؛ یہاں پر ضمیر استعمال کی ہے اور یہ جملہ کہ: ''اور اس کے پاؤں کی طرف سے بخار نکلا۔'' اس کی وضاحت ذیل میں ہے:

''جب نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب مدینہ طیبہ ہجرت کر کے تشریف لائے؛ تو دیکھا کہ یہ ایسی سرزمین تھی جس میں بخار کی بیماری عام تھی۔ اس وجہ سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی بیمار پڑ گئے۔ اس پر نبی کریم ﷺ کو دکھ ہوا۔ اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ بخار کو مدینہ سے نکال کر جحفہ منتقل کیا جائے۔ جحفہ مدینہ طیبہ سے پچاس میل کے فاصلہ پر ایک بستی تھی۔ پاؤں سے نکلنے سے یقیناً یہی مراد ہے۔ یعنی بالکل ختم نہیں ہوا؛ بلکہ ایک قریب جگہ پر جا نکلا۔ کیونکہ یہ بستی جہاں پر بخار منتقل ہوا؛ یہ مدینہ طیبہ کے اطراف میں ایک بستی ہے۔ جو لوگ مدینہ طیبہ کو اچھی طرح سے جانتے ہیں؛ وہ اس حقیقت کا اچھی طرح سے ادراک و احساس کر سکتے ہیں۔ کہ ان مثالوں میں بہت ہی سخت اور قریبی مطابقت پائی جاتی ہے۔ ذیل میں یہ حدیث پیش ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو ابوبکر اور بلال رضی اللہ عنہما بخار میں مبتلا ہو گئے، ابوبکر رضی اللہ عنہ جب بخار میں مبتلا ہوئے تو یہ شعر پڑھتے:

كل امرئٍ مصبح فِي أهلِهِ
والموت دنى مِن شِراكِ نعلِهِ

ہر آدمی اپنے گھر والوں میں صبح کرتا ہے حالانکہ اس کی موت اس کی جوتی کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

اور بلال رضی اللہ عنہ کا جب بخار اترتا؛ تو آپ بلند آواز سے یہ اشعار پڑھتے:

ألا ليت شِعرِي هل أبِيتن ليلة
بِواد وحولِي إذخِر وجلِيل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وهل أرِدن يوما مِياه مجنة
وهل يبدون لِي شامة وطفِيل۔

''کاش! میں ایک رات مکہ کی وادی میں گزار سکتا اور میرے چاروں طرف اذخر اور جلیل گھاس ہوتی۔ کاش! ایک دن میں مجنہ کے پانی پر پہنچتا اور کاش! میں شامہ اور طفیل پہاڑوں کو دیکھ سکتا۔''

رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا:

((اللهم حبب إلينا المدِينة كحبِنا مكة أو أشد؛ اللهم بارِك لنا فِي صاعِنا وفِي مدِنا وصحِحها لنا وانقل حماها إِلى الجحفة .))

یا اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت اسی طرح پیدا کر دے جس طرح مکہ کی محبت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ! یا اللہ! ہمارے صاع اور ہمارے مد میں برکت عطا فرما اور مدینہ کی آب و ہوا ہمارے لیے صحت خیز کر دے یہاں کے بخار کو جحفہ میں بھیج دے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ: ''جب ہم مدینہ آئے تو یہ اللہ کی سب سے زیادہ وبا والی سرزمین تھی۔ انہوں نے کہا مدینہ میں بطحان نامی ایک نالہ سے ذرا ذرا بدمزہ اور بدبودار پانی بہا کرتا تھا۔''

د۔ سفر اشعیاء کی خبر

اصحاح نمبر نو کے چھٹے فقرہ کے یہ الفاظ ہیں:

''بیشک ہمارے لیے ایک لڑکا پیدا ہوگا اور ہم ایک بیٹا دیے جائیں گے۔ اس کی سرداری اس کے کندھوں پر ہوگی۔ اور اسے ایک عجیب نام سے پکارا جائے گا؛ جو کہ قدرت والے رب اور ابدی سلامتی کے رئیس باپ کی طرف سے اشارہ کیا گیا ہوگا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے بعض تراجم سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''بیشک وہ نوجوان ہمارا بیٹا ہوگا۔اور بیشک ہم نے اسے نوازا ہے۔ وہ جس کی سرداری اس کی گردن پر اس کے دونوں کندھوں کے درمیان ہوگی۔''

امام قرافی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسا ہی ایک قول نقل کیا ہے؛ جس میں ہے:

''بیشک ہمارا ایک بڑا عجیب لڑکا ہوگا جو خوشخبری دینے والا ہوگا۔اس کا تل اس کے کندھوں پر ہوگا؛ وہ امن والی بستی کا سردار ہوگا۔''

[الجواب الصحيح 327/2؛ الأجوبة الفاخرة 177]

یہاں پر کندھوں کے درمیان جس نشانی کا ذکر کیا گیا ہے؛اور اس کو سرداری سے تعبیر کیا گیا ہے؛ اور کبھی اسے تل کہا گیا ہے۔صحیح بات یہ ہے کہ یہ نشانی آپ کے کندھوں کے درمیان ختم نبوت کی نشانی تھی۔جیسا کہ آپ کے مواصفات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے منقول ہے؛ اور اہل کتاب جو پہلے پہل اسلام لائے تھے؛ وہ اس نشانی کو تلاش کرتے تھے۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:''مجھے میری خالہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں،اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ میری بہن کا لڑکا بیمار ہے۔'' آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا کی۔''

پھر آپ نے وضو فرمایا؛اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو سے بچا ہوا پانی پی لیا، اس کے بعد آپ کے پس پشت کھڑا ہوگیا،تو میں نے مہر نبوت کو دیکھ لیا، جو آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مثل حجلہ یعنی چھپر کھٹ کے پردہ کی گھنڈی کی طرح تھی۔''[البخاری (ح:3465)]

ابن عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حجلہ حجل الفرس سے ماخوذ ہے؛ یہ گھوڑے کی دونوں آنکھوں کے درمیان میں ایک نشان کا نام ہے۔

حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ مشہور ہے۔اس میں ہے پہلے آپ نے صحیح دین کی تلاش میں مختلف شہروں کے چکر لگائے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے کچھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عرصہ پہلے آپ بھی مدینہ طیبہ پہنچ گئے تھے۔آپ فرماتے ہیں:

''پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ بقیع غرقد میں تھے۔ آپ اپنے ایک ساتھی کے جنازہ کے ساتھ وہاں پر تشریف لائے تھے۔اس وقت آپ پر دو شملے تھے۔اور آپ اپنے اصحاب کے درمیان میں جلوہ افروز تھے۔میں نے آپ کو سلام کیا؛ پھر میں گھوما؛ میں آپ کی پیٹھ کو دیکھنا چاہتا تھا؛ کیا وہ ختم نبوت مجھے نظر آئے گی جو میرے ساتھیوں نے مجھ سے بیان کی ہے۔جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ میں آپ کی پیٹھ کی جانب چلا گیا ہوں؛ تو آپ کو پتہ چل گیا کہ میں کسی ایسی چیز کی تسلی حاصل کرنا چاہتا ہوں جو مجھے بتائی گئی ہے۔تو آپ نے میری خاطر اپنے کندھے سے اپنی چادر اتار دی۔تو میں نے وہ ختم نبوت دیکھ لی اور اسے پہچان لیا۔میں آپ پر جھک گیا؛ اور روتے ہوئے آپ کو بوسے دینے لگا۔رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:''آگے آیئے۔''میں آگے آیا؛ اور آپ کے سامنے اپنا پورا واقعہ بیان کر دیا۔''[رواہ أحمد 6/615]

یہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تھے۔جو پہلے نصرانی تھے۔اور اس تل والی نشانی کی تلاش میں تھے۔نبی کریم ﷺ کو آپ کی مراد کا پتہ چل گیا تو آپ نے اپنے کندھے کھول دیے۔تو انہیں وہ نشانی اپنی آنکھوں سے دیکھ عین الیقین حاصل ہوگیا۔کیونکہ اب یہ نشانی آپ کی آنکھوں کے سامنے تھی۔

۲۔سفر اشعیاء کی بشارت:

سفر اشعیاء میں بھی ایسی ہی بشارت وارد ہوئی ہے۔

''صحراؤں اور شہروں کے باسی آواز بلند کریں اور ان بستیوں والے جہاں قیدار آباد ہوئے؛ سلعکے بسنے والے گیت گائیں گے پہاڑوں کی چوٹیوں سے للکاریں گے۔''

جبل سلع وہ مشہور پہاڑ ہے جو مدینہ طیبہ کے مغربی جانب میں مسجد نبوی کے قریب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس کے ایک طرف سے شارع سیح اور دوسری طرف سے شارع سلطانہ گزرتی ہے۔ یہ پہاڑ آج تک اپنے اسی نام سے مشہور ہے۔

لگتا یہ ہے کہ وہ یہود جو اس آنے والے نبی کے انتظار میں مدینہ طیبہ میں جا آباد ہوئے تھے؛ وہ مدینہ میں اس پہاڑ کے وجود سے مانوس ہو گئے تھے۔تو انہوں نے اس نبی کے انتظار میں یہاں پر پڑاؤ ڈالا جس کی جانب سفر اشیعاء میں اشارہ کیا گیا ہے۔

ھ۔انجیل

انجیل یوحنا کی اصحاح (14) میں آیا ہے:''بیشک حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا:

''اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو میری وصیتوں کو یاد کرلو۔ میں اپنے باپ سے مطالبہ کروں گا وہ تمہیں اس آخری فارقلیط سے نواز دے جو ہمیشہ کے لیے تمہارے ساتھ رہے گا۔''

فارقلیط کا لفظ یونانی زبان سے ترجمہ کیا گیا ہے؛ اور یونانی زبان میں یہ لفظ ارامی زبان سے ترجمہ ہو کر آیا ہے؛ جو کہ اصل میں عبرانی زبان ہے۔

یونانی زبان میں یہ کلمہ''باراکلی طوس'' ہے۔مسلمان علماء کہتے ہیں کہ:اصل میں یہ کلمہ''بیر کلوطوس'' سے تحریف کر کے بنایا گیا ہے۔اس لیے کہ آخری رسم تحریر کے حساب سے اس کا ترجمہ بنتا ہے جو بہت زیادہ تعریف کرنے والا ہو؛ دوسرے لفظوں میں''احمد۔''

پروفیسر عبدالوہاب نجار نے اٹلی کے مستشرق''کارلونلینو'' سے اس لفظ کے یونانی معنی کے بارے میں پوچھا تھا؛-یہ مستشرق یونانی زبان کا ماہر تھا-تو اس نے جواب دیا''جو بہت زیادہ تعریف کرنے والا ہو'' تو انہوں نے پوچھا کیا یہ ترجمہ''افعل تفضیل''، میں احمد کے معنی کے موافق ہے؛ تو اس نے کہا:ہاں۔''[قصص الانبیاء 197۔منشورات مؤسسہ حلبی قاہرہ (1386ھ)]

یہ معنی قرآن میں وارد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس بشارت کے موافق ہے:

﴿ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ اَحْمَدُ ﴾ [الصف 6]

''اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں، جو میرے بعد آئیگا اس کا نام احمد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔‘‘

انجیل متیٰ کے اصحاح (21؛ فقرہ/43) میں اس باغ والے کا قصہ ہے؛ جس نے اپنا باغ مزارعین کے سپرد کر دیا تھا؛ اور انہوں نے اس کا برا حال کر دیا؛ اور مزرعہ والے کے غلام کو قتل کر دیا۔ پھر اس کے بیٹے کو بھی قتل کر دیا۔ اس کے آخر میں ہے:

’’اسی لیے میں تم سے کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ تم سے یہ بادشاہی چھین لیں گے؛ اور ایسی قوم کو اس سے نوازیں گے جو اس کے پھلوں سے فائدہ اٹھائیں گے۔‘‘

اس میں اشارہ ہے کہ عنقریب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نبوت کی میراث ایک دوسری امت میں منتقل کر دیں گے؛ کیونکہ بنو اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے حقوق میں تصرف کرتے ہوئے بہت برائیاں کی تھیں۔ پس بنی اسرائیل کے بعد امت اسلام کے علاوہ کوئی دوسری امت نہیں آئی۔

یہ نص بھی نبی کریم ﷺ سے وارد ہوئی ہے؛ جو کہ اس بشارت کی تائید کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

’’تمہاری اور دونوں اہل کتاب امتوں یہود و نصاری کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے چند مزدور کام پر لگائے اور کہا کہ: ’’کون ہے جو صبح سے دوپہر تک ایک قیراط کے عوض میرا کام کرے؟ تو یہود نے کام کیا۔

پھر اس نے کہا: ’’کون ہے جو دوپہر سے عصر تک ایک قیراط کے عوض میرا کام کرے؟ تو نصاری نے کام کیا۔

پھر اس نے کہا: ’’کون ہے جو عصر سے سورج کے غروب ہونے تک دو قیراط کے عوض کام کرے؟

’’یہ تم ہی لوگ ہو۔‘‘

اس پر یہود و نصاری کو غصہ آیا؛ اور کہنے لگے یہ کیا بات ہے کہ ہم لوگوں نے کام زیادہ کیا اور مزدوری کم ملی؟

’’تو وہ شخص کہنے لگا: ’’کیا میں نے تمہارے حق میں کوئی کمی کی ہے؟‘‘ ان لوگوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے کہا نہیں۔تو اس نے کہا:''یہ میرا احسان ہے جسے چاہوں دے دوں۔''

[البخاری 2107]

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ ان سابقہ بشارات سے متعلق گفتگو کی ہے؛ اور آپ نے اہل کتاب کی وہ جملہ نصوص ان پر بیان اور تبصرہ کے ساتھ یہاں پر لائی ہیں جن کا مطالعہ بہت ہی کام کی چیز ہے۔تاکہ اس دور میں جو نصوص تورات اور انجیل میں موجود تھیں ان کے اور آج کل کے دور میں موجود نصوص کے مابین تقابلی جائزہ لیا جاسکے۔اور اس کے ساتھ ہی پرانے دور کے مفسرین کے ان نصوص کے بارے میں فہم کا پتہ لگایا جاسکے۔

و۔برہمنوں کی کتابیں (سام وید):

سام وید جزء 2 فقرہ نمبر 8؛6 میں نص یوں وارد ہوئی ہے:

''احمد اپنے رب سے شریعت حاصل کریں گے اور یہ شریعت حکمت سے بھرپور ہوگی۔''

ز۔زردشت کی کتابیں

ان میں ایک بشارت وارد ہوئی ہے کہ ایسا نبی آئے گا جو رحمۃ للعالمین ہوگا۔وہ صرف ایک معبود برحق کی عبادت کی دعوت دے گا؛ جس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔اور نہ ہی اس کی کوئی ابتداء ہے اور نہ ہی کوئی انتہاء۔''اور ایک دشمن اس کے مقابلہ میں آئے گا؛ اس کا نام ابولھب ہوگا۔''

ایک دوسرے مقام پر یوں ذکر کیا گیا ہے:

''زرتشت کی قوم جب اپنا دین چھوڑ دے گی تو کمزور ہوجائے گی۔اس وقت عرب سے ایک آدمی اٹھے گا' اس کے پیروکار مغرور ایرانیوں کو شکست دیں گے۔وہ اپنے ہیکلوں میں آگ کی عبادت کے بعد اپنا رخ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کعبہ کی طرف پھیر لیں گے۔جو بتوں سے پاک ہوچکا ہوگا۔اس وقت وہ نبی رحمۃ للعالمین کے پیروکار بن جائیں گے؛ اور فارس' مدین' طوی اور بلخ تک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حکمران بن جائیں گے۔ زرتشتیوں کے ہم نوا لوگوں کے لیے یہی مقامات مقدسہ ہوں گے۔ اور ان کا نبی بڑا فصیح و بلیغ ہوگا' اور اس کے ہاتھوں سے بہت سے معجزات رونما ہوں گے۔''

[دیکھو: اسلام کی امتیازی خوبیاں/ از شیخ مختار۔ سابقہ کتابوں کی یہ نصوص سعید حوئی کی کتاب ''الرسول'' ۲/۲۳۰ سے لی گئی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے متعلق یہ نصوص پوری طرح سے صحیح ثابت ہوئی ہیں۔ مسلمانوں نے اہل فارس سے جنگیں لڑیں؛ اور ان پر فتح حاصل ہوئی۔ اور مسلمان نماز میں جس قبلہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ کعبہ ہے جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔ جو کہ مکہ مکرمہ میں واقع ہے؛ اسے ہی بتوں سے پاک کیا گیا تھا۔]

یہ نصوص پانچ زبانوں: فارسی؛ ہندی؛ عبری؛ عربی؛ اور بعض دوسری یورپی زبانوں کے ماہر عالم مولانا عبدالحق مزیاراتی نے اپنی کتاب '' محمد فی اسفار الدینیة العالمیة '' میں ذکر کی ہیں۔

تیسری قسم: قبل از بعثت آپ کے اخلاق وسلوک کی حفاظت

نبی اکرم ﷺ نبوت سے پہلے چالیس سال ان لوگوں میں رہے؛ آپ ان کے ساتھ لین دین کرتے اور لوگ آپ کے ساتھ لین دین کرتے۔ آپ ان سے لیتے بھی تھے اور انہیں دیتے بھی تھے۔ ان کی موافقت بھی کرتے تھے اور مخالفت بھی۔ کبھی آپ کے متعلق یہ نہیں کہا گیا کہ آپ نے اس ساری مدت میں کبھی جھوٹ بولا ہو۔ یا پھر امانت میں خیانت کی ہو بلکہ آپ ان لوگوں صادق اور امین کے القاب سے مشہور تھے۔ اس امر کی گواہی انہوں نے کئی مواقع پر دی تھی۔

اس کی کچھ مثالیں ذیل میں دی جارہی ہیں:

۱۔ جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اعلانیہ دعوت دینے کا سلسلہ شروع کیا تو آپ ایک چھوٹے سے پہاڑ پر چڑھ گئے؛ اور آپ نے اپنی قوم کے ایک ایک قبیلہ کو آواز دی۔ جب وہ تمام لوگ جمع ہوگئے تو آپ نے ان سے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''اے قریش! اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بڑا لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے کو تیار ہے تو کیا تم میری بات کو مانو گے؟

بظاہر یہ ایک بالکل ناقابل قبول بات تھی مگر سب نے کہا۔ ہاں ہم ضرور مانیں گے کیونکہ ہم نے آپ کو ہمیشہ صادق القول پایا ہے۔'' [البخاری 4971؛ مسلم 208]

۲۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ - ایک قصہ میں - فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دشمن امیہ بن خلف سے کہا: میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال ہے کہ تمہیں قتل کرنے والے ہیں؟ اس نے پوچھا: کیا مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں؟

میں نے کہا: ہاں۔ تو وہ بولا: اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔''

پھر جب اس نے اپنی بیوی کو یہ بات بتائی تو اس نے بھی یہی کہا: '' اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔''

پھر یہ بات غزوہ احد میں سچ ثابت ہوئی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دشمنان کے مابین جنگ واقع ہوئی؛ اس میں امیہ بن خلف مارا گیا۔'' [البخاری 3632]

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دشمن نے ایک قصہ بیان کیا ہے؛ جو اس کے اسلام لانے سے پہلے کا ہے۔ اور یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین مکہ کے مابین صلح کے دور میں پیش آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا بھر کے بادشاہوں اور سرداروں کے نام اسلام قبول کرنے کی دعوت کے خطوط لکھے تھے۔ ان میں سے ایک خط رومی بادشاہ ہرقل کے نام بھی لکھ کر شام بھیجا گیا۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کی ایک جماعت تجارتی سلسلہ میں شام میں موجود تھی۔

جب یہ خط ہرقل کے پاس پہنچا تو اس نے کہا:

کیا ہمارے ہاں اس وقت اس قوم کا کوئی فرد موجود ہے جن میں سے ایک شخص کا دعوی نبی ہونے کا ہے۔ کہنے لگے: ہاں۔

اس نے ان کے بارے میں حکم دیا کہ انہیں حاضر کیا جائے؛ چنانچہ انہیں لا کر حاضر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیا گیا۔ ہرقل نے ان سے گیارہ سوال پوچھے تا کہ وہ اس انسان کے احوال کی معرفت حاصل کر سکے جس کا دعوی نبی ہونے کا تھا۔ پھر اس نے ہر ایک سوال سے دلالت کی وجہ بھی بیان کی۔ جو کہ نبوت کے اثبات یا ابطال پر دلالت کرتی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ:

''ہرقل شاہ روم نے ان کے پاس قریش کے قافلے میں ایک آدمی بلانے کو بھیجا اور اس وقت یہ لوگ تجارت کے لیے ملک شام گئے ہوئے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش اور ابوسفیان سے ایک وقتی عہد کیا ہوا تھا۔

جب ابوسفیان اور دوسرے لوگ ہرقل کے پاس ایلیا پہنچے؛ جہاں ہرقل نے دربار طلب کیا تھا۔ اس کے گرد روم کے بڑے بڑے لوگ [علما وزرا امرا] بیٹھے ہوئے تھے۔

ہرقل نے ان کو اور اپنے ترجمان کو بلوایا۔ پھر ان سے پوچھا: تم میں سے کون شخص مدعی رسالت کا زیادہ قریبی عزیز ہے؟

ابوسفیان کہتے ہیں: ''میں بول اٹھا کہ میں اس کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہوں۔''

یہ سن کر ہرقل نے حکم دیا کہ اس کو (ابوسفیان کو) میرے قریب لا کر بٹھاؤ۔ اور اس کے ساتھیوں کو اس کی پیٹھ کے پیچھے بٹھا دو۔

پھر اپنے ترجمان سے کہا کہ ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں ابوسفیان سے اس شخص کے (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے حالات پوچھتا ہوں۔ اگر یہ مجھ سے کسی بات میں جھوٹ بول دے تو تم اس کا جھوٹ ظاہر کر دینا۔''

ابوسفیان کا قول ہے: اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ غیرت نہ آتی یہ لوگ مجھ کو جھٹلائیں گے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ضرور غلط گوئی سے کام لیتا۔

خیر پہلی بات جو ہرقل نے مجھ سے پوچھی وہ یہ کہ:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اس شخص کا خاندان تم لوگوں میں کیسا ہے؟

میں نے کہا: ''وہ تو بڑے اونچے عالی نسب والے ہیں۔''

کہنے لگا: ''اس سے پہلے بھی تم لوگوں میں سے کسی نے ایسی بات کہی تھی؟

میں نے کہا: ''نہیں۔''

کہنے لگا: ''اچھا اس کے بڑوں میں کوئی بادشاہ ہوا ہے؟

میں نے کہا: ''نہیں۔''

پھر اس نے کہا: ''بڑے لوگوں نے اس کی پیروی اختیار کی ہے یا کمزوروں نے؟

میں نے کہا: ''نہیں کمزوروں نے۔''

پھر کہنے لگا: ''اس کے تابعدار روز بڑھتے جاتے ہیں یا کوئی ساتھی پھر بھی جاتا ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔[بلکہ روز بروز بڑھ رہے ہیں]

پوچھا: ''کیا اس نے دعوائے نبوت سے پہلے کبھی کسی بھی موقعہ پر جھوٹ بولا ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔ اب ہماری اس سے صلح کی ایک مقررہ مدت ٹھہری ہوئی ہے۔ معلوم نہیں وہ اس میں کیا کرنے والا ہے۔

ابوسفیان کہتے ہیں: میں اس بات کے سوا اور کوئی جھوٹ اس گفتگو میں شامل نہ کر سکا۔ ہرقل نے کہا: ''کیا تمہاری اس سے کبھی لڑائی بھی ہوتی ہے؟

ہم نے کہا کہ: ہاں۔

بولا پھر تمہاری اور اس کی جنگ کا کیا حال ہوتا ہے؟

میں نے کہا: لڑائی ڈول کی طرح ہے، کبھی وہ ہم سے میدان جنگ جیت لیتے ہیں اور کبھی ہم ان سے جیت لیتے ہیں۔

ہرقل نے پوچھا: ''وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتا ہے؟

میں نے کہا: ''وہ کہتا ہے صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کا کسی کو شریک نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بناؤ اور اپنے باپ دادا کی شرک کی باتیں چھوڑ دو اور ہمیں نماز پڑھنے، سچ بولنے، پرہیز گاری اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔

یہ سب سن کر پھر ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا: ''ابوسفیان سے کہہ دو کہ میں نے تم سے اس کا نسب پوچھا؛ تو تم نے کہا کہ وہ ہم میں عالی نسب ہے۔

پیغمبر اپنی قوم میں عالی نسب ہی بھیجے جایا کرتے ہیں۔

میں نے تم سے پوچھا کہ دعوی نبوت کی یہ بات تمہارے اندر اس سے پہلے کسی اور نے بھی کہی تھی، تو تم نے جواب دیا: ''نہیں۔''

تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر یہ بات اس سے پہلے کسی نے کہی ہوتی تو میں سمجھتا کہ اس شخص نے بھی اسی بات کی تقلید کی ہے جو پہلے کہی جا چکی ہے۔

میں نے تم سے پوچھا: اس کے بڑوں میں کوئی بادشاہ بھی گزرا ہے، تم نے کہا: نہیں۔

تو میں نے دل میں کہا: ان کے بزرگوں میں سے کوئی بادشاہ ہوا ہوگا تو کہہ دوں گا کہ وہ شخص اس بہانے اپنے آبا و اجداد کی بادشاہت اور ان کا ملک دوبارہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔

اور میں نے تم سے پوچھا کہ پیغمبری کا دعوی کرنے سے پہلے تم نے کبھی اس کو دروغ گوئی کا الزام لگایا ہے؟ تم نے کہا کہ نہیں۔

تو میں نے سمجھ لیا کہ جو شخص آدمیوں کے ساتھ دروغ گوئی سے بچے وہ اللہ کے بارے میں کیسے جھوٹی بات کہہ سکتا ہے۔

میں نے تم سے پوچھا کہ بڑے لوگ اس کے پیرو ہوتے ہیں یا کمزور آدمی۔ تم نے کہا اس کے پیروکار کمزور لوگ ہیں۔ تو دراصل یہی لوگ پیغمبروں کے متبعین ہوتے ہیں۔

اور میں نے تم سے پوچھا کہ اس کے ساتھی بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں۔ تم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے کہا کہ وہ بڑھ رہے ہیں اور ایمان کی کیفیت یہی ہوتی ہے۔ حتی کہ وہ کامل ہو جاتا ہے۔

اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا کوئی شخص اس کے دین سے ناخوش ہو کر مرتد بھی ہو جاتا ہے تم نے کہا نہیں۔ تو ایمان کی خاصیت بھی یہی ہے جن کے دلوں میں اس کی مسرت رچ بس جائے وہ اس سے لوٹا نہیں کرتے۔

اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا وہ کبھی عہد شکنی کرتے ہیں۔ تم نے کہا نہیں، پیغمبروں کا یہی حال ہوتا ہے، وہ عہد کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔

میں نے تم سے کہا کہ وہ تم سے کس چیز کے لیے کہتے ہیں۔ تم نے کہا کہ: ''وہ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور تمہیں بتوں کی پرستش سے روکتے ہیں۔ سچ بولنے اور پرہیزگاری کا حکم دیتے ہیں۔

لہٰذا اگر یہ باتیں جو تم کہہ رہے ہو سچ ہیں تو عنقریب وہ اس جگہ کا مالک ہو جائے گا جہاں میرے یہ دونوں پاؤں ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ پیغمبر آنے والا ہے۔ مگر مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا۔ اگر میں جانتا کہ اس تک پہنچ سکوں گا تو اس سے ملنے کے لیے ہر تکلیف گوارا کرتا۔ اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھوتا۔

ہرقل نے رسول اللہ ﷺ وہ خط منگایا جو آپ نے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ حاکم بصری کے پاس بھیجا تھا۔ اور اس نے وہ ہرقل کے پاس بھیج دیا تھا۔ پھر اس کو پڑھا تو اس میں لکھا تھا:

اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم والا ہے۔

اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر محمد ﷺ کی طرف سے شاہ روم کے نام۔

اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے اس کے بعد میں آپ کے سامنے دعوت اسلام پیش کرتا ہوں۔ اگر آپ اسلام لے آئیں گے تو دین و دنیا میں سلامتی نصیب ہوگی۔ اللہ آپ کو دوہرا ثواب دے گا اور اگر آپ میری دعوت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے روگردانی کریں گے تو آپ کی رعایا کا گناہ بھی آپ ہی پر ہوگا۔

﴿ قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾

[آل عمران 64]

''آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب! ایسی انصاف والی بات کی طرف آ جو ہم میں تم میں برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں نہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو ہی رب بنائیں پس اگر وہ منہ پھیر لیں تو تم فرما دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں۔''

ابوسفیان کہتے ہیں: جب ہرقل نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا اور خط پڑھ کر فارغ ہوا تو اس کے اردگرد بہت شور وغوغہ ہوا، بہت سی آوازیں اٹھیں؛ ہمیں پتہ نہیں پتہ چلا کہ وہ کیا کہہ رہے تھے؛ اور ہمیں باہر نکال دیا گیا۔ تب میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابوکبشہ کے بیٹے یعنی نبی کریم ﷺ کا معاملہ تو بہت بڑھ گیا؛ دیکھو تو اس سے بنی اصفر (روم) کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے۔

تب مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ عنقریب غالب ہو کر رہیں گے۔ حتی کہ میرے نہ چاہتے ہوئے بھی اللہ نے مجھے مسلمان کر دیا۔'' [البخاری 6]

یہ حدیث ان معروف بشری قرآئن پر دلالت کرتی ہے جن سے انبیائے کرام علیہم السلام کے احوال اور مدعی نبوت کی صداقت یا عدم صداقت پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔

آپ کے مخالفین آپ پر طعنہ زنی کرنے اور آپ کے دین کو ختم کرنے کے بڑے حریص تھے۔ مگر اس کے باوجود آپ کی طرف کوئی طعنہ؛ نقص یا عیب والی بات منسوب نہ کر سکے۔ بلکہ بعد میں یہی لوگ آپ کے اعوان و انصار اور آپ کے عقیدہ کے داعی بن گئے۔ جو خود اس کا دفاع کرتے۔ اور اس راستے میں انہوں نے مختلف قسم کی تکالیف برداشت کیں۔ ان کے مذاق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اڑائے گئے؛ مار پیٹ ہوئی؛ گھروں سے نکالے گئے؛ قتل تک کر دیے گئے؛ مگر وہ اس دین پر راضی اور صابر ہی رہے۔ اگر ان کے سامنے نبی کریم ﷺ کا کوئی بھی عیب ظاہر ہوتا تو وہ آپ کے آس پاس سے بھاگ جاتے؛ اور لوگوں میں اس کا اعلان کرتے۔ کیونکہ انسان ایسے انسان کی وجہ سے تکلیف نہیں برداشت کرتا جس کے متعلق وہ سمجھتا ہو کہ وہ جھوٹا اور دھوکہ باز ہے۔ ہاں اگر کسی سخت جابر قسم کے سردار کے تابع ہو؛ جو لوگوں کو زبردستی طاقت کے بال بوتے پر اپنی بات منواتا ہو؛ تو یہ دوسری بات ہے۔ مگر جس انسان کی اطاعت لوگ خود خوشی رضامندی سے کرتے ہوں تو اس سے کوئی جھوٹ یا دھوکہ دہی قبول کرنا ہرگز گوارا نہیں کرتے۔ پھر ان لوگوں کی سیرت اور کردار گواہی دیتے ہیں کہ وہ سب سے سچے لوگ تھے۔

علامہ ماوردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اگر ان لوگوں کو آپ کا رسالت کے علاوہ بھی کوئی ادنیٰ سا جھوٹ بھی معلوم ہوتا تو اسے رسالت پر طعنہ زنی کی دلیل بنا لیتے۔ اور جو کوئی اپنے بچپن سے سچائی کا اہتمام کرنے والا ہو؛ تو وہ بڑا ہو کر اس کا بہت ہی زیادہ اہتمام کرتا ہے۔ جو کوئی اپنی ذات کے بارے میں جھوٹ بولنے سے بچتا ہو؛ تو وہ اللہ تعالیٰ کے میں ایسی حرکت سے بہت ہی زیادہ دور اور اجتناب کرنے والا ہوگا۔'' [الاعلام النبوۃ 149]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چوتھی قسم: بعد از نبوت استقامت حیات

نبوت کے بعد آپ ﷺ کی زندگی انتہائی فاضلانہ تھی؛ جو اس بات پر دلالت کرتی تھی کہ آپ صاحب عقیدہ اور رسالت ؛ اور آپ اپنے عقیدہ اور رسالت کا خوب التزام و اہتمام کرنے والے ہیں؛ کوئی جاہ پرست یا شہوات کے مارے انسان ہرگز نہیں ہیں۔

سنت کی وہ کتابیں جن میں آپ کی زندگی کے احوال تفصیل کے ساتھ روایت کیے گئے ہیں؛ ان کا مراجعہ و مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ زندگی کے ہر پہلو میں عظیم انسان تھے۔اور جو کچھ پیغام آپ اپنے رب کی طرف سے لیکر آئے تھے؛ اسے مکمل طور پر نافذ کیے ہوئے تھے۔ اپنے رب کے ساتھ ..... اپنے اہل خانہ کے ساتھ ..... اپنے اصحاب کے ساتھ ..... اپنے دشمنوں کے ساتھ .....

اول: رب کے ساتھ آپ ﷺ کا معاملہ

جہاں تک آپ ﷺ کی اپنے رب کے ساتھ زندگی کا تعلق ہے؛ تو آپ بہت زیادہ عبادت گزار تھے۔اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل میں بہت زیادہ جلدی کرنے والے تھے۔اور اپنے رب کے سامنے خشوع و خضوع اور تذلل کے ساتھ رہتے تھے۔

ا۔ بعثت کے ابتدائی ایام میں اللہ سبحانہ وتعالیٰنے آپ کو حکم دیا تھا کہ آپ اور آپ کے اصحاب راتوں کو قیام کیا کریں۔ یہ حکم ایک سال تک رہا؛ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میں تخفیف آ گئی۔اور قیام اللیل کے وجوب کا حکم منسوخ ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ (1) قُمِ الَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا (2) نِّصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا (3) أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا (4) إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَوْلًا ثَقِيلًا (5) إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا (6) إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا (7) ﴾ [المزمل 1-7]

''اے کپڑے میں لپٹنے والے! رات کو قیام کر مگر تھوڑا۔ آدھی رات (قیام کر)، یا اس سے تھوڑا سا کم کر لے۔ یا اس سے زیادہ کر لے اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھ۔ یقیناً ہم ضرور تجھ پر ایک بھاری کلام نازل کریں گے۔ بلاشبہ رات کو اٹھنا (نفس کو) کچلنے میں زیادہ سخت اور بات کرنے میں زیادہ درستی والا ہے۔ بلاشبہ تیرے لیے دن میں ایک لمبا کام ہے۔''

حضرت سعد بن ہشام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: -ایک لمبی حدیث ہے؛ جس میں آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کئی ایک سوالات پوچھے؛ ان میں سے ایک سوال آپ کے قیام اللیل کے بارے میں بھی تھا؛ انہوں نے عرض کی:

اے ام المؤمنین! ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں کچھ بتائیں؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟

میں نے عرض کیا: ''ہاں۔'' تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق قرآن ہی تو تھا۔''

حضرت سعد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں اٹھ کھڑا ہو جاؤں اور مرتے دم تک کسی سے کچھ نہ پوچھوں؛ پھر مجھے خیال آیا تو میں نے عرض کیا کہ: ''مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے بارے میں بتائیے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تو نے ﴿يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ﴾ نہیں پڑھی؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتدا ہی میں رات کے قیام کو فرض کر دیا تھا تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے ایک سال رات کو قیام فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخری حصہ کو بارہ مہینوں تک آسمان میں روک دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سورت کے آخر میں تخفیف نازل فرمائی ؛تو پھر رات کا قیام فرض ہونے کے بعد نفل ہوگیا۔'' [مسلم؛ ح:1689]

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے: حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ:

﴿ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ [المزمل2]

''رات کو قیام کر مگر تھوڑا۔''

فرمایا: یہ آیت نازل ہونے کے بعد سال یا دو سال تک راتوں کو قیام کیا؛ حتی کہ پاؤں اور پنڈلیاں پھول گئے۔تو پھر بعد میں اس سورت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے تخفیف کا حکم نازل فرمایا۔'' [تفسیر الطبری 29/118]

۲۔ اس حکم کی منسوخی کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل قیام اللیل کرتے رہے؛ آپ کثرت کے ساتھ قیام اللیل کرتے حتی کہ آپ کے پاؤں مبارک پھول گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیام اللیل کرتے حتی کہ آپ کے پاؤں مبارک سوج گئے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ایسی مشقت کیوں برداشت کرتے ہیں حالانکہ اللہ نے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔''

پھر جب آپ کا بدن بھاری ہوگیا تو آپ بیٹھ کر نماز پڑھتے' جب رکوع کا ارادہ فرماتے تو کھڑے ہوکر کچھ تھوڑا سا پڑھتے ؛اور رکوع کر لیتے۔''

[البخاری1130؛مسلم2819]

۳۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے تسلسل کے ساتھ روزے رکھتے کہ یہ گمان ہونے لگتا کہ اب کبھی افطار نہیں کریں گے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھتے جاتے حتی کہ ہم کہتے: اب افطار نہ کریں گے'' اور افطار کرتے جاتے حتی کہ ہم کہتے: اب روزہ نہ رکھیں گے۔اور میں نے نہیں دیکھا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ نے رمضان کے سوا کسی مہینہ پورے روزے رکھے ہوں اور نہ شعبان کے مہینہ سے زیادہ کسی مہینہ میں آپ کو روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔''

[البخاری 1946]

۴۔ جب اللہ تعالیٰ نے متفرق مواقع پر اپنے نبی کریم ﷺ پر عتاب کی کئی آیات نازل فرمائیں تو آپ انہیں لوگوں کے سامنے پڑھتے جاتے؛ اور ان میں سے کوئی بھی چیز چھپاتے نہیں تھے۔اور نہ ہی ایسا کر سکتے تھے۔لیکن آپ کے لیے یہ ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے کہ اس سے درگزر فرما کر؛ آپ کی طبیعت اور احساسات کا خیال رکھتے ہوئے ان آیات کو قرآن سے حذف کرنے کی اجازت دی جائے۔لیکن آپ نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا۔ یہ سب کچھ اپنے خالق کی تعظیم اور اس کے حکم کی تعمیل میں تھا؛ اور یہ آیات ہمارے آج کے دن تک قرآن مجید میں موجود ہیں۔

وہ مواقع جن میں آپ ﷺ پر عتاب کی آیات نازل ہوئیں؛ وہ بہت کم ہیں۔اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ بشریت کا کمال خطا کے کم ہونے میں ہے؛ معدوم ہونے میں نہیں۔اور خطا کا بالکل نہ ہونا یہ تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

دوم:.....اپنے نفس کے ساتھ آپ ﷺ کا معاملہ

جہاں تک آپ کے اخلاقیات کا تعلق ہے تو آپ اس دنیا سے زاہد تھے؛ اور اس کی لذات سے بالکل پاک دامن۔ایسا بھی ہوتا کہ کئی کئی مہینے گزر جاتے مگر آپ کے گھر میں کھانے کے لیے کھجور اور پانی کے علاوہ کچھ بھی نہ ہوتا۔آپ اس بات پر قادر تھے کہ اپنے زمانے میں میسر اعلیٰ درجہ کی نعمتوں سے استفادہ کرتے؛ لیکن آپ ﷺ یہ سب کچھ فقراء و مساکین اور سائلین پر خرچ کر دیتے۔

آپ نے مجبور ہو کر کچھ غلے کے عوض اپنی درع ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی اور آپ ﷺ جب فوت ہوئے تو اپنے پیچھے کوئی درہم اور دینار نہیں چھوڑا۔

1۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: انہوں نے عروہ سے کہا: اے میرے بھانجے!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک ایسا بھی وقت تھا کہ ہم ایک چاند دیکھتے پھر دوسرا چاند دیکھتے پھر تیسرا چاند دیکھتے دو دو مہینے رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں آگ نہ سلگتی۔''

میں نے پوچھا: اے خالہ پھر کون سی چیز آپ ﷺ کو زندہ رکھتی تھی؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''دو کالی چیزیں یعنی چھوہارے اور پانی۔''

ہاں نبی کریم ﷺ کے پڑوس میں چند انصار تھے ان کے پاس دودھ والی بکریاں تھیں اور وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو ان کا دودھ دیتے تو آپ ﷺ ہم کو بھی پلاتے۔''

[البخاری 2567؛ مسلم 2972]

2۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو آپ کی درع غلے کے بدلے میں ایک مقررہ وقت تک کے لیے یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی۔'' [البخاری 2463]

3۔ رسول اللہ ﷺ کے برادر نسبتی عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ جو حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا [ام المؤمنین] کے بھائی ہیں؛ بیان کرتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے بعد سوائے اپنے سفید خچر اپنے ہتھیار اور اپنی زمین کے جسے آپ ﷺ وقف کر گئے تھے؛ نہ کوئی درہم چھوڑا تھا نہ دینار نہ غلام نہ باندی اور نہ کوئی چیز۔'' [البخاری 4348]

سوم:.....اہل خانہ اور خدام کے ساتھ آپ ﷺ کا معاملہ

جہاں تک اہل خانہ اور خدام کے ساتھ معاملات کا تعلق ہے؛ تو وہ حسن اخلاق کی چوٹیوں پر تھا۔

ا۔ جب آپ ﷺ گھر میں موجود ہوتے تو گھر کے کاموں میں اہل خانہ کا ہاتھ بٹاتے۔

حضرت اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: ''جب رسول ﷺ گھر پر ہوتے تو کیا کرتے تھے؟

تو آپ نے فرمایا: ''اپنے گھر والوں کی خدمت کرتے؛ اور جب نماز کا وقت ہوتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔'' [البخاری:676]

۲۔ اپنی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مسابقت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر پر نکلے؛ اس وقت میں ابھی نوخیز لڑکی تھی؛ ابھی گوشت نہیں چڑھا تھا؛ اور نہ ہی میں موٹی ہوئی تھی۔ تو آپ نے لوگوں سے کہا: آگے نکل جاؤ۔ لوگ آگے نکل گئے۔ تو پھر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''آؤ دوڑ لگاتے ہیں۔''

میں نے آپ کے ساتھ دوڑ لگائی تو میں سبقت لے گئی۔'' آپ خاموش ہو گئے۔

حتی کہ جب مجھ پر بھی گوشت چڑھ گیا؛ اور میں موٹی ہو گئی؛ اور یہ بات ہی بھول گئی۔ تو ایک بار پھر آپ کے ساتھ سفر پر جانے کا اتفاق ہوا۔ تو آپ نے لوگوں سے کہا: آگے نکل جاؤ۔ لوگ آگے نکل گئے۔ تو پھر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''آؤ دوڑ لگاتے ہیں۔'' میں نے آپ کے ساتھ دوڑ لگائی تو آپ سبقت لے گئے؛ اور ہنسنے لگے؛ اور آپ ساتھ ہی یہ بھی فرما رہے تھے: ''یہ اس باری کا بدلہ ہے۔'' [احمد 7/377]

۳۔ آپ اپنی بیویوں کا غصہ برداشت کرتے تھے؛ اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آتے:

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

''ایک بار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضری کی اجازت چاہی۔ آپ نے سنا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اونچی اونچی آواز میں باتیں کر رہی تھیں۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں دوبارہ یہ نہ دیکھوں کہ تم رسول اللہ ﷺ کے سامنے اونچی آواز میں بول رہی ہو۔'' [اور حضرت عائشہ کو تھپڑ مارنا چاہا] تو رسول اکرم ﷺ بیچ میں آ گئے، اور انہیں بچا لیا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غصہ میں باہر نکل گئے تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو راضی کرنے کے انداز میں فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''تم نے دیکھا نہیں کہ میں نے کس طرح تمہیں اس آدمی سے پٹنے سے بچالیا؟''

فرماتے ہیں: ''کچھ دنوں بعد جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہنسا رہے ہیں، تو عرض کی:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَدْخِلَانِي فِي سِلْمِكُمَا كَمَا أَدْخَلْتُمَانِي فِي حَرْبِكُمَا .)) [سنن ابي داؤد 4995]

''اے رسول اللہ ﷺ! آپ دونوں مجھے اپنی صلح میں بھی ایسے ہی شریک کریں جیسے آپ دونوں نے ناراضگی کی جنگ میں مجھے شریک کیا تھا۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم نے ایسے ہی کرلیا؛ ہم نے ایسے ہی کرلیا۔''

۴۔ آپ ﷺ نے ساری زندگی کبھی کسی اہل خانہ کو؛ یا کسی خادم یا عورت کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔ بلکہ آپ ﷺ کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دس سال تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی؛ نہ ہی آپ نے کبھی کسی کام کرنے پر ڈانٹا اور نہ ہی کبھی کسی کام کے نہ کرنے پر۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا اور نہ ہی کسی عورت کو اور نہ ہی کسی خادم کو مارا۔ سوائے اس کے کہ اللہ کے راستے میں جو جہاد کیا جاتا ہے۔ اور جس نے بھی آپ ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچائی تو آپ ﷺ نے اس سے بدلہ نہیں لیا؛ سوائے اس کے کہ جس نے اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے اس سے انتقام لیا۔''

[رواہ البخاری (ح:516) مسلم (ح:6003)]

۵۔ آپ نماز میں ہوتے تو اپنی نواسی کو اٹھا لیتے؛ یہ اس کے ساتھ محبت اور رحمت کی وجہ سے تھا۔ حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کا امام بنے ہوئے اور امامہ حضرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور آپ کی نواسی؛ آپ ﷺ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بیٹی کو آپ ﷺ کے کندھے پر بیٹھا دیکھا۔ جب آپ رکوع کرتے تو اسے نیچے بٹھا دیتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو پھر اسے اپنے کندھے پر بٹھا لیتے۔''

[البخاری 516؛ مسلم 1164]

۶۔ جب آپ کی دختر آپ سے ملاقات کے تشریف لاتی؛ تو آپ اس کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاتے؛ اس کا بوسہ لیتے؛ اور اسے اپنے دائیں یا بائیں بٹھا لیتے۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میں نے چال چلن اور گفتگو میں رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا۔ جب وہ آپ کے پاس تشریف لاتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے؛ ان کا ہاتھ پکڑتے؛ انہیں بوسہ دیتے اور انہیں اپنی خاص نشست پر بٹھاتے۔ اور جب آپ ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ بھی آپ کے استقبال کے لیے کھڑی ہوتیں؛ ہاتھوں کا بوسہ لیتی؛ اور اپنی جگہ پر بیٹھاتی۔'' [رواہ أبوداؤد 5212؛ الترمذي 4039]

۱۰۔ اور جہاں تک آپ کے خدام کے ساتھ آپ کے حلم اور نرمی کا تعلق ہے؛ تو آپ کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں نے دس سال تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی؛ آپ نے کبھی اف تک نہیں کہا؛ اور نہ ہی کبھی کسی کام کرنے پر یہ پوچھا: کہ ایسا کیوں کیا؟ اور نہ ہی کبھی کسی کام کے نہ کرنے پر: یہ کہا کہ ایسا کیوں نہیں کیا۔''

[رواہ البخاری 5899؛ مسلم 5964]

چہارم: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ آپ ﷺ کا معاملہ

نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ بہت ہی مہربان تھے۔ ان کی فضیلتوں کا اعتراف فرماتے؛ ان کے ساتھ ملتے جلتے اور مذاق بھی کرتے۔ ان کے ساتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کھاتے پیتے۔آپ کسی بھی چیز یا نشانی وغیرہ سے اپنے آپ کو ان سے جدا نہیں کرتے تھے۔ اور جو کوئی آپ کی شان میں کوتاہی کرتا؛ اسے معاف کر دیتے؛ اس پر سزا نہ دیتے تھے۔

بعض مسلمانوں سے بغیر کسی برائی کے ارادہ کے عجیب قسم کی سنگین غلطیاں ہو جاتی تھیں۔ تو آپ انہیں معاف کر دیتے۔ جیسے اہل بادیہ لوگوں کی عادت ہے کہ وہ ادب آداب کا خیال نہیں رکھتے۔مگر آپ ان پر سختی نہ کرتے؛ بلکہ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم نبی کریم ﷺ کے ہمراہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص اونٹ پر سوار آیا اور اس نے اپنے اونٹ کو مسجد میں لا کر بٹھلایا اور اس کے پیر باندھ دیئے۔

پھر اس نے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے پوچھا: تم میں محمد ﷺ کون ہیں؟

اور اس وقت نبی کریم ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔تو ہم لوگوں نے کہا کہ یہ صاف رنگ کے آدمی جو تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہیں؛ انہی کا نام نامی محمد ﷺ ہے۔''

پھر اس شخص نے آپ سے کہا: اے عبدالمطلب کے بیٹے! نبی ﷺ نے فرمایا:'' کہو میں موجود ہوں۔''

اس نے آپ سے کہا:'' میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں اور پوچھنے میں آپ پر سختی کروں گا، آپ اپنے دل میں میرے اوپر ناراض نہ ہوں۔''

آپ نے فرمایا کہ:''جو تیری سمجھ میں آئے، پوچھ.....۔'' [البخاری63]

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ باہر سے آنے والا آدمی رسول اللہ ﷺ کو نہیں جانتا تھا؛ کیونکہ یہ آدمی آپ کی کسی جداگانہ امتیازی حیثیت یا مسند کی وجہ سے آپ پہچان نہیں سکا؛ یہ آپ ﷺ میں کمال درجہ کی تواضع تھی۔''

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

’’ مجھ کو اور زبیر رضی اللہ عنہ اور مقداد رضی اللہ عنہ کو- ہم سب گھوڑوں پر سوار تھے- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا اور فرمایا:

’’ جاؤ یہاں تک کہ جب تم روضہ خاخ میں پہنچو گے؛ تو ایک وہاں تمہیں مشرکین کی عورت ملے گی اس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مشرکین کے نام ایک خط ہوگا اس کو اس سے لے لینا۔‘‘

چنانچہ ہم لوگ اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے گئے ؛ یہاں تک کہ روضہ خاخ میں پہنچے؛ تو ہم لوگوں نے اس اونٹ سوار عورت کو پالیا؛ جو کہ محوِ سفر تھی۔ ہم نے کہا کہ خط نکال دو۔ وہ کہنے لگی: میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔

ہم نے اس کی اونٹنی کو بٹھایا؛ اور خط تلاش کیا تو اس کی کوئی خبر تک نہ ملی۔

ہم نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ نہیں بولا؛ تم خود خط نکال دو ورنہ ہم تیرے کپڑے اتار دیں گے۔‘‘

جب اس عورت نے اس سنجیدہ سختی کو دیکھا تو اس نے جھک کے اپنے ازار بند سے وہ خط نکال دیا؛ جو اس نے ایک کپڑے میں کمر پر باندھا ہوا تھا۔ ہم وہ خط لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اجازت دیجیے میں اس کی گردن اڑادوں؛ اس نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اے حاطب! یہ کیا بات ہے؟

انہوں نے عرض کیا: ’’ اللہ کی قسم! ایسا ہرگز نہیں کہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں رکھتا۔ میں یہ چاہتا تھا کہ ان لوگوں پر میرا کچھ احسان ہوجائے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میرے اہل خانہ اور بچوں کو محفوظ کردیں۔ چونکہ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کوئی ایک ایسا نہیں ہے جس کے رشتہ دار وہاں نہ ہوں ؛ اور وہ اس کے بیوی بچوں کی حفاظت نہ کریں۔

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ‘‘

www.KitaboSunnat.com

تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا اس کے لیے خیر و بھلائی کے کچھ بھی نہ کہو۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ''مجھے اجازت دیجیے کہ اس کی گردن اڑا دوں؛ اس نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی ہے۔''

آپ نے فرمایا: ''کیا وہ اہل بدر میں شریک نہیں ہوا تھا؟ اور کیا تم کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ جو چاہو کرو میں نے تمہارے لیے جنت واجب کر دی ہے؛ یا یہ فرمایا کہ: میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔''

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے؛ اور آپ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہت بہتر جانتے ہیں۔'' [البخاری 2785؛ مسلم 4550]

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں رسالت مآب ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا اور اس وقت آپ ﷺ چوڑے حاشیہ کی ایک نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ تو ایک اعرابی نے آپ ﷺ سے مل کر آپ کو زور سے کھینچا اور میں نے دیکھا کہ اس اعرابی کے زور سے کھینچنے کی وجہ سے آپ ﷺ کی گردن پر چادر کے کنارے کا نشان پڑ گیا تھا۔ اور اس بدو نے کہا کہ: ''مجھے بھی آپ ﷺ اللہ کے اس مال میں سے جو آپ کے پاس ہے کچھ دلوا دیجیے۔''

تو رسول اللہ ﷺ اس کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور کچھ دینے کا حکم دیا۔''

[رواہ البخاری 3080]

۴۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''غزوہ حنین سے لوٹتے وقت ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب جا رہے تھے اور آپ ﷺ کے ہمراہ کچھ اور لوگ بھی تھے، چند دیہاتی آپ ﷺ کو لپٹ گئے اور کچھ مانگنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ کو درخت کے نیچے لے گئے۔'' اور آپ ﷺ کی چادر انہوں نے اتار لی۔ رسول اللہ ﷺ نے وہاں ٹھہر کر فرمایا: ''میری چادر دیدو؛ اگر میرے پاس ان درختوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

برابر بکریاں ہوتیں، تو میں وہ تم میں تقسیم کر دیتا، واللہ! میں کنجوس جھوٹا بہروپیا اور بزدل نہیں ہوں۔'' [صحیح بخاری: ح2760]

۵۔ جہاں تک بچوں کے ساتھ آپ کی رحمت کا تعلق ہے؛ تو ان کے ساتھ مذاق کرتے؛ اور جب ان کے پاس سے گزرتے تو انہیں سلام کرتے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''مجھے نبی کریم ﷺ پکڑتے تھے اور ایک ران پر مجھے اور دوسری ران پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بٹھلا دیتے تھے''۔ پھر دونوں کو ملاتے اور دعا فرماتے: ''اے اللہ ان دونوں پر رحم فرما، اس لیے کہ میں بھی ان پر مہربانی کرتا ہوں۔'' [رواہ البخاری 5866]

یہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آپ کے غلام تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا تھا۔ اور وہ اس رحمت و شفقت اور پیار و محبت میں اپنے سگے نواسے کے برابر تھے۔

* حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ حسن اخلاق میں سب لوگوں سے بڑھ کر تھے۔ میرا ایک بھائی ابوعمیر نامی تھا- میرا خیال ہے کہ اس بچے کا دودھ چھوٹ چکا تھا-۔ نبی کریم ﷺ جب تشریف لاتے تو اس سے مزاحاً فرماتے: ''یا أبا عمیر ما فعل النغیر۔''

''اے ابوعمیر! نغیر نے کیا کیا۔''

نغر ایک پرندہ تھا جس کے ساتھ وہ کھیلا کرتا تھا۔

اکثر ایسا ہوتا کہ نماز کا وقت ہو جاتا اور نبی کریم ﷺ ہمارے گھر میں ہوتے۔ آپ اس بستر کو بچھانے کا حکم دیتے جس پر آپ بیٹھے ہوئے ہوتے، چنانچہ اسے جھاڑ کر اس پر پانی چھڑک دیا جاتا۔ پھر آپ کھڑے ہوتے اور ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہوتے اور آپ ہمیں نماز پڑھاتے۔'' [البخاری 6060؛ مسلم 5577]

پنجم:.....دشمن پڑوسیوں کے ساتھ آپ ﷺ کا معاملہ

آپ کے دشمنان آپ کے ساتھ مدینہ میں رہتے تھے؛ اور وہ اسلام کا اظہار بھی کرتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھے؛ مگر ساری زندگی جھوٹی خبریں پھیلا کر آپ کو تکلیف دیتے رہے؛ اور آپ کے دین کے بارے میں لوگوں کو شکوک وشبہات کا شکار کرتے رہے۔ اور آپ کے خلاف جنگ کے لیے بھڑکاتے رہے۔ مگر آپ اس کے باوجود ان کے ساتھ نرمی سے پیش آتے۔ انہیں نہ صرف معاف کرتے بلکہ ان کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کرتے۔

1۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

''جس وقت عبداللہ بن ابی مر؛ا تو اس کا بیٹا عبداللہ آنحضرت ﷺ کے پاس آیا؛ تو آپ نے اپنا پیراھن اس کے کفن کے لیے دے دیا۔ اور پھر اس کی نماز جنازہ پڑھانے جانے لگے؛ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! وہ تو منافق تھا آپ منافق کی نماز کس طرح پڑھانے جا رہے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ تو منافقوں کے لیے دعا کرنے سے منع فرماتا ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر رضی اللہ عنہ! اللہ نے مجھ کو اختیار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے:

﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ [التوبة 80]

''آپ ان کے لیے بخشش مانگیں، یا نہ مانگیں، اگر آپ ان کے لیے ستر بار بخشش کی دعا کریں تو بھی اللہ انھیں ہرگز نہ بخشیں گے۔''

اور فرمایا: ''میں اس سے زیادہ مرتبہ استغفار کروں گا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! وہ تو منافق تھا۔''

آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ﴾

[التوبة 84]

''اور ان میں سے کوئی مر جائے اس کا جنازہ کبھی نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہونا''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس انسان نے ساری زندگی رسول اللہ ﷺ کو تکلیف اور اذیت دی؛ وہ مسلمانوں کو جہاد کے مواقع پر ذلیل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی عزت وعفت پر طعنہ زنی کیا کرتا۔ آپ ﷺ کا اور صحابہ کرام کا ٹھٹھہ و مذاق اڑایا کرتا۔ اور مختلف قسم کی افواہیں پھیلایا کرتا۔ مگر اس سب کچھ کے باوجود جب وہ مر گیا تو آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اس کی مغفرت کے لیے دعا کی۔

2۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''یہودی ایک روز رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: ''السام علیکم'' یعنی تم پر موت آئے۔ تو میں نے ان پر لعنت کی۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہیں کیا ہو گیا ہے۔''

میں نے کہا: ''آپ ﷺ نے نہیں سنا جو ان لوگوں نے کہا۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم نے نہیں سنا، جو میں نے ان کو جواب دیا؛ ان کے بارے میں میری دعا قبول ہوگی؛ مگر میرے بارے میں ان کی بد دعا قبول نہیں ہوگی۔'' [صحیح بخاری: ح:204]

ششم: دشمنوں کے ساتھ آپ کی رحمت اور عفو و درگزر

۱۔ آپ ﷺ نے یہ بتا دیا تھا:

''بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمت بنا کر مبعوث کیا ہے؛ لعنت گر نہیں بنایا۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آپ سے کہا گیا: یا رسول اللہ! آپ مشرکین پر بد دعا کیجیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک مجھے لعنت گر بنا کر مبعوث نہیں کیا گیا؛ بلکہ مجھے تو رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔'' [البخاری 5861]

۲۔ آپ کو ہر طرح کی تکالیف دیے جانے کے باوجود آپ نے ان پر بد دعا نہیں کی۔ اور جب پہاڑوں کے فرشتہ نے آپ کو پیش کش کی؛ تو آپ اس بات پر راضی نہیں ہوئے کہ ان لوگوں کی نسلیں ختم کر کے رکھ دی جائیں۔

حضرت عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں؛ وہ فرماتی ہیں:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! کیا آپ پر کوئی دن احد کے دن سے بھی زیادہ سخت گزرا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری قوم قریش کی طرف سے میں نے کتنی مصیبتیں اٹھائی ہیں؛ لیکن اس سارے دور میں عقبہ کا دن مجھ پر سب سے زیادہ سخت تھا۔ یہ وہ موقع تھا جب میں نے طائف کے سردار کنانہ بن عبد یالیل بن عبد کلال کے ہاں اپنے آپ کو پیش کیا تھا۔ لیکن اس نے اسلام کو قبول نہیں کیا اور میری دعوت کو رد کر دیا۔ میں وہاں سے انتہائی رنجیدہ ہو کر واپس ہوا۔ پھر جب میں قرن الثعالب پہنچا، تب مجھ کو کچھ ہوش آیا۔ میں نے اپنا سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بدلی کا ایک ٹکڑا میرے اوپر سایہ کیے ہوئے ہے۔ اور میں نے دیکھا کہ جبرائیل علیہ السلام اس میں موجود ہیں، انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا:

''اللہ تعالیٰ آپ کے بارے میں آپ کی قوم کی باتیں سن چکے؛ اور جو انہوں نے جواب دیا ہے وہ بھی سن لیا۔ آپ کے پاس اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے، آپ ان کے بارے میں جو چاہیں اس کا اسے حکم دے دیں۔''

اس کے بعد مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے سلام کیا اور کہا:

''اے محمد (ﷺ)! آپ جو چاہیں اس کا مجھے حکم فرمائیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں دونوں طرف کے پہاڑ ان پر لا کر ملا دوں [جس سے وہ چکنا چور ہو جائیں]۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بلکہ مجھے تو اس کی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو صرف اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گی، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے گی۔'' [البخاری 3161؛ مسلم 4608]

۳۔ آپ کے قتل کا ارادہ کرنے والے کو معافی:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف غزوہ کے لیے گئے۔ دوپہر کا وقت ہوا تو آپ ایک جنگل میں پہنچے جہاں کثرت کے ساتھ ببول کے درخت تھے۔ آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے ایک گھنے درخت کے نیچے سایہ کے لیے قیام کیا اور درخت سے اپنی تلوار ٹکا دی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی درختوں کے نیچے سایہ حاصل کرنے کے لیے پھیل گئے۔

ابھی ہماری آنکھ ہی لگی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پکارا۔ ہم حاضر ہوئے تو ایک بدو آپ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ شخص میرے پاس آیا تو میں سو رہا تھا۔ اتنے میں اس نے میری تلوار کھینچ لی اور میں بھی بیدار ہو گیا۔ یہ میری ننگی تلوار کھینچے ہوئے میرے سر پر کھڑا تھا۔ مجھ سے کہنے لگا آج مجھ سے تمہیں کون بچائے گا؟

میں نے کہا: ''اللہ'' [وہ شخص صرف ایک لفظ سے اتنا مرعوب ہوا کہ تلوار کو نیام میں رکھ کر بیٹھ گیا] اور دیکھ لو؛ یہ بیٹھا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی سزا نہیں دی۔'' [رواہ البخاری (ح:4046)]

یہ آدمی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان سے ہوتا ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادہ سے آپ تک پہنچا تھا۔ اور پھر تلوار سونت لی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ کو روک لیا؛ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے معاف فرما دیا۔''

۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی قوم کو بھی فرما دیا جنہوں نے آپ کو ہر طرح کی تکلیف دی؛ اور آپ کو آپ کی سرزمین سے نکالا۔ مگر جب فتح مکہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو قدرت اور غلبہ عطا کیا تو آپ نے معاف فرما دیا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے؛ آپ فتح مکہ کے قصہ میں فرماتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پھر کعبہ کے پاس تشریف لائے اور دروازے کے دونوں کڑے پکڑ لیے؛ اور ارشاد فرمایا:

''تم کیا کہتے ہو؟ اور تمہارا کیا خیال ہے؟ [اب کیا ہونے والا ہے؟]

تو وہ بولے: ''آپ ہمارے بردبار اور مہربان بھتیجے اور چچازاد بھائی ہیں۔'' انہوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے تین مرتبہ یہ جملہ کہا؛ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں ایسے ہی کہتا ہوں جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا:

﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾

[یوسف ۹۲]

''آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تمھیں بخشے اور وہ رحم گستروں سے زیادہ مہربان ہے۔''

تو لوگ وہاں سے ویسے نکلے گویا ابھی وہ قبروں سے اٹھ کر آ رہے ہوں؛ اور پھر وہ دین اسلام میں داخل ہو گئے۔'' [رواہ فی السنن 18647]

[مشہور ادیب] جاحظ نبی کریم ﷺ کے اخلاق پر ان عظیم الشان مواقف پر گفتگو کرتے ہوئے کہتا ہے:

''اگر آپ کے اس وافر عفو و درگزر اور معاف کرنے کے واقعات میں سے اور کچھ بھی نہ ہوتا سوائے اس واقعہ کے جو فتح مکہ کے دن پیش آیا؛ تو صرف یہ واقعہ بھی کمال میں اکمل [اعلی ترین درجہ کا] واقعہ اور سب سے کھلی ہوئی دلیل ہے۔ کیونکہ جب آپ مکہ مکرمہ میں ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے تو ان ہی لوگوں نے آپ کے چچاؤں اور چچا زادوں اور آپ کے دوست و انصار کے ساتھ جنگیں لڑیں قتال کیا تھا۔ اور آپ کو شعب ابی طالب میں محصور رکھا۔ آپ کے ساتھیوں کو طرح طرح کی تکالیف دیں۔ آپ کا جسم اطہر زخمی کیا؛ اور نفسیاتی عذاب و تکلیف سے دوچار کیا۔ آپ کو بیوقوف کہا؛ اور آپ کے خلاف سب نے مل کر مکرو فریب سے کام لیا۔

مگر جب آپ ان پر فاتحانہ داخل ہوئے تو یہ کوئی قابل تعریف لوگ نہ تھے۔ جب آپ کو غلبہ نصیب ہوا تو یہ لوگ آپ کے سامنے حقیر بن کر کھڑے تھے۔ آپ نے کھڑے ہو کر ان میں خطبہ دیا؛ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور آخر میں..... فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''میں ایسے ہی کہتا ہوں جیسے میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا:

﴿لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ﴾

[یوسف ۹۲]

''آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمھیں بخشے اور وہ مہربانوں کا مہربان ہے۔''

ہفتم: بعثت کے بعد آپ ﷺ کی فصاحت۔

جب سے آپ ﷺ پر وحی نازل ہونا شروع ہوئی تو آپ کی فصاحت و بلاغت کی انتہاء نہ رہی۔ آپ کا کلام انتہائی مختصر اور بامعنی ہوا کرتا تھا۔ چھوٹی عبارت؛ بامقصد اور فصاحت کے آخری درجہ پر۔

آپ ان تمام لوگوں سے بڑھ کر کیسے فصیح و بلیغ ہوگئے؛ جب کہ آپ نہ ہی لکھے پڑھے تھے؛ اور نہ ہی آپ اپنی قوم کی مجلسوں میں ان کے ساتھ مشارکت کرتے اور نہ ہی ان کے ان بازاروں میں جاتے جہاں پر فصاحت و بلاغت کے مقابلے ہوا کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''مجھے ''جوامع الکلم'' کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے۔'' اور میری مدد رعب کے ذریعہ کی گئی ہے اور میں سویا ہوا تھا کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں میرے پاس لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں انہیں رکھ دیا گیا۔''

امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ: ''مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ ''جوامع الکلم'' سے مراد یہ ہے کہ بہت سے امور جو نبی کریم ﷺ سے پہلے کتابوں میں لکھے ہوئے تھے، ان کو اللہ تعالیٰ نے ایک یا دو امور یا اسی جیسے میں جمع کر دیا ہے۔'' [البخاری 2977؛ ومسلم 523]

ہشتم: غیب کی خبریں اور آپ ﷺ:

رسول اکرم ﷺ نے مستقبل میں پیش آنے والے کچھ امور کے بارے میں بشارات دی تھیں؛ تو وہ امور ویسے ہی پیش آئے جیسے آپ نے خبر دی تھی۔ ان میں کچھ امور یہ ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ا۔ آپ کے بعض اصحاب نے آپ ﷺ کی خدمت میں شکایت کی کہ انہیں اہل مکہ کی طرف سے عذاب اٹھانا پڑتا ہے۔ اور انہوں نے دعا کرنے کا مطالبہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے انہیں صبر کرنے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: ''عنقریب اس دین کی نصرت ہوگی؛ اور انہیں حکومت ملے گی۔ حتی کہ مسافروں کو امن نصیب ہوگا؛ انہیں کوئی خوف یا بدامنی کا اندیشہ نہیں ہوگا۔ اور یہ پھر ویسے ہی ہوا۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

'' ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس وقت بطور شکایت کے عرض کیا جب آپ ﷺ اپنی چادر اوڑھے ہوئے کعبہ کے سایہ میں تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ ہمارے لیے مدد کیوں نہیں مانگتے؟ ہمارے لیے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں کرتے؟

فرمایا: '' تم سے پہلے ایسے لوگ ہوتے تھے کہ ان کے لیے زمین میں گڑھا کھودا جاتا وہ اس میں کھڑے کر دیئے جاتے پھر آرا لایا جاتا؛ اور ان کے سر پر رکھ کر دو ٹکڑے کر دیئے جاتے؛ مگر یہ ظلم انہیں ان کے دین سے نہ روکتا تھا۔ لوہے کی کنگھیاں ان کے گوشت کے نیچے اور پٹھوں پر چلائی جاتی تھیں؛ مگر یہ ظلم انہیں ان کے دین سے نہ روکتا تھا۔ اللہ کی قسم! یہ دین اسلام کامل نہ ہوگا حتی کہ اگر ایک سوار صنعا سے حضرموت تک چلا جائے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا اور نہ کوئی شخص اپنی بکریوں پر بھیڑیے کا خوف کریگا لیکن اس معاملہ میں تم عجلت چاہتے ہو۔'' [رواہ البخاری 3534]

یہ بشارت بعد میں بالکل ویسے ہی پوری ہوئی جیسے رب سبحانہ وتعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی نصرت فرمائی؛ اور انہوں نے ان تمام علاقوں پر حکومت کی جن کی طرف اس حدیث میں اشارہ کیا گیا تھا۔ اور ان علاقوں میں امن وامان قائم ہوا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

۲۔ مدینہ سے لوگوں کا نکل جانا:

آپ ﷺ نے خبر دی تھی کہ مختلف شہر فتح ہوں گے۔ اور اہل مدینہ یہاں سے نکل کر ان شہروں میں رہائش اختیار کریں گے۔ جیسے شام اور عراق کے شہر۔

حضرت سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب ملک شام فتح کیا جائے گا تو مدینہ سے ایک قوم اپنے اہل خانہ سمیت اپنے اونٹوں کو ہنکاتے ہوئے نکلے گی؛ اور مدینہ ان کے لیے بہتر ہے کاش کہ وہ لوگ جان لیں''

پھر یمن فتح کیا جائے گا؛ تو پھر ایک قوم اپنے گھر والوں کو لے کر اپنے اونٹوں کو ہنکاتے ہوئے نکلے گی اور مدینہ ان کے لیے بہتر ہے کاش کہ وہ لوگ جان لیں۔''

پھر عراق فتح کیا جائے گا تو مدینہ سے ایک قوم اپنے گھر والوں کو اور اپنے اونٹوں کو ہنکاتے ہوئے نکلے گی اور مدینہ ان کے لیے بہتر ہے کاش کہ وہ لوگ جان لیں۔''

[رواہ البخاری (1875) و مسلم (ح:496)]

۳۔ بلاد روم اور بلاد فارس کے فتح ہونے کی خبر۔

حضرت نافع بن عتبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک غزوہ میں شریک تھے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مغرب کی طرف سے ایک قوم آئی جن پر سفید اونی کپڑے تھے۔ اور وہ آپ ﷺ سے ایک ٹیلے کے پاس ملے۔ وہ کھڑے ہوئے تھے؛ اور رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے۔ میرے دل نے کہا: تو بھی ان کے اور آپ ﷺ کے درمیان جا کر کھڑا ہو کہ کہیں وہ دھوکہ سے آپ ﷺ پر حملہ ہی نہ کر دیں۔ پھر میں نے کہا شاید آپ ﷺ ان سے کوئی راز کی بات کر رہے ہوں۔ بہر حال پھر میں ان کے پاس آیا اور آپ ﷺ کے اور ان کے درمیان کھڑا ہو گیا۔ اور اسی دوران میں نے آپ ﷺ سے چار کلمات یاد کیے جنہیں میں نے اپنے ہاتھوں پر شمار کر لیا۔ آپ نے فرمایا:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''۱۔تم جزیرہ عرب میں جہاد کرو گے اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں فتح عطا فرمائے گا۔
۲۔ پھر تم اہل فارس سے جنگ کرو گے ان پر بھی اللہ تعالیٰ تمہیں فتح عطا فرمائیں گے۔
۳۔ پھر تم روم سے جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ اس پر بھی تمہیں فتح عطا فرمائیں گے۔
۴۔ پھر تم دجال سے جنگ کرو گے اس پر بھی اللہ تعالیٰ تمہیں فتح عطا کریں گے۔'' تو نافع نے کہا: ''اے جابر! پھر ہم روم کی فتح سے پہلے تو دجال کو نہ دیکھیں گے۔'' [رواہ البخاری 3595؛ مسلم 1388]

۴۔مدت خلافت کی خبر:

آپ ﷺ نے خبر دی تھی کہ آپ کے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی؛ پھر اس کے بعد بادشاہی قائم ہوگی؛ تو جیسے رسول اللہ ﷺ نے خبر دی تھی؛ ویسے ہی ہے۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا؛ آپ فرما رہے تھے:
''خلافت تیس سال تک ہوگی؛ پھر اس کے بعد بادشاہی ہوگی۔''
حضرت سفینہ نے فرمایا: ''رک جاؤ؛ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت دو سال؛ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت دس سال؛ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت بارہ سال؛ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت چھ سال۔'' [رواہ أحمد 6:290]

یہ بعض احادیث ہیں جن میں نبی کریم ﷺ نے ان امور کی خبر دی ہے جو آپ کے بعد پیش آنے والے تھے۔ ویسے تو ایسے امور بہت زیادہ ہیں؛ مگر ہم نے اختصار کو ترجیح دی ہے۔

نہم:.....جدید سائنسی تحقیقات اور نبی کریم ﷺ کی خبر کی صحت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
''جب تم میں سے کسی ایک کے برتن میں مکھی گر جائے تو اسے چاہیے کہ اس کو مکمل ڈبو کر پھر نکال پھینکے۔ بلاشک اس کے ایک پر میں بیماری ہوتی ہے؛ اور دوسرے میں شفاء ہوتی ہے۔'' [البخاری (5782)؛ مسلم (3320)]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث میں دو اہم مسئلے:

پہلا مسئلہ:.....مکھی میں بیماری ہوتی ہے۔اور یہ بات اب سائنسی دور کی لیبارٹریز میں تحقیقات سے ثابت ہو چکی ہے کہ مکھیاں جراثیم کو منتقل کرتی ہیں۔اس لیے کہ مکھیاں گندگی پر بیٹھتی ہیں اور وہاں سے جراثیم اپنے ساتھ اٹھا لیتی ہیں۔

دوسرا مسئلہ:.....اس مکھی کے اندر ہی ان جراثیم کو مارنے والا مادہ موجود ہوتا ہے۔اس مکھی کو صرف اس مائع چیز میں ڈبونے کی دیر ہے جس میں یہ گری ہے؛ کہ وہ مادہ نکل جاتا ہے۔

یہ تو اس حدیث کا معنی ہوا۔مگر اب سائنس بھی یہی کہتی ہے۔

ماضی میں لوگ اس عمل کی میڈیکل یا سائنسی علت کا ادراک نہیں کر سکتے تھے۔پھر جب انسانی علوم نے ترقی کی؛ اور لیبارٹریز کو وجود ملا؛ مکھی پر بھی تحقیق ہوئی۔ان تحقیق کرنے والوں کو اس حدیث کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔اس لیے کہ تحقیق کرنے والے غیر مسلم تھے۔ پھر جب یہ نتائج سامنے آئے؛ اور مسلمانوں کو ان سے آگاہی ہوئی تو پتہ چلا کہ سائنس رسول اللہ ﷺ کے کلام کے سچ اور صحیح ہونے کا اقرار کرتی ہے۔

ذیل میں کچھ تحقیقات پیش ہیں:

1971ء میں ایک جرمن ڈاکٹر بریفلڈ نے ہول یونیورسٹی میں ایک تحقیق کی۔جس میں وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ مکھی نے فطری طور پر جراثیم کش مادہ چھپائے ہوتی ہے۔اور جب اسے ہلکا سا دبایا جائے تو وہ مادہ پھٹ کر باہر آجاتا ہے۔

اس سے پہلے پروفیسر ڈاکٹر لانگرون ؛ جو کہ نیچریات کے پروفیسر تھے؛ نے اس قسم کی تحقیق 1945ء میں پیش کی تھی۔اور دو انگریز ڈاکٹروں پروفیسر آرنچین وکوک اور سویزرلینڈ کے پروفیسر رولیوس نے اس کی تائید کی تھی۔اس کے بعد تحقیقات کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ان میں سے ہر ایک نے سابقہ تحقیق کی تائید اور حمایت کی تھی۔

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس دور میں یہ خبریں وہی ہستی دے سکتی تھی جس نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خالق و مالک سے علم پایا ہو۔ کیونکہ آج سے ایک سو تیس سال پہلے تک بنی آدم میں سے کوئی ایک انسان بھی اس حقیقت سے آگاہ نہیں تھا؛ یعنی نبی کریم ﷺ کی موت کے تیرہ سو سال بعد تک [لوگ اس حقیقت سے لاعلم تھے]۔

۲۔ نبی کریم ﷺ نے یہ بتایا ہے کہ عورت سے نکلنے والا خون دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک تو حیض کا خون ہوتا ہے؛ اور دوسرا رگ کے پھٹ جانے کی وجہ سے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں پاک نہیں ہوتی؛ تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟''

تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بیشک یہ ایک رگ کا خون ہے؛ حیض کا خون نہیں۔ جب تمہیں حیض آئے تو نماز چھوڑ دو۔ اور جب حیض کی مدت پوری ہو جائے تو خون دھو کر نماز پڑھ لو۔'' [البخاری (288) و مسلم (333)]

آج کل کے میڈیکل ڈاکٹر یہ بات کہتے ہیں کہ: خون کی دو اقسام ہیں۔ ایک قسم کا خون وہ ہے جو عورت کے رحم سے نکلتا ہے؛ اور اس کا تعلق حمل کے ساتھ ہوتا ہے۔

اور دوسرا وہ خون ہے جو کسی پردہ کے پھٹ جانے کی وجہ سے نکلتا ہے؛ اس کا رحم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

اس دور میں نبی کریم ﷺ کو ان باتوں کا پتہ کیسے چلا؟

اس خون کے نکلنے کی جگہ ایک ہی ہے؛ اور آپ کے پاس کوئی ایسی لیبارٹری نہیں تھی جس میں تحقیق کر کے کوئی ایسی بات پتہ چلی ہو۔ ہاں! درحقیقت یہ اس اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ علم ہے جس پر کوئی بھی چیز مخفی نہیں رہتی۔'' [الرسول 41/1]

۳۔ نبی کریم ﷺ نے خبر دی تھی کہ شراب صرف ایک بیماری ہے؛ اس میں کوئی دوائی [یا شفا] نہیں پائی جاتی۔ یہ نئی خبر اہل عرب کے اس عقیدہ اور تصور کے خلاف تھی جو اس کے دوائی ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے۔ اور تقریباً سارے ہی عرب شراب نوش تھے۔

حضرت طارق بن سوید جعفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''بیشک میں نے رسول اللہ ﷺ سے شراب کی بابت سوال کیا؛ تو آپ نے اس سے منع کیا اور شراب بنانے کو حرام کہا۔ میں نے کہا: میں تو صرف دوائی کے لیے بناتا ہوں۔''

تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''بلاشک وشبہ اس میں کوئی دوائی نہیں ہوتی ؛ بلکہ وہ تو محض بیماری ہے۔'' [مسلم 3670]

جدید میڈیکل سائنس اس بات کو سچ ثابت کر دیا ہے۔

1928ء میں شراب نوشی کے خاتمہ کے سلسلہ میں انیسویں انٹرنیشنل کانفرس بلجیکا کے شہر انقرس میں منعقد ہوئی۔ جس میں کئی ممالک کے مندوبین نے خطاب کیا؛ اور شراب کے نقصانات پر گفتگو کی۔ پھر ایک مسلمان ڈاکٹر کھڑا ہوا اور اس نے حدیث نبوی کے بارے میں آگاہ کیا۔ اس پر تمام حاضرین حیران رہ گئے اور انہوں نے تالیاں بجا کر داد دی؛ اور اس سے مطالبہ کیا کہ حدیث کے صحیح الفاظ حاضرین کو نوٹ کروائے جائیں۔''

اس حدیث کے الفاظ ہیں: (الخمر داء و لیست دواء)۔

۴۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کسی ایک کے برتن میں کتا چاٹ جائے تو اس برتن کو سات بار دھو لینا چاہیے۔'' [البخاری (172) ومسلم (279)]

یہ اب ثابت ہو گیا ہے کہ کتے کی زبان میں بیماریاں پھیلانے والے کیڑوں کی ایک زنجیر ہوتی ہے؛ جب کتا برتن چاٹتا ہے تو یہ کیڑے ان مختلف امراض کو انسان تک منتقل کرتے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ ان میں سے بعض جراثیم کو ختم کرنے کے لیے صرف مٹی ہی کار آمد ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ان میں اپنے دفاع کی صلاحیت بڑی مضبوط ہوتی ہے۔

ایک جرمن میگزین ''کوسموس'' میں ایک مضمون لکھا گیا تھا؛ اس مضمون کا تحریر کنندہ ڈاکٹر گریڈ فلیچر نام کا ایک محقق تھا۔ اس مضمون کا عنوان تھا: ''کتوں کی قربت کے نقصانات۔''

اس میں وہ لکھتا ہے:

''اس آخری زمانہ میں لوگوں کا کتے کے ساتھ شغف کا زیادہ ہو جانا ہمیں اس بات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پر مجبور کرتا ہے کہ ہم اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے خطرات کی طرف بھی توجہ دلائیں۔اور خصوصاً جب کہ کتوں کے ساتھ پیار اور دل لگی ان کے ساتھ کھیلنے اور ان کا بوسہ لینے کی حد تک پہنچا دے۔اور انہیں ہاتھ [یا منہ] چاٹنے دیے جائیں؛ اور برتنوں میں بچا ہوا کھانا انہیں چاٹنے دیا جائے۔اس میں کوئی شک نہیں رہا کہ کتوں میں بیماریاں پھیلانے والے جراثیم کی ایک لڑی ہوتی ہے۔ جو کہ اس طرح سے انسانوں تک پہنچتی ہے؛ اور پھر اس سے ایسی مہلک بیماریاں پھیلتی ہیں جو کبھی کبھار انسان کی جان ہی لے لیتی ہیں۔'' [بحوالہ کتاب ''الرسول'' 1/45]

۵۔ فحاشی کے ظہور اور خطرناک امراض کے مابین ربط:

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب کسی بھی قوم میں فحاشی پھیلتی ہے حتی کہ وہ اس کا اعلانیہ اظہار کرنے لگتے ہیں؛ تو ان میں طاعون؛ اور ایسی دردناک بیماریاں پھیلتی ہیں جو کہ ان کے اسلاف میں نہیں تھیں۔''

[رواہ ابن ماجہ (ح: 4019) و الحاکم ؛ و صححہ (4/ 540)]

اس حدیث میں ناجائز جنسی تعلقات اور ان کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے انتہائی خطرناک امراض کے مابین تعلق اور جوڑ بتایا گیا ہے۔

جب یہ حدیث پروفیسر ڈاکٹر ''پرسوڈ'' کے سامنے پیش کی گئی تو انہوں نے ان امراض اور مختلف اشخاص کے ساتھ جماع کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے کہا:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ ناجائز جنسی تعلقات اور منحرف شدہ جنسی اسلوب اور طریقے انتہائی خطرناک عمل ہیں۔ان کے بارے میں آج سے چودہ سو سال پہلے خبر دی گئی ہے۔تو میں یقین رکھتا ہوں کہ میں یہ بات کہنے میں حق بجانب ہوں گا کہ اس حدیث میں ایڈز کی بیماری کی طرف اشارہ ہے.....

آخر میں وہ کہتا ہے: ''جو بات مجھ تک پہنچی ہے؛ وہ یہ ہے کہ محمد ﷺ ایک عام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انسان تھے؛ جو کہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے؛ اور نہ ہی حقیقت میں آپ لکھے پڑھے تھے۔اور ہم اس بات پر گفتگو کرتے ہیں کہ آج سے چودہ سو سال پہلے ایک ان پڑھ انسان نے یہ انتہائی گہری اور باریک معلومات لکھوائی ہیں جو کہ انتہائی حیران کن ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی انتہائی گہرے سائنسی علم سے تعلق رکھتی ہیں۔ میں ذاتی طور پر یہ بات تسلیم نہیں کرتا کہ یہ محض ایک اتفاقی بات ہو۔ کیونکہ اور بھی تو اس طرح کی باریک چیزیں ہیں۔اور اس کے ساتھ ہی میں بحیثیت ایک ڈاکٹر اس اعتراف میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک الہام ہے؛ جو واضح دلائل کے ساتھ آپ پر وحی کی ہے۔'' [کتاب انہ الحق 59۔61]

یہ اپنے فن کا اسپیشلسٹ ڈاکٹر اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ یہ صرف نبوت کا اشارہ ہے ؛کسی عام بشر سے اس طرح کی علمی بات کا ظاہر ہونا ممکن نہیں۔ کیونکہ اس میں ایسے باریک احوال بیان کیے گئے ہیں جن کی معرفت تک اس دور کے بشر کی رسائی نہیں تھی۔ ان امور تک بشر کی رسائی اس موجودہ سائنس کے دور میں ہوئی ہے۔

دہم:.....آپ ﷺ کی دعاؤں کی قبولیت

نبی کریم ﷺ جب اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کی دعا فرماتے ؛تو اللہ تعالیٰ اکثر اس دعا کو قبول فرماتے۔اور وہ چیز ویسے ہی ہو جاتی جس کی آپ دعا کرتے۔

خطبہ پڑھنے کے دوران میں ایک اعرابی کھڑا ہوا اور کہا:''یا رسول اللہ ﷺ مال تباہ ہو گیا، بچے بھوکے مر گئے، اس لیے آپ ﷺ اللہ سے ہمارے حق میں دعا کیجئے۔''

آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے، اس وقت آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی نظر نہیں آتا تھا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! کہ آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھائے ہی تھے کہ پہاڑوں کی طرح بادل کے بڑے بڑے ٹکڑے امڈ آئے، پھر آپ ﷺ منبر سے ابھی اترے بھی نہیں تھے کہ بارش شروع ہوگئی ؛اور ایک ہفتہ تک بارش ہوتی رہی۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو وہی اعرابی اگلے جمعہ کو مسجد میں داخل ہوا؛ اور وہ بارش کی کثرت کی شکایت کر رہا تھا۔ تو نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مدینہ سے بارش کو ختم کر دیا جائے؛ تو اس بارش نے مدینہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا؛ اور لوگ یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ایک سال رسول اللہ ﷺ کے عہد میں لوگ قحط میں مبتلا ہوئے، جمعہ کے دن میں نبی کریم ﷺ کے خطبہ پڑھنے کے دوران میں ایک اعرابی کھڑا ہوا اور کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ! مال تباہ ہو گیا، بچے بھوکے مر گئے، اس لیے آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے حق میں دعا کیجیے۔''

آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے، اس وقت آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی نظر نہیں آتا تھا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! آپ ﷺ نے ہاتھ پیچھے بھی نہیں کیے تھے کہ پہاڑوں کی طرح بادل کے بڑے بڑے ٹکڑے امڈ آئے، پھر آپ ﷺ منبر سے ابھی اترے بھی نہیں تھے کہ بارش شروع ہو گئی اور ایک ہفتہ تک بارش ہوتی رہی۔''

تو وہی اعرابی یا کوئی دوسرا شخص کھڑا ہوا اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ مکانات گر گئے مال ڈوب گیا؛ آپ ﷺ ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجیے۔''

چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: ''اے میرے اللہ ہمارے اردگرد برسا، ہم پر نہ برسا اور بدلی کے جس طرف اشارہ کرتے تھے، وہ بدلی ہٹ جاتی اور مدینہ ایک حوض کی طرح ہو گیا اور وادی قنا ایک مہینہ تک بہتا رہا اور جو شخص بھی کسی علاقے سے آتا تو اس پر بارش کا حال بیان کرتا۔''

[البخاری 1013؛ مسلم 897]

۲۔ اپنے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے دعا؛ اور ان کے مال اور اولاد میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ برکت۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

’’ نبی کریم ﷺ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں کھجور اور گھی پیش کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’یہ گھی اس کے برتن میں رکھ دو اور یہ کھجوریں بھی اس کے برتن میں رکھ دو؛ کیونکہ میں تو روزے سے ہوں۔‘‘

پھر آپ نے گھر کے ایک کنارے میں کھڑے ہو کر نفل نماز پڑھی اور ام سلیم رضی اللہ عنہا اور ان کے گھر والوں کے لیے دعا کی۔‘‘

ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اے اللہ کے رسول!’’ میرا ایک ہی لاڈلا بچہ تو ہے؛ [اس کے لیے بھی تو دعا فرما دیجیے]۔ آپ نے فرمایا: ’’وہ کون ہے؟

انہوں نے عرض کی: آپ کا خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ۔

پھر آپ ﷺ نے دنیا اور آخرت کی کوئی خیر و بھلائی نہ چھوڑی جس کی ان کے لیے دعا نہ کی ہو۔ آپ نے دعا میں یہ بھی فرمایا: ’’اے اللہ! اسے مال اور اولاد عطا فرما؛ اور اس کے لیے برکت عطا کر۔‘‘

[انس رضی اللہ عنہ کا بیان تھا کہ] میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ اور مجھ سے میری بیٹی امینہ نے بیان کیا کہ حجاج کے بصرہ آنے تک میری صلبی اولاد میں سے تقریباً ایک سو بیس سے زائد دفن ہو چکے تھے۔‘‘ [البخاری 1959]

۳۔ آپ ﷺ نے ایک مرگی والی عورت کے لیے دعا جو کہ بیہوش ہو جاتی تھی؛ یہ دعا کی کہ اس کا ستر نہ کھلے؛ تو پھر اس کا ستر کبھی نہیں کھلا۔

عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

’’کیا میں تمہیں ایک جنتی عورت نہ دکھلاؤں؟

میں نے کہا: کیوں نہیں، ضرور دکھایئے۔

فرمایا: ’’یہ کالی عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: مجھے مرگی آتی ہے اور اس میں میرا ستر کھل جاتا ہے، پس آپ میرے حق میں دعا کر

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ‘‘

www.KitaboSunnat.com

دیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم چاہو تو صبر کرو، [اس کا بدلہ] تیرے لیے جنت ہے؛ اور اگر تو چاہتی ہے تو تیرے لیے دعا کر دیتا ہوں کہ تو تندرست ہو جائے۔''

اس نے عرض کیا کہ: ''میں صبر کروں گی۔''

پھر کہا: ''اس میں میرا ستر کھل جاتا ہے، اس لیے آپ دعا کریں کہ ستر نہ کھلنے پائے۔'' آپ ﷺ نے اس کے حق دعا فرمائی۔ پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے: حضرت عطا رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے:

'' میں نے ام زفر کو کعبہ کے پردوں کے پاس دیکھا جو طویل (قد) اور سیاہ (رنگ) تھی۔'' [صحیح بخاری: ج3: ح630]

۴۔ آپ ﷺ کی ہجرت مدینہ کے قصہ میں ہے کہ سراقہ بن مالک آپ کو پکڑنے کے لیے آپ کے پیچھے لگ گئے؛ تو رسول اللہ ﷺ نے اس پر بد دعا کی؛ جس کی وجہ سے اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنسنے لگ گئے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے والد کے گھر میں تشریف لائے اور ان سے ایک کجاوہ خریدا پھر عازب یعنی میرے والد سے فرمایا کہ اپنے بیٹے (براء) کو میرے ساتھ بھیج دیں تاکہ وہ اس کجاوہ کو اٹھا کر میرے گھر لے چلے۔ میرے والد نے مجھ سے کہا کہ اسے اٹھا لے۔ تو میں نے یہ کجاوہ اٹھا لیا؛ اور میرے والد بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کجاوے کی قیمت وصول کرنے کے لیے چل نکلے۔

میرے والد نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عرض کی: اے ابوبکر! مجھ سے بیان فرمائیں کہ جس رات تم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے تھے (یعنی تم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک کا جو سفر آپ ﷺ کے ساتھ کیا ہے اس کی کیفیت بیان کیجئے)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا۔

(اور پھر فرمایا کہ:) ہم ساری رات چلتے رہے یہاں تک کہ دن چڑھ گیا اور ٹھیک دوپہر کا وقت ہوگیا اور راستہ خالی ہوگیا اور راستے میں کوئی گزرنے والا نہ رہا۔ یہاں تک کہ ہمیں سامنے ایک لمبا پتھر دکھائی دیا جس کا سایہ زمین پر تھا اور ابھی تک وہاں دھوپ نہیں آئی تھی؛ ہم اس کے پاس اترے اور میں نے اس پتھر کے پاس جا کر اپنے ہاتھ سے جگہ صاف کی تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سائے میں آرام فرمائیں۔

پھر میں نے اس جگہ پر ایک دری بچھا دی۔ پھر میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمائیں اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد ہر طرف سے بیدار رہتا ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور میں آپ کے اردگرد جاگ کر پہرہ دیتا رہا۔

پھر میں نے سامنے کی طرف سے بکریوں کا ایک چرواہا دیکھا؛ جو اپنی بکریوں کو لیے ہوئے اس پتھر کی طرف آرہا ہے۔ اور چرواہا بھی اس پتھر سے وہی چاہتا تھا جو ہم نے چاہا (یعنی آرام)۔ میں نے اس چرواہے سے ملاقات کی اور پوچھا: اے لڑکے تو کس کا غلام ہے؟ اس نے کہا: ''میں مدینہ والوں میں سے ایک آدمی کا غلام ہوں۔''

میں نے کہا: ''تیری بکریوں میں دودھ ہے۔''

اس نے کہا: ''ہاں۔ میں نے کہا: ''کیا تو مجھے دودھ دے گا؟

اس نے کہا: ہاں۔ پھر اس چرواہے نے ایک بکری پکڑی تو میں نے اس چرواہے سے کہا اس بکری کے تھن کو بالوں مٹی اور کچرے وغیرہ سے صاف کرلے۔''

راوی ابواسحاق کہتے ہیں کہ: ''میں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مار کر دکھا رہے تھے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس چرواہے نے لکڑی کے ایک پیالے میں تھوڑا سا دودھ دوہا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میرے پاس ایک ڈول تھا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پینے اور وضو کے لیے پانی تھا۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور میں نے ناپسند سمجھا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند سے بیدار کروں؛ لیکن آپ خود ہی بیدار ہوگئے۔ پھر میں نے دودھ پر پانی بہایا تاکہ دودھ ٹھنڈا ہوجائے۔ پھر میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دودھ نوش فرمائیں۔''

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دودھ پیا؛ حتی کہ میں خوش ہوگیا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا یہاں سے کوچ کرنے کو وقت نہیں آیا؟

میں نے عرض کیا: ''جی ہاں وہ وقت آ گیا ہے۔''

''پھر ہم سورج ڈھلنے کے بعد چلے تو سراقہ بن مالک نے ہمارا پیچھا کیا۔ ہم جس زمین پر تھے وہ سخت زمین تھی؛ میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کافر ہم تک آ گئے ہیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فکر نہ کرو؛ کیونکہ ہمارے ساتھ اللہ ہے۔''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ کے لیے بددعا فرمائی تو سراقہ کا گھوڑا اپنے پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ کہنے لگا: مجھے معلوم ہے کہ تم نے میرے لیے بددعا کی ہے؛ اب تم میرے لیے دعا کرو؛ اللہ کی قسم! اب جو بھی آپ حضرات کی تلاش میں آئے گا میں اسے واپس کردوں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے اللہ سے دعا فرمائی تو اسے نجات مل گئی۔ اور وہ واپس لوٹ گیا اور اسے جو کوئی کافر بھی ملتا وہ اسے کہہ دیتا کہ میں اس طرف دیکھ آیا ہوں۔ سراقہ کو جو کافر بھی ملتا وہ اسے واپس لوٹا دیتا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سراقہ نے جو ہم سے کہا وہ اس نے پورا کیا۔''

[مسلم]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پانچویں قسم: آپ کا پیش کردہ دین

جو کوئی اس دین پر غور کرے گا جس کی دعوت نبی اعظم حضرت محمد ﷺ نے پیش کی ہے؛ تو وہ دیکھے گا کہ آپ ایک بہت بڑے ایسے عظیم الشان دین کے امام و داعی ہیں جو کئی امور پر مشتمل ہے۔ ایسا انسان جو خود بھی پڑھا لکھا نہ ہو؛ اور نہ ہی ایسے معاشرہ میں پروان چڑھا ہو جو علم و ثقافت کا گہوارہ سمجھا جاتا ہو؛ اس کے ذہن میں ایسے عظیم الشان امور پیش کرنے کا تصور بھی نہیں آ سکتا۔

قرآن کریم نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ خالق و مالک کے بارے میں گفتگو کی ہے۔ اس کے اسماء وصفات اور افعال پر بحث کی ہے؛ اور بندوں پر اس کے حقوق بیان کیے ہیں۔

اور اس کے ساتھ ہی غیبی مخلوقات جیسے ملائکہ؛ جنات اور شیاطین کے بارے میں بھی بتایا ہے؛ اور ان کے اوصاف بیان کیے ہیں۔

اور ایسے ہی آپ نے آخرت کے بارے میں بھی گفتگو کی ہے؛ کہ میدان محشر میں کیا ہوگا؛ اور وہاں پر حساب اور اعمال کے وزن کے لیے کیا کچھ ہوگا؟ اور پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جزاء میں کیا کچھ تیار کر رکھا ہے۔

اور جہاں تک دنیاوی امور کا تعلق ہے تو یہ دین ان تمام امور پر مشتمل ہے جن میں کوئی بھی خیر و بھلائی اور فضیلت پائی جاتی ہو۔

اسلام نے ان تمام فضائل و اعلی اخلاقیات کی دعوت دی ہے جیسے: سچائی؛ امانت؛ احسان وغیرہ۔ اور ان کے برعکس امور سے منع کیا ہے۔

اور پھر معاشرتی اور اقتصادی معاملات؛ اور سیاسی معاملات کی بنیادیں قائم کرنے کے لیے وہ بنیادی قواعد وضع کیے ہیں جن پر چل کر کوئی بھی معاشرہ خوش بختی اور سعادت کی منزلیں پا سکتا ہے۔ اس بارے میں کچھ چیزوں کا بیان گزر چکا ہے۔

تو پھر: کیا یہ ممکن ہے کہ ایسی چیزیں ایک انسان کی طرف ملیں جو لکھا پڑھا نہ ہو؛ اور نہ ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لکھے پڑھے معاشرہ میں پروان چڑھا ہو۔ ایسا معاشرہ جہاں پر صرف گنتی کے چند لوگ ہی لکھنا پڑھنا جانتے ہوں۔

یہ اس دین کے اللہ تعالیٰ خالق کائنات کی طرف سے نازل کردہ ہونے کی دلیل ہے۔

انسان کیسے اسلام میں داخل ہو؟

اس کے بعد جب انسان کو اسلام قبول کرنے کے لیے شرح صدر حاصل ہو جائے تو اس کے لیے خود بخود ہی دین اسلام میں داخل ہونا بہت آسان ہے۔ اس کے لیے کسی واسطہ کی ضرورت نہیں۔ بلکہ وہ اس چیز کا اظہار کرے کہ وہ اسلام پر قانع ہے۔ اور پھر دین اسلام کی عملی تطبیق شروع کرے۔

اس قناعت کا اعلان ان کلمات کے نطق اور ان کے معانی ومفاہیم کے فہم سے ہوگا:

أشهد أن لا إله إلا الله و أن محمداً رسول الله

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں؛ اور بیشک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''

اس کا مطلب یہ ہے:

* میں توحید الٰہی کا اقرار اور اعتراف کرتا ہوں؛ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری میں اس کے سامنے تذلل اور خضوع اختیار کرتا ہوں۔
* اور میں اس بات کا اقرار کرتا کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر دین نازل فرمایا ہے۔ اور میں اس بات کا التزام کروں گا کہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے؛ اس کی تصدیق کروں؛ اور آپ کے تمام اوامر ونواہی میں آپ کا صحیح اطاعت کروں۔
* دین: تصدیق اور قول اور عمل کا نام ہے۔

وہ امور جن کی تصدیق کا مطالبہ کسی مسلمان انسان سے کیا جاتا ہے وہ وہ تمام امور ہیں جن کی خبر اللہ تعالیٰ نے دی ہے؛ یا پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کا بتایا ہے؛ یہ چھ امور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان؛ اس کی تصدیق اور محبت اور تعظیم۔

۲۔ فرشتوں پر ایمان اور ان کی تصدیق؛ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک بہترین و پاکیزہ مخلوق فرشتے بھی ہیں۔ ہم ان سے محبت رکھتے ہیں اور ان کا اقرار کرتے ہیں۔

۳۔ اس بات کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے کچھ کتابیں نازل فرمائی تھیں؛ جنہیں اپنے انبیاء و مرسلین علیہم السلام پر وحی کیا تھا۔

۴۔ رسولوں کی تصدیق: اللہ تعالیٰ زمانہ گزرنے اور نسلیں بدلنے کے ساتھ ساتھ زمین والوں کی طرف اپنے رسولوں کو مبعوث فرمایا تھا؛ تاکہ وہ لوگوں کو اللہ کا وہ دین سکھائیں جس کی خاطر انہیں پیدا کیا گیا ہے اور بتائیں موت کے بعد کیا چیز ان کے انتظار میں ہے؟۔

۵۔ آخرت کے دن کی تصدیق: یہ ایک ایسی گھڑی؛ یا زمانہ ہے جو اس دنیا کے ختم ہونے کے بعد آئے گا؛ جس میں لوگوں کا حساب و کتاب ہوگا۔ اہل ایمان عزت پائیں گے اور انہیں جنت انعام میں ملے گی اور کفار کو جہنم کے عذاب میں رسوائی اٹھانی پڑے گی۔

۶۔ تقدیر پر ایمان: اس امر کی تصدیق کہ اس کائنات میں جو کچھ پیش آ رہا ہے؛ وہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق و تقدیر سے ہو رہا ہے۔ اور انسان اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے علاوہ محض اپنے ذاتی ارادہ و منشاء سے کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن تقدیر میں بحث و مباحثہ نہیں کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ بشری عقل غیب کے قوانین نہیں جانتی۔ پس غیبی امور پر ظاہری قوانین اور دستور کے مطابق حکم لگانا ہرگز جائز نہیں ہے۔

انہیں اسلام میں ایمان کے چھ ارکان کہا جاتا ہے۔

* پھر ان کے بعد عملی امور کا درجہ آتا ہے؛ یعنی:

۱۔ ایک دن اور رات میں پانچ نمازیں پڑھنا۔ وضو کے بعد ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ طلوع فجر سے پہلے؛ دو رکعت نماز فجر۔

۲۔ سورج کے زوال کے بعد چار رکعت نماز ظہر۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۳۔ پھر اس کے بعد جب چیز کا سایہ اس سے دوگنا ہو جائے تو چار رکعت نماز عصر۔

۴۔ سورج غروب ہونے کے فوراً بعد تین رکعات نماز مغرب۔

۵۔ پھر اس کے بعد جب شفق کی سرخی غائب ہو جائے تو چار رکعت نماز عشاء۔

یہ نمازیں اللہ تعالیٰ کے سامنے اطاعت وتسلیم کا ایک رمز ہیں؛ جو مسلمانوں کے ساتھ با جماعت مساجد میں ادا کی جاتی ہیں۔ بلا عذر یہ نمازیں گھر پر پڑھنا جائز نہیں۔

۲۔ پھر ان کے بعد زکواۃ کا درجہ آتا ہے۔ اس کی مقدار 2.5 (یعنی اڑھائی) فیصد ہے۔ مسلمان زکواۃ اپنے اس تمام مال سے نکالے گا جس پر ایک سال کا عرصہ گزر چکا ہو؛ اور اسے فقیر مسلمانوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ یہی حال تجارتی اموال کا بھی ہے؛ اس میں سے بھی ایک سال بعد اسی نسبت سے زکواۃ نکالی جائے گی۔

ایسے ہی جب فصلیں کاٹی جائیں؛ تو اگر اس فصل کی زراعت بارش کے پانی سے ہوتی ہو تو اس میں دسواں حصہ ہے؛ اور اگر اس کی آبپاشی کے لیے مزارع کو مشقت کو برداشت کرنی پڑتی ہو؛ تو اس پر بیسواں حصہ یعنی پانچ فیصد ہے۔ اور ایک فصل پر صرف ایک بار زکواۃ ادا کرنی ہوتی ہے؛ اس کا تکرار نہیں ہوتا۔ پہلی بار کا ادا کرنا کافی ہے۔

ایسے ہی اگر زکواۃ جانوروں کی ادا کرنا ہے؛ جیسے گائے؛ اونٹ یا بکری وغیرہ۔ تو ایک سال گزرنے کے بعد ان پر بھی ایک محدود نسبت کی زکواۃ ہے۔ یونہی رمضان کے آخر میں زکواۃ الفطر ادا کرنا ہوتی ہے جس کی مقدار اڑھائی کلو غرام غلہ ہے۔ یہ غلہ اس ملک کے اعتبار سے ہوگا جہاں پر انسان رہائش پذیر ہو وہاں کے فقراء میں تقسیم کر دے۔

یہ مال پر عائد مجمل حقوق کا بیان تھا؛ جسے زکواۃ کہا جاتا ہے۔

۳۔ پھر اس کے بعد روزہ کا درجہ آتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ طلوع فجر سے پہلے سے لیکر غروب آفتاب کھانے پینے؛ جماع اور شہوات کے کاموں سے اپنے آپ کو روک کر رکھنا۔ رات کو یہ ساری چیزیں حلال ہو جاتی ہیں۔ رمضان کے روزے ایک ماہ ہوتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۴۔ پھر اس کے بعد حج کا مقام و مرتبہ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ مکہ میں بیت اللہ کی زیارت کے لیے حاضری۔ جانی اور مالی اعتبار سے صاحب استطاعت لوگوں پر؛ راستے پر امن ہونے کی صورت میں؛ زندگی میں ایک بار حج فرض ہے۔

یہ اہم ترین عملی امور ہیں۔ ان کے علاوہ بھی کچھ امور ہیں؛ جب کوئی مسلمان ہو جاتا ہے تو وہ امور سیکھ لیتا ہے۔

جہاں تک اخلاق اور سلوک کا تعلق ہے؛ تو اس سے پہلے یہ بیان گزر چکا ہے کہ کن اہم ترین چیزوں کا اسلام نے حکم دیا ہے؛ اور کن چیزوں سے منع کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تعارفی کلمات

اوّل:.....نزول دین کے مقام کا تعارف:

نزول دین کا مقام: مکہ مکرمہ: یہ جگہ مشرق اور مغرب کے درمیان میں براعظم اشیاء کے مغرب میں کرہ ارضی کے درمیان میں واقع ہے۔

مشرق وسطیٰ کا علاقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت کے لیے گود کی سی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کو شام کے علاقہ میں آباد کیا تھا۔اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو جزیرہ عرب کے جنوب میں مکہ مکرمہ میں آباد کیا تھا۔جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

﴿رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَ ارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ﴾ [ابراھیم 37]

''اے ہمارے رب! بیشک میں نے اپنی کچھ اولاد کو اس غیر زرعی وادی میں آباد کیا ہے، تیرے بیت الحرام کے پاس، اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں۔سولوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردے اور انھیں پھلوں کا رزق عطا کر، تاکہ وہ شکر کریں۔''

تورات میں سفر تکوین اصحاح نمبر 1 کیس فقرہ نمبر 20۔21 میں آیا ہے:

''اللہ تعالیٰ اس لڑکے کے ساتھ تھے؛ حتی کہ وہ بڑا ہوگیا؛ اور صحراء میں رہائش اختیار کرلی؛ اور آپ تیر اور کمان بنایا کرتے تھے۔اور فاران کے بری علاقے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مقیم تھے۔‘‘

فاران کا بری علاقہ: اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے؛ جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا۔ یہ علاقہ خشک صحرائی علاقوں کے درمیان میں واقع ہے۔

پس شام کے علاقہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحٰق بن ابراہیم علیہ السلام کی نسل کو آباد کیا۔ اور شام کے جنوبی علاقہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو آباد کیا۔ اور یہ جگہ تمام براعظموں کے درمیان میں واقع ہے۔ اس کے مشرق میں ایشیاء ہے؛ اور شمال مغرب میں یورپ ہے۔ افریقہ اور امریکہ اس کے مغرب میں واقع ہیں۔

پس اس طرح سے مکہ تمام براعظموں کے درمیان میں واقع ہے۔

جہاں تک نسبت کے اعتبار سے شمالی اور جنوبی امریکہ کی دوسری کا تعلق ہے؛ تو جغرافیائی مطالعہ کہتا ہے کہ تمام براعظم آپس میں ملے ہوئے تھے۔ پھر ان کے درمیان انفصال پیدا ہوا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ دور ہوتے چلے گئے۔

براعظم تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت انفصال اور دوری کے لیے بالکل تیار ہیں۔

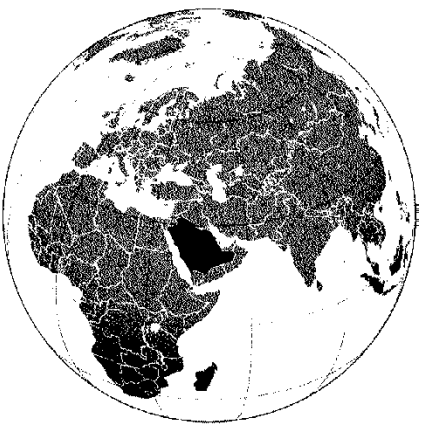

یہ تمام عالم کا نقشہ ہے؛ اس میں جزیرہ عربیہ اس کے وسط میں ہے۔ جہاں سے ایشیاء اور افریقہ کے درمیان حد فاصل شروع ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

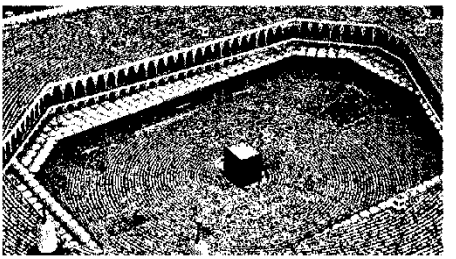

یہ کالے رنگ میں بیت اللہ [کعبہ] کی تصویر ہے۔ جسے چاروں طرف سے مسجد الحرام نے گھیر رکھا ہے۔ اور اس تصویر میں مسلمان مسجد الحرام کے اندر بیت اللہ یعنی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کر رہے ہیں۔

دوم:.....نزول دین کے معاشرہ کا تعارف:

جس معاشرہ میں یہ دین نازل ہوا؛ وہ عرب معاشرہ تھا۔ جو کہ جزیرہ عرب کے رہائشی تھے۔ ان میں سے قریش کا قبیلہ مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر تھا۔ اور قریش حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔

اسلام سے پہلے اس معاشرہ میں کچھ اچھی باتیں بھی پائی جاتی تھیں اور بری باتیں بھی پائی جاتی تھیں۔

ان کی اچھی باتیں:

۱۔ یہ لوگ سچائی کی بڑی تعظیم کرتے تھے؛ اور جھوٹ سے نفرت کرتے تھے۔ اور جھوٹ بولنے کو عیب شمار کرتے تھے۔

۲۔ وعدہ کو پورا کیا کرتے تھے؛ اور وعدہ توڑنے والے کو عار دلاتے تھے۔

۳۔ بہادری: ان میں سے کوئی بھی معرکہ سے بھاگنے سے حیاء کرتا تھا۔

۴۔ کرم گستری: یہ لوگ بڑے مہمان نواز تھے۔ ان میں سے کوئی اگر مہمان کے لیے اپنے پاس کچھ بھی نہ پاتا تو اپنی سواری کی اونٹنی کو اس کی خاطر ذبح کر دیتا۔ بھلے وہ مہمان کو جانتا بھی نہ ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵۔ ان میں سے اکثر لوگ انتہائی ذہین وفطین اور سریع بداہت کے مالک ہوا کرتے تھے۔

ان کی بری عادات:

۱۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ یہ بت وہ مورتیاں تھیں جنہیں انہوں نے بعض صالحین کی صورت وشکل میں تراش کر تیار کرلیا تھا۔ وہ ان کی تعظیم کرتے اوران کی قربت حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔

۲۔ اس معاشرہ میں زنا مختلف صورتوں میں موجود تھا۔

۳۔ یہ لوگ شراب نوشی کیا کرتے تھے۔

۴۔ ان میں سے کچھ لوگ اپنی بیٹیوں کو عار کے خوف سے قتل کردیتے تھے۔

۵۔ اورآپس میں معمولی سی باتوں پر ایک دوسرے کو قتل کردیتے تھے۔

۶۔ یہ لوگ انتہائی جہالت کا شکار تھے۔ کوئی قابل ذکر ثقافت ان کے ہاں نہ پائی جاتی تھی۔

یہ عرب معاشرہ محض برائی پر ہی قائم نہ تھا۔ بلکہ ان میں بعض اچھی باتیں بھی موجود تھیں جو کہ اس نئے دین کو قبول کرنے اوراس کے واجبات ادا کرنے کے لیے فضاء ہموار کرنے میں مددگار ثابت ہوئیں۔ پھر یہ لوگ کئی جوانب سے پستی اور گراوٹ کا شکار تھے۔ پس انہیں جیسے ہی بیدار کیا گیا؛ اوران کے شعور کو جھنجھوڑا گیا تو یہ لوگ بیدار ہوگئے اورانہیں اس فساد اور برائی کا ادراک اور احساس ہوگیا جس میں یہ لوگ گزر بسر کر رہے تھے۔ پھر ان لوگوں کی کوئی ایسی ثقافت نہیں تھی جس کے بارے میں ڈر ہو کہ وہ ان کے اس نئے دین کی تعلیمات اور عقائد کو خراب کردے۔ بخلاف ان معاشروں کے جو اس وقت کے اعتبار سے ایک جدید ثقافتی زندگی گزار رہے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس ثقافت کی کچھ تعلیمات اس نئے دین کی اندر اپنی جگہ بنا گئیں۔ اور بعض اوقات ان اہل ثقافت پر اس نئے دین اور عقیدہ کی تعلیمات کو قبول کرنا بڑا ہی مشکل ہو جاتا جو کہ ان کی ثقافت کے خلاف تھا۔

سوم:.....قرآنی لغت

اہل عرب نے اپنی عربی زبان کا بہت زیادہ اہتمام کیا تھا- جیسے اس طرف اشارہ پہلے بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گزر چکا ہے۔عرب اپنی زبان کے لیے بازار سجاتے اور وہاں پر خطبات؛ شعر و شاعری اور قصائد پڑھنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاتے۔ پھر ان میں سے افضل ترین قصیدہ اختیار کر کے اسے کعبہ کی دیواروں پر لٹکایا جاتا۔اور اہل عرب کے ہاں تعظیم کے اعتبار سے یہ سب سے بڑی جگہ تھی۔ اور ایسا وہ اپنی زبان کی بہت سخت تعظیم اور رعایت کی وجہ سے کیا کرتے تھے۔

اور عربی زبان ہی وہ زبان تھی جو اس دور میں پختہ ہو کر اپنے عروج کمال تک پہنچی ہوئی تھی۔اور یہ مقام و مرتبہ کسی بھی دوسری عالمی زبان کو حاصل نہیں تھا۔اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ کئی دوسری عالمی زبانوں نے بھی ترقی پائی تھی؛ مگر وہ اس وقت اس مطلوبہ معیار تک نہیں پہنچ سکی تھیں؛ان کی ترقی میں کمال بہت بعد کے زمانے میں آیا ہے حتی کہ بہت ساری وہ زبانیں جو آج ہمارے اس دور میں موجود نہیں؛ اگر ساری نہیں تو ان میں سے اکثر زبانوں میں آج سے ہزار سال قبل تحریر و کتابت ممکن نہیں تھی۔

جبکہ عربی زبان کے نور کی کرنیں بہت پہلے ہی چمک اٹھی تھیں۔اور آج سے چودہ سو سال قبل اس کی بنیادیں مضبوط ہو چکی تھیں۔یہ اس زبان کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے تدبیر تھی۔اس لیے کہ عنقریب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس زبان میں اپنا وہ کلام معجز [قرآن کریم] نازل کرنا تھا؛ جس نے قیامت تک بشریت سے مخاطب ہوتے ہوئے باقی رہنا ہے۔اور اگر عربی زبان اس بات کی اہل نہ ہوتی کہ اس میں قرآن نازل ہو؛ اور اس زبان کی کمزوری کے باوجود اس میں قرآن نازل ہو جاتا؛ تو پھر یہ کلام کوئی ایسا معجزہ نہ ہوتا جو آپ ﷺ کی رسالت کی صداقت پر دلالت کرے۔اور نہ ہی اس کے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے معجزانہ کلام ہونے پر کسی حجت کا قائم کرنا ممکن ہوتا۔

پھر جو کوئی عربی زبان کے انداز گفتگو اور مخارج حروف پر اچھی طرح سے غور و فکر کرے؛ اور منہ میں اس کی حرکات پر تدبر کرے؛ اور پھر مشرق و مغرب کی تمام زبانوں کے ساتھ اس کا تقابل کرے؛ تو اس زبان کی دوسری تمام زبانوں برتری واضح ہو جائے گی۔[الاسلام دین الحق]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اہل مشرق بات کرتے ہوئے بہت کم منہ کھولتے ہیں؛ اور اہل مغرب بہت زیادہ مبالغہ کے ساتھ منہ کھولتے ہیں۔ جبکہ اہل عرب ان دونوں حالتوں کے درمیان متوسط طبقہ ہیں۔ پس یہ تمام تعریفیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جس نے تقدیر بنائی اور جسے چننا چاہا چن لیا۔''

چہارم:..... وہ ہستی جن پر قرآن نازل ہوا۔

آپ محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم؛ قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے تھے۔

آپ پیر کے دن ماہ ربیع الاول میں بارہ تاریخ کو (۵۷۱ء) میں پیدا ہوئے۔

جس گھر میں آپ پیدا ہوائے وہ مکہ مکرمہ کا ایک معزز اور افضل گھرانہ تھا۔ حاجیوں کی پانی پلانے اور کھانا کھلانے کی ذمہ داری ان کے سپرد تھی۔

آپ ﷺ اپنے والد محترم کی وفات کے بعد پیدا ہوئے۔ پہلے آپ کی کفالت آپ کے دادا عبدالمطلب نے کی۔ ابھی آپ کی عمر چھ سال تھی کہ آپ کی والدہ محترمہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ پہلے آپ نے بکریاں چرانا شروع کیں؛ اور پھر تجارت میں مشغول ہو گئے۔ حتی کہ جب آپ کی عمر مبارک چالیس سال ہوگئی تو آپ پر وحی نازل ہوئی۔

* آپ نے پرورش پائی تو آپ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔
* آپ نے کبھی بت کو سجدہ نہیں کیا۔
* کبھی آپ نے شراب نوشی نہیں کی۔
* ساری زندگی کوئی گندا کام نہیں کیا۔
* کبھی جھوٹ نہیں بولا۔
* کبھی کسی کے ساتھ دھوکہ بازی نہیں کی۔
* کبھی کسی کے ساتھ خیانت نہیں کی۔
* آپ کو صادق اور امین کے ناموں سے پکارا جاتا تھا؛ اس لیے کہ آپ نے ان لوگوں کے درمیان ساری زندگی گزاری؛ کبھی آپ نے جھوٹ نہیں بولا؛ اور نہ ہی خیانت کی۔
* جب ان لوگوں نے دوبارہ کعبہ کی تعمیر کی؛ اور حجر اسود اپنی جگہ پر لگانے کا وقت آیا۔ تو ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے درمیان اختلاف ہوا کہ کون سا قبیلہ حجرہ اسود کو اپنی جگہ پر رکھے۔ تو اس بات پر ان کا اتفاق ہو گیا کہ اب جو بھی انسان باہر سے پہلے مسجد میں داخل ہوگا؛ وہی اس بات کا فیصلہ کریگا۔ تو پہلے داخل ہونے والی ہستی جناب محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔ اور لوگ آپ کے فیصلہ پر راضی ہو گئے۔ آپ نے چادر نیچے بچھائی؛ اور ہر قبیلہ کے لوگوں نے چادر کے کونے پکڑ کر اسے اٹھایا اور جب وہ اپنی جگہ پر پہنچ گیا تو آپ نے اسے مطلوبہ مقام پر رکھ دیا۔ لوگ آپ کے اس فیصلے پر راضی ہو گئے۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ حجر اسود کو اپنے ہاتھوں سے اس کی جگہ پر رکھیں؛ اسے کسی دوسرے کا ہاتھ نہیں لگا۔

* اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی؛ کبھی آپ کا ستر نہیں کھلا۔
* اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو تنہائی پسند بنا دیا تھا۔ آپ غارِ حرا میں تنہائی میں رہتے حتی کہ وہاں پر آپ کے پاس وحی آ گئی۔
* جب چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو آپ مسلسل نبوت کی نشانیاں دیکھنے لگے۔ یہ سلسلہ کئی ماہ تک - اور کہا گیا ہے کہ چھ ماہ تک - ایسے ہی چلتا رہا۔ جو کچھ آپ نیند کی حالت میں خواب میں دیکھتے وہی کچھ جاگتے ہوئے ایسے ہی پیش آ جاتا جیسے خواب میں دیکھا تھا۔
* اور یہ کہ بعض پتھر آپ کو نبی کہہ کر سلام کرتے تھے۔
* غار حراء میں آپ کے پاس فرشتہ آیا؛ اس نے آپ کو سینے کے ساتھ لگا کر بھینچا؛ اور کہا: پڑھ - یہ بات تین مرتبہ کی -؛ آپ ہر بار یہی فرماتے: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں؛ یعنی لکھنا پڑھنا نہیں جانتا۔ پھر تیسری بار اس نے کہا:

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ(1) خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ(2) اقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ(3) الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ(4) عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ﴾

[العلق ۱-۵]

”اپنے رب کا نام لے کر پڑھ جس نے پیدا کیا۔ انسان کو لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ اور آپ کا رب کریم ہے۔ جس نے بذریعہ قلم علم دیا۔ انسان کو وہ تعلیم

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

دی جو وہ نہ جانتا تھا۔''

یہ قرآن کریم کی پہلی آیات تھیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئیں۔

خفیہ دعوت:

پھر آپ کو حکم ہوا کہ چپکے چپکے سے اس دین کی طرف دعوت کا کام شروع کریں۔ یعنی افرادی طور پر لوگوں کو اس کی دعوت دیں۔ اگر وہ دعوت دین کو قبول کرلیں تو ٹھیک؛ ورنہ انہیں یہ کہہ دیں کہ اس بات کو صیغہ راز میں رکھیں۔ تین سال تک یہ سلسلہ ایسے ہی چلتا رہا۔ اور اس عرصہ میں تقریباً چالیس لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ لوگ آپ پر کتنا اعتماد کرتے تھے۔

پھر آپ کو اعلانیہ دعوت دینے کا حکم ملا؛ اور آپ نے اپنے قریبی رشتہ داروں سے دعوت کا کام شروع کیا۔ پھر اس کے بعد عمومی طور پر ساری قوم کو دعوت پیش کی۔

مشرکین اس پر سیخ پا ہو گئے اور آپ کو تکلیفیں دینا شروع کر دیا اور مسلمان ہونے والوں کو بھی تکالیف سے دوچار ہونا پڑتا۔ مکہ میں دس سال تک یہی حال رہا۔ اس کے باوجود کہ انہیں تکالیف اور آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا؛ مگر مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز تھوڑا تھوڑا اضافہ ہی ہوتا گیا۔ اور جو کوئی مسلمان ہو جاتا پھر وہ اپنا دین کبھی نہ چھوڑتا۔

پھر آپ نے اپنے ماننے والوں کو جزیرۃ العرب سے باہر بلاد حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ کیونکہ وہاں پر ایک عادل عیسائی بادشاہ موجود تھا۔ پس قریش سے چھپ کر مسلمانوں نے ہجرت کی؛ ان میں کچھ مرد تھے اور کچھ عورتیں بھی تھیں۔ پھر اس کے بعد تقریباً ایک سو افراد مرد و خواتین نے ہجرت کی۔ قریش نے اپنا ایک وفد شاہ حبشہ کے پاس بھیجا تا کہ وہ انہیں ان کی قوم کو واپس کر دے۔ اور انہوں نے بادشاہ سے کہا:

''یہ لوگ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور ان کی والدہ پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔''

نجاشی نے مسلمانوں کو بلایا تا کہ وہ ان سے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور ان کی والدہ سے متعلق اپنے عقیدہ سے آگاہ کریں۔ انہوں نے نجاشی کے سامنے سورت مریم کی تلاوت کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

۔تو شاہ حبشہ نجاشی رحمۃ اللہ علیہ رونے لگا۔اور اس نے کہا:

''یہ پیغام اور جو پیغام حضرت عیسی علیہ السلام لیکر آئے ہیں وہ ایک ہی نور سے نکلا ہے۔''

پھر ان مسلمانوں کو نجاشی رحمۃ اللہ علیہ نے امن دیدیا؛ اور جو لوگ وفد کی شکل میں آئے تھے انہیں دربار سے نکال دیا۔

جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دوسرے ساتھی مکہ مکرمہ میں ہی مقیم رہے؛ حتی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اہل مدینہ مہیا کردے؛ وہ خود آپ کے پاس آئے۔اسلام قبول کیا؛ اور معاہدہ کیا کہ وہ آپ کی نصرت کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے اتباع کاروں کو مدینہ طیبہ ہجرت کرنے کی اجازت دیدی۔آپ نے بھی ہجرت کی ؛ اور آپ سے پہلے اور بعد میں آپ کے ماننے والوں نے بھی اپنی قوم سے چھپ چھپا کر ہجرت کی۔

اہل مدینہ نے آپ کا استقبال کیا۔ اور اسلام زور پکڑنے لگا۔ یہاں احکام شریعت کا نزول مکمل ہوا۔اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس سال تک مدینہ میں رہے؛ اور اللہ کے دین کی دعوت دیتے رہے۔اور جو کوئی آپ سے جنگ کرنا چاہتا ؛ یا لوگوں کو اللہ کے دین سے روکتا تو آپ اس سے جنگ کرتے۔حتی کہ آپ کا دین غالب آ گیا اور اس کا جھنڈا سر بلند ہو گیا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اس دعوت اور جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ کا دین پھیلانے میں مشغول ہو گئے۔لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہونے لگے۔ یوں بہت ہی مختصر سی مدت میں مشرق کی طرف چین کی حدوں تک اور مغرب میں اسپین تک پہنچ گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری صفات:

آپ میانہ قد تھے؛ نہ ہی بہت لمبے اور نہ ہی چھوٹے قد کے تھے۔آپ کی رنگت سرخ سفید گلابی اور شگفتہ تھی۔آپ کا چہرہ تمام لوگوں سے خوبصورت تھا گویا کہ آپ کا چہرہ چاند ہو۔ آپ کے دست مبارک چھونے پر یوں لگتے تھے جیسے ریشم ہوں۔اور آپ کے جسم کی خوشبو بہت پاکیزہ تھی۔آپ کی آنکھیں کھلی تھیں۔اور سر کے بال نہ ہی بہت زیادہ نرم تھے اور نہ ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بہت زیادہ سخت۔ آپ کے کندھے چوڑے تھے۔

ان کے علاوہ بھی آپ کے بہت زیادہ اور خوبصورت قسم کے اوصاف تھے جنہیں صحابہ کرام نے آپ کی سیرت کے باب میں بیان کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آخری بات

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب کو ہر اس انسان کے لیے فائدہ مند بنادے؛ جو: اسے پڑھے؛ یا لکھے؛ یا اس کی طبع کروائے۔

اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ اس کتاب کو یہ دین ان لوگوں تک پہنچانے کا ذریعہ بنادے جو اسے جانتے نہیں ہیں۔ اور خالق کائنات کے نازل کردہ دین کی عظمت غالب آجائے۔ تاکہ تمام بشریت کے لیے عقیدہ اور شریعت قرار پائے۔ اور لوگوں کو مخلوق کی بندگی سے نکال کر صرف ایک اللہ تعالیٰ کی بندگی میں دیا جائے۔

اور متفرق ادیان کے بجائے ایک متفق دین انسانیت کو وحدت کی لڑی میں پرودے۔ اور لوگ آپس میں بھائی بھائی بن کر زندگی گزاریں اور وہ ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہوں۔

اور اس ایک اخوت کے سائے تلے لوگ ایک دوسرے کی مدد کریں۔ وہ سب ایک جھنڈے تلے جمع ہوں۔ ایک رب کی عبادت کرتے ہوں۔ اور ایک رسول کے اتباع گزار ہوں اور ایک کتاب کے مطابق آپس میں فیصلے کرتے ہوں۔

وصلى اللّٰه تعالى على نبينا محمد و آله و صحبه و بارك وسلّم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مطالعاتی نوٹس

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"